بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

تالیف:

استاذ القراء مولانا قاری ابو محمد سعید احمد

صدر مدرس شعبہ تجوید و قرات جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

28- الفضل مارکیٹ 17- اردو بازار لاہور

Ph.: 042 - 37122423

0300 - 4785910

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتباہ

نام کتاب .... الفوائد التجویدیۃ فی شرح المقدمۃ الجزریۃ

تالیف: .... استاذ القراء مولانا قاری ابو محمد سعید احمد

ناشر .... قراءات اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور

کمپوزنگ .... محمد حسن نان Cell.: 0322-4382203

انتساب

میں اپنی شرح ''الفوائد التجویدیۃ فی شرح المقدمۃ الجزریۃ'' کو اپنے انتہائی مشفق و کریم والد گرامی جناب الشیخ محمد بشیر رحمہ اللہ اور انتہائی شفیق اور مربی دادا محترم جناب غلام حیدر رحمہ اللہ مرید خاص امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے نام منسوب کرتا ہوں جن کی شفقت و سرپرستی اور ظاہری و باطنی تربیت نے قدم قدم پر علمی اور عملی راہنمائی فرمائی اور میرا اخلاق استوار کیا ان کی بتلائی ہوئی قدریں راقم الحروف کے لیے ہمیشہ مشعل راہ رہیں گی اللہ تعالیٰ میرے ان دونوں مشفق و مہربان بزرگوں کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

(قاری) سعید احمد عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

استاذ الاساتذہ القاری المقری فضیلۃ الشیخ محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ

فاضل القراءات العشر الصغری والکبری ومصنف کتب کثیرہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

امابعد! عزیزم قاری سعید احمد سلمہ اللہ تعالیٰ فاضل قراءات العشر الصغریٰ والکبریٰ والدراسات الاسلامیہ واستاذ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ گوناگوں خوبیوں اور صفات کے حامل ایک عمدہ عالم دین، ایک خوش الحان قاری، ایک نہایت شفیق استاذ اور ایک مضبوط لکھاری ہیں۔

عزیز القدر قاری صاحب کے قلم سے ایک کتاب ''کتاب التجوید'' ہدیہ ناظرین ہوچکی ہے۔ ان کے قلم سے اب ''المقدمۃ الجزریۃ'' کی آسان، عام فہم، مختصر اور طلباء کے اذہان کے مطابق شرح آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ عزیزم قاری صاحب نے موجودہ دور کو اور طلباء کی علمی حالت زار کو مدنظر رکھتے ہوئے بہت عمدہ کام کیا ہے اور نہایت آسان اور سادہ زبان میں تشریح وتوضیح کا عمدہ طریقے پر حق ادا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قاری صاحب کی خدمت کو قبول فرمائے اور ان کے علم اور عمل میں برکت عطا فرمائے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اسی طرح علم تجوید وقراءات کی خدمت میں شب

وروز مصروف رکھے۔ آمین یا رب العالمین۔ وَاللّٰهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَاٰلِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمْ.

خادم القرآن الکریم

قاری محمد ادریس العاصم عفی عنہ

المدرسۃ العالیۃ تجوید القرآن

اندرون شیرانوالہ گیٹ، لاہور

۱۴۳۲۔۱۰۔۶

۲۰۱۱ء۔۹۔۵

❋❋❋❋

تقریظ

فضیلۃ الشیخ استاذ القراء حضرت مولانا قاری المقری عبد الصمد رحمہ اللہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ! میں نے کتاب الفوائد التجویدیہ فی شرح المقدمۃ الجزریہ مؤلفہ عزیزم جناب مولانا حافظ قاری سعید احمد صدر مدرس شعبہ تجوید و قراءت جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کو مختلف جگہوں سے سنا ہے سن کر طبیعت بہت خوش ہوئی ماشاء اللہ موصوف نے خوب محنت اور سلیقہ سے اس شرح کو مرتب کیا ہے۔ علامہ جزریؒ کی شخصیت سے کون ناواقف ہے بلاشبہ آپ نابغہ روزگار تھے۔ آپ ایک بڑے محدث فقیہ اور محقق و مؤرخ ہونے کے ساتھ ساتھ تجوید و قراءت میں خاتمۃ المحققین بھی تھے۔ علم قراءت میں نشر کبیر آپ کا وہ عظیم اور تحقیقی کارنامہ ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ خود فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ علم قراءت مردہ ہو چکا ہے اس کو کہہ دو کہ نشر سے علم قراءت زندہ ہو گیا ہے اس کے علاوہ بھی آپ کی متعدد کتابیں تجوید و قراءت پر ہیں انھی میں آپ کا شہرہ آفاق قصیدہ مقدمۃ الجزریہ بھی ہے جو تجوید کے نصاب میں آخری اور اہم کتاب ہے۔ عربی زبان میں ہے اور آج کل اکثر طلباء تجوید عربی زبان سے ناواقف ہوتے ہیں ان وجوہ کے پیش نظر عزیزم نے ایک عام فہم اور آسان شرح ترتیب دی ہے اور موصوف کا اس فن میں خاصا ذوق بھی ہے اور گہری نظر بھی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قاری صاحب کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور ان سے مزید خدمت قرآن لے اور ان کی اس محنت کو قبول فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

قاری محمد عبد الصمد

سابق استاذ شعبہ تجوید و قراءت

مدرسہ اشرف العلوم گوجرانوالہ

تقریظ

فضیلۃ الشیخ استاذ القراء حضرت مولانا قاری المقری محمد ابراہیم علوی رحمہ اللہ

(مدرس المسجد النبویؐ الشریف المدینۃ المنورہ سعودی عرب)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتِ مُجِیْبُ الدَّعْوَاتِ رَافِعُ السَّمٰوَاتِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی کَثِیْرِ الرَّحْمَاتِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ الَّذِیْنَ اَفْضَلُھُمْ فِی الْخَیْرَاتِ.

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرْ. (القمر: ۱۷)

وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَیَضَعُ بِہٖ آخَرِیْنَ.

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی ایک معجز لاریب کتاب ہے لا تنقضی عجائبہ اس کے عجائبات ختم نہیں ہوسکتے اور نہ ہی اس کی خدمت کا حق ادا ہوسکتا ہے۔ اس پُرفتن اور مشغولیت کے زمانہ میں کتاب اللہ کی خدمت ایک بہت ہی بڑا کام ہے۔ اس لیے کہ سب لوگ اپنی مصروفیت میں مشغول ہیں کوئی کسی کام میں کوئی کسی کام میں لیکن دارین میں سعادت مند وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ کی خدمت میں مصروف ہیں اور یہ کام اللہ تعالیٰ نے علماء حق سے لیا ہے اور اسی خدمت میں حضرت قاری صاحب بھی شریک ہوئے اللہ تعالیٰ ان کی کاوش کو قبول فرمائے۔

میں نے اس کتاب ''الفوائد التجویدیۃ فی شرح المقدمۃ الجزریہ'' کے

چند صفحات کا مطالعہ کیا اور مجھے چند چیزیں اس شرح میں نمایاں نظر آئیں کہ یہ کتاب بہت ہی سلیس اردو میں ہے اور مختصر قدر فہم تفصیل بھی اور اس لحاظ سے یہ ایک جامع مانع مختصر مفصل نظر آئی۔ باقی کافی شروحات ہیں لیکن یہ شرح اپنا ایک مقام رکھتی ہے۔ جس سے علماء اور طلباء آسانی سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ کتاب اس زمانہ کے علماء اور طلباء کا لحاظ رکھ کر لکھی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کتاب سے ہر قرآن پڑھنے والے طلباء کو نفع پہنچائے۔ آمین۔ اور مؤلف کے لیے اس کتاب کو آخرت میں نجات و سعادت کا ذریعہ بنائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

۶-۹-۲۰۱۱ قاری محمد ابراہیم علوی

۶-۹-۱۴۳۲ مدرس المسجد النبوی الشریفہ مدینۃ المنورۃ

تقریظ

استاذ القراء والمجودین الشیخ القاری نجم الصبیح تھانوی مدظلہ العالی

صدر مدرس شعبہ تجوید وقرآءات مدرسہ تجوید القرآن رنگ محل، لاہور

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ!

عزیز القدر قاری مقری محمد سعید صاحب صدر شعبہ تجوید و قراءات مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کی تحریر کردہ "الفوائد التجويدية شرح المقدمة الجزريه" راقم کی نظروں سے گزری۔ ماشاءاللہ قاری صاحب موصوف نے طلباء کی ذہنی استعداد کو سامنے رکھتے ہوئے مختصر مگر جامع انداز میں شرح ترتیب دی ہے۔ انداز بیان بہت سہل اور عمدہ ہے۔ مسائل جو علامہ جزری رحمہ اللہ بیان فرما رہے ہیں ان کا شافی اور کافی حل ماشاءاللہ شرح میں موجود ہے۔ انشاء اللہ امید واثق ہے کہ طلباء تجوید کے لیے راہنماء ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ عزیزم قاری سعید کی اس خدمت کو قبول کرے اور ان کو تجوید وقرآءات کے علوم کی خدمت میں ہر دم مصروف عمل رکھے اور ان کی تصنیفی اور تدریسی کام میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ

قاری نجم الصبیح تھانوی عفی عنہ
صدر شعبہ تجوید وقرآءات
مدرسہ تجوید القرآن رنگ محل، لاہور

۱۴۳۲-۱۰-۷
۲۰۱۱-۹-۶

تقریظ

استاذی واستاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر مفکر اسلام علامہ زاہد الراشدی حفظہ اللہ
(صدر مدرس جامعہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ)

نَحْمَدُهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِيْنَ

نویں صدی ہجری کے ممتاز اہل علم میں امام ابوالخیر محمد بن محمد الجزری المتوفی ۸۳۳ھ کا شمار ان بزرگوں میں ہوتا ہے جنھوں نے دیگر علوم کے ساتھ ساتھ علم تجوید وقراءت کی نمایاں خدمت کی اور تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ متعدد تصنیفات کے ذریعہ اس علم کے فروغ میں حصہ لیا، ان کا رسالہ "المقدمة الجزرية" اس قدر مقبول ہوا کہ اسے علم تجوید کے نصاب کے حصہ کے طور پر مسلسل پڑھایا جا رہا ہے اور ہزاروں قراء کرام نے اس سے ہر دور میں استفادہ کیا ہے۔ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے فاضل اور اس کے شعبہ تجوید وقراءت کے صدر مدرس مولانا قاری سعید احمد صاحب نے سالہا سال تک اس رسالہ کی تدریس کے بعد اساتذہ وطلبہ کی سہولت کے لیے "المقدمة الجزريه" کا آسان اردو میں ترجمہ وتشریح کی ہے۔ عزیزم قاری سعید احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے تجوید وقراءت کی خدمت اور فروغ کا وافر ذوق عطا فرمایا ہے۔ وہ مسلسل اس علم کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں اور ان کی یہ کاوش بھی ان کے اسی ذوق کی ایک اچھی علامت ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت ان کی اس محنت کو قبول فرماتے ہوئے زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے نافع بنائیں اور قاری صاحب موصوف کو دارین میں اس کام کا اجر اور ثمرات عطاء فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

ابو عمار زاہد الراشدی

شیخ الحدیث والتفسیر وصدر مدرس جامعہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ — ۳ اکتوبر ۲۰۱۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

باسمہٖ تعالیٰ

قدوۃ المجودین محقق عصر فرید دہر شیخ القراء والمحدثین شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد جزری رحمہ اللہ کی مشہورِ زمانہ کتاب المقدمۃ الجزریہ علم تجوید پر مشتمل نہایت اہم کتاب ہے جو اپنی جامعیت اور مقبولیت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے امام جزری رحمہ اللہ کے اخلاص اور للّٰہیت کی وجہ سے بہت عروج اور مقبولیت سے نوازا ہے عرب وعجم کے مدارس تجوید وقرأت میں داخل نصاب ہے جس میں ایک سو سات اشعار ہیں جس میں موصوف نے نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ تجوید کے اہم اور ضروری مسائل جمع فرما دیے ہیں جو فن کے شائقین اور طلباء کے لیے ایک بیش بہا خزانہ ہے اس کتاب کو پڑھ کر لاکھوں آدمی مجود بن گئے ہیں اور برابر اس کا فیض جاری وساری ہے۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ.

لیکن چونکہ یہ رسالہ عربی میں ہے نیز نظم میں ہے نیز اس میں مختصر اشاروں سے کام لیا گیا ہے اس بنا پر جو طلباء عربی سے واقف نہیں اُن کے لیے اس کا پوری طرح سمجھنا بہت دشوار ہے اس لیے اس کے بہت سے حواشی اور شروح عربی میں بھی مدوّن ہوئے اور اُردو میں بھی کئی ایک شروح تصنیف ہوئیں۔ لیکن اردو زبان کی شروح میں سے بعض بہت مختصر اور بعض بہت زیادہ تفصیلی ہیں۔ مشکل اور فنی ابحاث سے مزین ہیں موجودہ زمانہ کے طلباء کرام کی تجربہ شدہ علمی حالت اور کیفیت کو سامنے رکھتے ہوئے

ایک ایسی شرح کی ضرورت محسوس ہوئی جو نہ زیادہ مختصر ہو اور نہ زیادہ طویل اس شرح کا نام احقر نے اَلْفَوَائِدُ التَّجْوِیْدِیَّۃُ فِیْ شَرْحِ الْمُقَدِّمَۃِ الْجَزْرِیَّۃ رکھا ہے نیز اس شرح کو ترتیب دیتے وقت درج ذیل باتوں کا لحاظ کیا گیا ہے۔

1. شرح عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ مختصر ہو۔
2. شعر کے بعد سب سے پہلے اس کا بامحاورہ ترجمہ اور پھر اس کے بعد تشریح کی گئی ہے۔
3. ہر شعر میں جو مضمون علامہ جزری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اُس کی نشان دہی کی گئی ہے۔
4. ترجمہ استاذ القراء والمجودین حضرت مولانا قاری المقری اظہار احمد تھانوی نور اللہ مرقدہ کا لیا گیا ہے اور اس کے لیے میں محترم قاری عزیز احمد تھانوی صاحب حفظہ اللہ مدیر قرآءت اکیڈمی کا ممنون و مشکور ہوں کہ انھوں نے اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔
5. اشعار میں ضمائر کے مراجع بھی بتائے ہیں۔
6. بَابٌ فِی الْفَرْقِ بَیْنَ الظَّاءِ وَالضَّادِ میں ظاء کے اُنتیس مادے اور ان کے تمام مشتقات کو شمار کیا ہے۔
7. بَابُ مَعْرِفَۃِ الْمَقْطُوْعِ وَالْمَوْصُوْلِ میں کلمات کو بجائے رکوع کے آیت سے واضح کیا ہے۔

احقر کو اپنی کم علمی کا پورا پورا احساس ہے اس لیے اگر اس کتاب میں کوئی غلطی نظر آئے تو مطلع فرما کر مشکور ہوں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ میری اس حقیر سعی کو قبول فرمائے اور اہل قرآن کو اس سے نفع اٹھانے کی توفیق دیں؛ در میرے لیے اور میرے والدین واساتذہ کرام کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے، آمین۔

إِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

اظہار تشکر و امتنان

اللہ تعالیٰ کا لامحدود شکر ہے کہ جس نے ہمت اور توفیق بخشی اور مشکل کام آسان فرمایا جس کے نتیجے میں الفوائد التجویدیہ فی شرح المقدمۃ الجزریہ کو مکمل کرنے کی سعادت حاصل کی اور اس موقعہ پر میں اپنے مربی ومحسن استاذ فضیلۃ الشیخ استاذ القراء والمجودین حضرت مولانا قاری المقری الشیخ محمد ادریس العاصم دامت برکاتھم العالیہ فاضل مدینہ یونیورسٹی اور اپنے انتہائی مشفق استاذ فضیلۃ الشیخ استاذ الاساتذہ حضرت قاری نجم الصبیح تھانوی حفظہ اللہ مصنف کتب کثیرہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان دو حضرات کا انتہائی مشفقانہ تعاون حاصل رہا اور ان کی زیر نگرانی یہ شرح مکمل ہوئی۔

راقم الحروف اپنے شیوخِ حدیث مفکر اسلام شیخ الحدیث والتفسیر استاذی وشیخی حضرت مولانا علامہ زاہد الراشدی حفظہ اللہ اور استاذ الحدیث حضرت مولانا عبد القدوس خان قارن حفظہ اللہ اور جانشین مفسر قرآن استاذ مکرم حضرت مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی حفظہ اللہ مہتمم جامعہ نصرۃ العلوم کا بھی سپاس گزار ہوں کہ ان کی پُرخلوص دعائیں بے پناہ شفقتیں اور راہنمائی ہمیشہ احقر کے شامل ہیں۔

اور میرے حفظ قرآن کے استاذ گرامی حضرت مولانا قاری محمد امین صاحب مدظلہ خطیب جامع مسجد فاروقیہ لوہیانوالہ گوجرانوالہ اور تجوید کے استاذ محترم فضیلۃ الشیخ استاذ القراء والمجودین حضرت قاری المقری محمد عبد الصمد رحمہ اللہ (سابق شیخ التجوید مدرسہ اشرف العلوم گوجرانوالہ) جن کا پیار اور محبتیں شفقتیں ہمیشہ یاد رہیں گی۔ ان شاء اللہ العزیز

اور دیگر اساتذہ کرام کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی شایان شان دونوں جہانوں میں جزائے خیر عطا فرمائے اور ان حضرات کی برکات سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔ میں دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں محترم جناب بھائی قاری عزیز احمد تھانوی مدیر قرآءت اکیڈمی لاہور اور عزیزم استاذ القراء قاری وسیم اللہ امین فاضل قراءات العشر و مدرس جامعہ نصرۃ العلوم کا جنھوں نے پروف ریڈنگ کرنے میں تعاون کیا۔

اور عزیز القدر قاری محمد بلال صفدر اور قاری عبد القدیر خان سواتی متعلّم جامعہ نصرۃ العلوم کا جنھوں نے مسودہ صاف کرنے میں تعاون کیا۔ آخر میں علامہ شاطبی رحمہ اللہ کے ایک شعر پر بات ختم کرتا ہوں۔

وَإِنْ كَانَ خَرْقٌ فَادَّرِكْهُ بِفَضْلَةٍ
مِّنَ الْحِلْمِ وَلْيُصْلِحْ مَنْ جَادَ مِقْوَلَا

یعنی اگر اس نظم میں کوئی عیب ہے تو تُو اس کو باوقار قابلیت کے ساتھ تلافی کر اور اصلاح وہی شخص کرے جو زبان کے لحاظ عمدہ ہو۔

واللہ ولی التوفیق

ابو محمد (قاری) سعید احمد

خادم القرآن الکریم جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

یکم شعبان المعظم ۱۴۳۳ ہجری

مطابق ۲۲ جون ۲۰۱۲

❀❀❀❀

مختصر حالات علامہ جزری رحمہ اللہ

نام ونسب:

علامہ جزری رحمہ اللہ کا نام نامی اسم گرامی محمد ہے اور باپ دادا کا نام بھی یہی ہے اور سلسلہ نسب اس طرح ہے محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف بن الجزری۔

کنیت:

آپ کی کنیت ابوالخیر ہے۔

لقب:

شمس الدین ہے۔

ولادت:

آپ ۲۵ رمضان المبارک ۷۵۱ ہجری کو شام کے دارالخلافہ دمشق کے محلہ قصاعین میں ہفتہ کی رات کو پیدا ہوئے علامہ جزری رحمہ اللہ کے والد کی شادی کو چالیس سال گزر گئے تھے اس عرصہ میں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ جب انہوں نے حج کیا تو چاہ زم زم پی کر دعا کی کہ یا اللہ مجھے ایک صالح بیٹا عطا فرما جو عالم بھی ہو۔ اللہ جل شانہ نے دعا قبول فرمائی اور علامہ جزری جیسا صالح عالم باعمل مفتی وفقیہ اور محدث وقاضی نیز قاری ومقری بیٹا عطا فرمایا۔

حفظ قرآن اور علم قرآءت:

آپ نے بارہ تیرہ سال کی عمر میں ۷۶۴ ہجری میں قرآن مجید حفظ کیا حفظِ قرآن

سے فارغ ہوئے تو تحصیل علوم میں لگ گئے شیخ وقت القاری المقری عبدالوہاب بن السلار اور شیخ ابوالمعالی ابن للبان، شیخ احمد بن ابراہیم بن الطحان اور شیخ احمد بن رجب وغیرہم سے قرآءت میں مہارت حاصل کی۔

ادائے حج:

۷۶۸ ہجری میں آپ نے فریضہ حج ادا کیا پھر مدینہ منورہ میں شیخ ابوعبداللہ محمد بن صالح خطیب وامام مدینہ منورہ کے درس کافی اور التیسیر للدانی میں شامل ہوئے۔

پہلا سفر مصر:

۷۶۹ ہجری میں علوم ومعارف کے شہر قاہرہ پہنچے اور وہاں شیخ ابوبکر عبداللہ بن الجندی کے حلقہ درس سے باشرف ہوئے اور قرآءت عشرہ اور اثنا عشرہ اور ثلثہ عشرہ پڑھنے کے لیے شیخ ابوعبداللہ بن الصائغ اور تقی بغدادی وغیرہما سے استفادہ کیا حضرت قاری محی الاسلام پانی پتی رحمہ اللہ نے شرح سبعہ قرآءت میں لکھا ہے کہ صرف قرآءت میں علامہ جزری رحمہ اللہ کے اساتذہ چالیس کے قریب ہیں۔

وطن اصلی دمشق کو واپسی اور حصولِ حدیث:

دمشق واپس آکر محدث دمیاطی رحمہ اللہ اور محدث البرقوی رحمہ اللہ کے تلامذہ سے حدیث پڑھی آپ کے اساتذہ حدیث میں مشہور محدث ومفسر حافظ ابن کثیر (صاحب البدایہ والنہایہ) اور محدث محمد بن المحب المقدسی اور شیخ المحدثین حافظ عراقی رحمہ اللہ بھی ہیں۔

مصر کا دوسرا سفر:

مصر کے دوسرے سفر میں آپ قرآءت عشرہ کے لیے ابن صائغ کے ہاں دوبارہ حاضر ہوئے اور مذکورہ کتب کے ساتھ المستنیر۔ التذکرہ۔ الارشادین اور التجرید بھی پڑھی اور علی ابن البغدادی سے قرآءت ابن محیصن۔ اعمش اور حسن بصری رحمہم اللہ پڑھیں۔

حصول فقہ اور اجازت افتاء:

آپ نے فقہ کا علم شیخ عبدالرحیم الاسنوی اور جمال الدین اسنوی سے حاصل کیا علمی تشنگی نے اسکندریہ بھی پہنچایا اور وہاں کے اساتذہ سے بھی کسب فیض کیا علم اصول اور معانی اور بیان کی تحصیل شیخ ضیاء الدین قرصی سے کی بڑے بڑے اکابر نے آپ کو تدریس اور اقراء کی اجازت دی حافظ ابن کثیر نے ۷۷۴ ہجری میں اور شیخ ضیاء الدین نے ۷۷۸ ہجری میں اور اسی طرح شیخ الاسلام بلقینی رحمہ اللہ نے ۷۸۵ ہجری میں فتویٰ لکھنے کی اجازت دی۔

تدریس:

چند سال جامعہ بنی امیہ (دمشق) میں تدریس وقرآءت کی خدمات سرانجام دی پھر اپنے استاذ محترم شیخ عبدالوہاب بن السلار (متوفی ۷۸۲ ہجری) کی وفات کے بعد ان کی جگہ تربت ام الصالح کے شیخ القراء مقرر ہوئے اور اس مدرسہ میں اکابر اہل علم کی موجودگی میں درس دیا اور دمشق میں آپ نے ایک مدرسہ بھی دارالقرآن کے نام سے قائم کیا۔

عہد قضاء:

تدریسی مشاغل کے ساتھ مملکت شام کی قضاء کا عہدہ بھی قبول فرمایا اور ۷۹۳ ہجری سے لے کر ۷۹۷ تک یہ خدمت انجام دی پھر حکومت سے اختلاف ہوگیا جس کی وجہ سے ۷۹۸ ہجری میں براہ اسکندریہ بلاد روم کا سفر اختیار کیا روم میں شاہ ابویزید نے اپنے پاس ٹھہرایا۔ یہاں چند سال قیام کیا اور علوم القرآۃ وحدیث کی خوب اشاعت کی پھر جب تیمور ۸۰۵ ہجری میں بلاد روم میں داخل ہوا اور اس علاقہ پر قبضہ کرلیا تو شیخ جزری رحمہ اللہ کو اپنے ساتھ سمرقند لے گیا آپ تیمور کی وفات تک (جو ۸۰۷ ہجری میں ہوئی) وہیں رہے تیمور کی وفات کے بعد اس علاقہ کو خیر باد کہا اور وہاں سے پہلے خراسان

پھر ہرات پہنچے۔ ہرات کا حاکم اس وقت تیمور کا پوتا پیر محمد تھا اس نے آپ کو شیراز اور اس کے اطراف کا حاکم بنایا یہاں طویل مدت تک خدمت قضاء انجام دیتے رہے ساتھ ساتھ تدریس وتحدیث اور اقراء کا سلسلہ برابر جاری رہا یہاں بھی خوب فیض پہنچایا۔

دوسرا حج:

۸۲۲ ہجری میں حج کے لیے روانہ ہوئے مگر اس سال حج نہ کر سکے کیونکہ ڈاکوؤں نے آپ کو لوٹ لیا تھا لہٰذا آپ نے اگلے سال ۸۲۳ ہجری میں حج کیا حج کر کے عراق چلے گئے وہاں تجارت کی پھر ۸۲۶ میں اور اس کے بعد ۸۲۷ ہجری میں تیسرا اور چوتھا حج کیا پھر دمشق آئے جو ان کا وطن اصلی تھا۔ پھر قاہرہ پہنچے یہاں بھی تشنگان علوم کا تانتا بندھ گیا قاہرہ میں کچھ قیام کرنے کے بعد بحری راستہ سے یمن کا سفر کیا یہاں بھی محصلین ومستفدین کا جھمگٹا لگ گیا یمن سے مکہ معظمہ آئے اور ۸۲۸ ہجری میں پانچواں حج کیا اور حج کے بعد قاہرہ کا پھر سفر کیا پھر شام اور بصرہ سے ہوتے ہوئے شیراز پہنچے یہاں چند سال قیام کرنے کے بعد ۵ ربیع الاوّل ۸۳۳ ہجری جمعۃ المبارک کے دن بوقت دوپہر بعمر تقریباً ۸۲ سال (۷۰ سال سے زائد عرصہ تک قرآن وعلوم شرعیہ کی خدمت کر کے) شیراز میں وفات پائی اور اپنے قائم کردہ مدرسہ دارالقرآن میں دفن ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے آغوش رحمت میں لپیٹے اور بلند تر جنتوں میں ان کو جگہ عطا فرمائے۔ آمین

تلامذہ:

ویسے تو علامہ جزری رحمہ اللہ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں تھے جن میں سے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:

۱: احمد بن محمد بن محمد بن محمد بن علی بن الجزری رحمہ اللہ بیٹا علامہ جزری رحمہ اللہ۔

۲: شیخ محمود بن الحسین بن سلیمان الشیر ازی رحمہ اللہ۔

۳: شیخ ابوبکر بن مصبح الحموی رحمہ اللہ۔

۴: شیخ نجیب الدین عبداللہ بن قطب بن حسن بیہقی رحمہ اللہ۔

۵: شیخ احمد بن محمود بن احمد الحجازی الضریر رحمہ اللہ۔

۶: شیخ محسب محمد بن احمد بن ہالیم رحمہ اللہ۔

۷: شیخ خطیب مومن بن علی بن محمد رومی رحمہ اللہ۔

۸: شیخ یوسف بن احمد بن یوسف حبشی رحمہ اللہ۔

۹: شیخ علی بن ابراہیم بن احمد الصالحی رحمہ اللہ۔

۱۰: شیخ علی بن حسین بن علی یزدی رحمہ اللہ۔

۱۱: شیخ موسیٰ نجم کردی رحمہ اللہ۔

۱۲: شیخ علی بن محمد بن علی نفیسی رحمہ اللہ۔

۱۳: شیخ احمد بن علی بن ابراہیم رمانی رحمہ اللہ۔

۱۴: شیخ عوض بن محمد رحمہ اللہ۔

۱۵: شیخ سلیمان بن عبداللہ رحمہ اللہ۔

۱۶: شیخ احمد بن رجب رحمہ اللہ۔

۱۷: امام صفر شاہ رحمہ اللہ۔

۱۸: شیخ صالح زاہد رحمہ اللہ۔

۱۹: شیخ ابوسعید بن بشلمش بن منشا رحمہ اللہ۔

۲۰: شیخ عبدالقادر بن طلۃ رحمہ اللہ۔

۲۱: حافظ بایزید کشی رحمہ اللہ۔

۲۲: حافظ مقری محمود بن عبداللہ رحمہ اللہ۔

۲۳: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ صاحب فتح الباری وغیرہ جیسے افراد آپ سے خوشہ چین ہوئے۔

اس وقت پوری دنیا میں جو قرآءات متواترہ پڑھی پڑھائی جارہی ہیں وہ علامہ جزری رحمہ اللہ کے درج ذیل تلامذہ کے واسطہ سے پڑھائی جارہی ہیں۔

۲۴: شیخ رضوان بن محمد بن یوسف العقبی الشافعی رحمہ اللہ۔

۲۵: شیخ ابوالقاسم محمد بن محمد بن محمد نویری المالکی رحمہ اللہ۔

۲۶: شیخ شہاب الدین احمد بن اسد الامیوطی رحمہ اللہ۔

شیخ موصوف علامہ جزری کے آخری تلامذہ میں سے ہیں۔

تالیفات:

محقق جزری رحمہ اللہ درس وتدریس کے مشاغل کے ساتھ تالیف وتصنیف کا شغل بھی برابر رکھتے تھے سفر وحضر میں یہ سلسلہ جاری رہتا تھا اللہ ربّ العزت جل مجدہٗ کی توفیق سے بڑی بلند پایہ کتابیں لکھیں جو ان کی زندگی ہی میں معروف ومشہور ہوگئیں اور عوام وخواص ان سے بہت فیض یاب ہوئے اور آج تک مستفیض ہورہے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ آپ کے بعد کوئی شخص آپ کی کتابوں سے بے نیاز ہوکر مجود قاری نہ بنا تو ایسا کہنا بے جا نہ ہوگا۔ یہ علامہ جزری رحمہ اللہ کے تقویٰ واخلاص کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقبولیت کی علامت ہے۔ تجوید وقرآءت میں علامہ جزری رحمہ اللہ نے درج ذیل کتب لکھیں:

(۱) المقدمة الجزرية۔ (۲) النشر فی القراء ات العشر۔ (۳) التقريب فی القراء ات العشر۔ (۴) طيبة النشر فی القراء ات العشر۔ (۵) تحبير التيسير فی القراء ات العشر (۶) التمهيد فی علم التجويد۔ (۷) الدرة

المضیئہ فی قراءات الائمۃ الثلاثہ المرضیہ۔ (۸) اتحاف المهرة فی تتمة العشرة۔ (۹) غایة المهرة فی الزیادة علی العشر۔ (۱۰) منجد المقرئین۔ (۱۱)اصول القراءات۔ (۱۲) الالغاز (۱۳) العقد الثمین۔ (۱۴) القراءات الشاذہ۔ (۱۵) کفایة الالمعی فی ایة یا ارض ابلعی۔ (۱۶) الاهتداء فی الوقف والابتداء۔

حدیث اور متعلقہ علوم میں تصنیف:

(۱۷) الحصن الحصین من کلام سیّد المرسلین۔ (۱۸) التوضیح فی شرح المصابیح۔ (۱۹) الاجلال والتعظیم فی مقام سیّدنا ابراھیم۔ (۲۰) غایة المنٰی فی زیارة منی۔ (۲۱) فضل حراء۔ (۲۲) عقد الالی فی احادیث المسلسلة العوالی۔ (۲۳) المسند الاحمد فیما یتعلق بمسند احمد۔ (۲۴) المصعد لاحمد فی ختم مسند احمد۔ (۲۵) القصد الاحمد فی رجال مسند احمد۔ (۲۶) الاولویة فی الاحادیث الاوّلیة۔ (۲۷) اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب۔ (۲۸) الهدایة فی فنون الحدیث۔ (۲۹) البدایة فی علوم الحدیث۔ (۳۰) کتاب التعریف بالموالد الشریف۔

تاریخ وسیر:

(۳۱) طبقات القراء الکبریٰ۔ (۳۲) غایة النهایة المعروف طبقات القراء الصغریٰ۔ بھی کہتے ہیں۔ (۳۳) تاریخ الجزری وغیرھم۔

امام جزری رحمہ اللہ کی تالیفات کی فہرست میں ان کتب کے علاوہ دیگر کتب بھی ذکر کی گئی ہیں۔ صحیح تعداد اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے ہمارا مقصد ان سب کا شمار مقصود نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ امام جزری رحمہ اللہ صرف علوم تجوید وقرآءت ہی کے امام نہ تھے بلکہ دیگر علوم میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔

المقدمۃ الجزریہ کی شروحات

المقدمۃ الجزریہ علم تجوید پر مشتمل نہایت اہم کتاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے امام جزری رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاص اور للّٰہیت کی وجہ سے بہت عروج اور مقبولیت سے نوازا۔ بڑے بڑے مشائخ اور علماء متقدمین و متاخرین نے اس قصیدہ کی تشریح کو اعزاز جانا درج ذیل ہم کچھ شروحات کا تذکرہ کرتے ہیں جو مختلف زمانوں میں اردو عربی میں ماہرین فن نے لکھی ہیں۔

1. الحواشی المفهمة فی شرح المقدمة الجزريه للعلامة أبي بكر أحمد بن محمد ابن الجزري رحمه الله ابن المصنف ت ٨٥٩هـ.
2. الطرازات المعلمة في شرح الجزريه للعلامه عبد الدايم بن علي الحريري الأزهري رحمه الله ت ٨٧٠هـ.
3. الحواشي الأزهرية في جل المقدمة الجزريه للعلامة خالد بن عبد الله الأزهري رحمه الله ت ٩٠٥هـ.
4. الفصول المؤيدة للوصول إلى شرح المقدمة الجزرية لعلامة أبي الفتح المزي رحمه الله ت ٩٠٦هـ.
5. تحفة المريد لمعرفة مقدمة التجويد لبرهان الدين ابراهيم بن عبد الرحمٰن بن أحمد الأنصاري رحمه الله ت بعد سنة ٨٤٢هـ.
6. شرح على المقدمة الجزريه لإمام الجامع الجديد المشهور

بالكنياوي رحمه الله ت ٨٩٧هـ.

٧ اللآلىء السنية في شرح الجزريه للعلامة أبي بكر بن أحمد بن محمد الأخ الفاضل حسن عباس بمؤسسة قرطبة.

٨ الدقائق المحكمة في شرح المقدمة الجزريه للعلامة زكريا الأنصاري رحمه الله.

٩ العقود السنية فى شرح المقدمة الجزريه للشيخ احمد بن محمد القسطلانيؒ

١٠ شرح الجزرية للعلامة شمس الدين محمد بن محمد الدلجي رحمه الله ت ٩٤٧هـ.

١١ شرح الجزرية للعلامة أحمد بن مصطفى طاش كبزي زادة رحمه الله.

١٢ الفوائد السرية في شرح الجزرية للعلامة محمد بن إبراهيم بن الحنبلي ت ٩٧١هـ.

١٣ شرح الجزرية للعلامة محمد بن عمر المعروف بقورد أفندي.

١٤ المنح الفكريه في شرح الجزريه للعلامة علي بن سلطان القاري رحمه الله ت ١٠١٤هـ.

١٥ الفوائد المسعدية في حل المقدمة الجزريه للعلامه عمر بن ابراهيم المسعدي رحمه الله ت ١٠١٧هـ.

١٦ الجواهر المضية على المقدمة الجزريه للعلامة سيف الدين الفضالى رحمه الله ت ١٠٢٠هـ.

١٧ شرح الجزريه للعلامة علاء الدين علي بن محمد الطرابلسي الدمشقي

١٠٣٢هـ.

١٨- تحفة المريد لمقدمه التجويد للعلامة مرعي بن يوسف بن أبي بكر المقدسي ت ١٠٣٣هـ.

١٩- النكت اللوذية على شرح المقدمة الجزريه للعلامة حفيد زكريا الأنصاري رحمه الله.

٢٠- شرح الجزريه للعلامة محمد بن محمد بن حجازى زادة القلقشندي ت ١٠٣٥هـ.

٢١- الدرر المنتظمة البهية في حل ألفاظ المقدمة الجزريه للعلامة منصور بن عيسى بن غازي السمنودي كان حيًّا ١٠٨٤هـ.

٢٢- الدرر السنية في حل ألفاظ الجزرية للعلامة عبد الجليل القادري بن محمد بن أحمد الدمشقي الشافعي ت ١٠٨٧هـ.

٢٣- الكواكب المضية في شرح بعض أبيات الجزرية للعلامة محمد بن عبد الرسول اشهر زوري ت ١١٠٣هـ.

٢٤- الحواشي المحكمة على المقدمة الجزرية للعلامة محمد بن عمر بن قاسم اسماعيل البقري كان حيًّا سنة ١١٤٦هـ.

٢٥- حاشية البقري علي المقدمة الجزرية للعلامة محمد بن محمد البقري الشافعي منها نسخة خطية بدار الكتب المصرية قراء ات.

٢٦- تلخيص حاشية شرف الدين حفيد الأنصاري على الجزرية للعلامة أحمد بن عمر الأسقاطي رحمه الله ١١٥٩هـ.

٢٧- حاشية أخرى على شرح الأنصاري على الجزرية للعلامة حسن بن

علی بن أحمد المنطاوي .

❷٨ النكت الحسان على شرح شيخ الإسلام الأنصاري لعلامة عبد الرحمن النحراوي ت ١٢١٠هـ .

❷٩ حاشية على شرح خالد الأزهري على المقدمة الجزرية للعلامة محمد بن محمد بن أحمد عبد القادر الشهير بالأمير الكبير رحمه الله ت ١٢٣٢هـ .

❸٠ حاشية المهيي على الدقائق المحكمة (لدقائق المنتظمة على الدقائق المحكمة) للعلامة علي بن عمر بن أحمد المهيي ت ١٢٤٠هـ .

❸١ شرح المستكاوي على مقدمة ابن الجزري للعلامة محمود بن عمر بن علي منها نسخة خطية بالمكتبة الأزهرية .

❸٢ شرح الجزرية للعلامة أحمد بن محمد بن البخاوي الشنقيطي ت ١٢٧٥هـ .

❸٣ الفوائد المفهمة في شرح الجزرية المقدمة للعلامة محمد بن علي بن يوسف ابن يالوشة التونسي ت بعد ١٣٠٠هـ .

❸٤ المطالب العليه على متن الجزريه (أو التعليقات الوفية على متن الجزرية) للعلامة محمد بن بشير بن هلال الدلاجاتى الحليبى ت ١٣٣٩هـ .

❸٥ شرح الجزريه للعلامة على بن غانم المقدسى .

❸٦ الفوائد السرية على شرح الجزرية للعلامة محمد الشاذلي الحليبى منه نسخة خطية بدار الكتب المصرية تفسير تيمور ٢٦٨ .

❸٧ الهدية في شرح الجزرية للعلامة محمد مصطفى بن موسى امام و

خطیب جامع السلیمانیة .

٣٨ شرح المقدمة الجزرية باللغة الفارسیه للشیخ کرامت علی جونفوری رحمه الله م ١٢٦٥ هـ .

٣٩ حل الجزریه عبد الحق بن سیف الدین بن سعد الله رحمه الله ت ١٠٥٢ هـ .

٤٠ النکة الوذعیه علی شرح الجزریه زین العابدین بن محی الدین بن زکریا انصاری رحمه الله ت ١٠٦٨ هـ .

٤١ حاشیه علی الدقائق المحکمه فی شرح المقدمة زکریا انصاری احمد بن عمر رحمه الله ١١٥٩ هـ .

٤٢ الفوائد التجویدیه فی شرح المقدمة الجزرية للشیخ عبد الرازق بن علی بن ابراهیم موسی المصری الازهری .

٤٣ الفوائد المکیه فی شرح الجزریه محمد اولیاء بن محمد بن خلیل الحجازی رحمه الله

٤٤ عین الفکریه علی حاشیة المقدمة الجزریه باللغة الفارسیه للشیخ القاری مفتی نصیر الدین نعمانی رحمه الله .

اردو کی شروحات:

٤٥ فوائد مرضیه فی شرح مقدمة الجزریه اردو ، للشیخ سید محمد سلیمان دیوبندی رحمه الله .

٤٦ هندی شرح جزری للشیخ مولانا قاری محمد کرامت علی جونپوری رحمه الله المتوفی ١٢٩٥ هـ .

٤٧ القلائد الجوهرية علی المقدمة الجزریه للشیخ المقری مفتی سعید

احمد اجراڑوی رحمہ اللہ .

۴۷ العطایا الوهبية فی شرح المقدمة الجزريه للشيخ مولانا قاری رحیم بخش پانی پتی المتوفی ۱۴۰۲ھ۔

۴۸ الجواهر النقيه فی شرح المقدمة الجزريه ، الاستاذ الجلیل المقری اظہار احمد التھانوی رحمہ اللہ المتوفی ۱۴۱۲ھ۔

۴۹ التحفة المرضيه فی شرح المقدمة الجزريه للشيخ مولانا قاری المفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری۔

۵۰ التقحفة العنبرية فی شرح المقدمة الجزريه ، للشيخ القاری ابوالحسن اعظمی صاحب مدظلہ .

۵۱ الهدية المرضيه فی ترجمة اشعار المقدمة الجزريه الاستاذ الجلیل الشیخ المقری سید محمد حسن شاہ بخاری رحمہ اللہ .

۵۲ النفدمة الشريفيه فی شرح المقدمة الجزريه ، الاستاذ الجلیل الشیخ المقری محمد شریف رحمہ اللہ .

۵۳ ترجمه المقدمة الجزريه للشيخ المقری فتح محمد پانی پتی مهاجر مدنیؒ .

۵۴ الفوائد السلفيه على المقدمة الجزريه ، الاستاذ الجلیل المقری واستاذی محمد ادریس عاصم صاحب مدظلہ .

۵۵ التقدمة المفهمه فی ترجمه المقدمه ، الشيخ المقری مومن شاہ صاحب مدظلہ .

۵۶ المسهلة فی شرح المقدمة بالسؤال والجواب الشيخ قاری حبيب الرحمٰن مدظلہ .

✻✻✻✻

خطبة الكتاب ٨ (بِاسْمِهٖ سُبْحَانَهٗ)

اس باب میں مصنفؒ نے اپنا تعارف کرایا ہے حمد وصلوٰۃ کتاب کا نام اور کتاب کے مضامین بیان کیے ہیں اور اس باب میں آٹھ شعر ہیں۔

(۱): يَقُوْلُ رَاجِيْ عَفْوِ رَبٍّ سَامِعِ
مُحَمَّدُ بْنُ الْجَزَرِيِّ الشَّافِعِيْ

ترجمہ:

کہتا ہے امیدوار سننے والے پروردگار کی معافی کا۔محمد ابن جزری شافعی رحمہ اللہ

تشریح:

ناظم رحمہ اللہ نے اس شعر میں اپنا تعارف بیان کیا ہے یعنی نام ونسب ولقب اور مسلک بیان فرمایا ہے نیز عاجزی کو اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید باندھی ہے۔

سوال:...... یہاں سوال ہوتا ہے کہ علماء مصنفین کا یہ دستور ہے کہ وہ اپنی تصانیف کے شروع میں بسم اللہ کے بعد سب سے پہلے حق تعالیٰ کی حمد وثناء پھر رسول کریم ﷺ پر درود درج کرتے ہیں لیکن ناظم نے اس کے برعکس کیا ہے یعنی ابتداء میں بسم اللہ کے بعد پہلے اپنا تعارف کرایا ہے اس کے بعد حمد وصلوٰۃ کو ذکر کیا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب:...... (۱) پرانے مصنفین میں یہ رواج رہا ہے کہ روایات اور املاء سے پہلے بطور سند کے قائل کا نام ذکر کرتے تھے علامہ جزری رحمہ اللہ نے اسی طریقہ کی پیروی کرتے ہوئے شروع میں ہی نظم کے قائل کی حیثیت سے اپنا اسم گرامی ذکر کیا ہے۔ ❶

جواب:...... (۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ تھی کہ جب بھی کسی کو خط لکھتے تھے یا حکم نامہ لکھتے تھے تو شروع میں اپنا نام مبارک لکھتے تھے اور مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ کے الفاظ سے شروع کرتے تھے تو ناظم نے اس سنت مبارکہ پر عمل کیا ہے۔ ❷

جواب:...... (۳) علم تجوید علوم نقلیہ میں سے ہے اور علوم نقلیہ میں سند بیان کرنا ضروری ہے۔ اس لیے ناظم نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔

جزریہ کی تحقیق:

الجزیرہ مشرق وسطیٰ میں حدود شام کی ایک آبادی کا نام ہے جزیرہ ابن عمر جو کہ عبدالعزیز بن عمر برقعیدی کی طرف منسوب ہے کہ انھوں نے اسے آباد کیا ہے حضرت ناظمؒ کے آباؤ اجداد اسی جزیرہ کے رہنے والے تھے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے جزری کہا گیا۔ ❸ سمندر کے پانی میں خشکی کے ٹکڑے کو جزیرہ کہتے ہیں۔

الشافعی کی تحقیق:

الشافعی کے متعلق کئی قول ہیں بعض حضرات کے نزدیک ناظم شافعی المذہب تھے۔ ❹ بعض شراح نے لکھا ہے ناظمؒ بنو شافع قبیلہ سے تھے۔ ❺ اور بعض حضرات نے ایک اور احتمال بیان کیا ہے کہ ناظم رحمہ اللہ نسب کی رو سے شافعی ہیں آخری دو احتمال صحیح نہیں ہیں۔

❶ المنح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریہ ملا علی قاریؒ ص ۴ مطبوعہ قرآت اکیڈمی، لاہور۔

❷ الجواہر النقیہ شرح المقدمۃ الجزریہ ص ۱ مطبوعہ قرآت اکیڈمی لاہور۔

❸ الجواہر النقیہ شرح المقدمۃ الجزریہ ص ۳ مطبوعہ قرآت اکیڈمی لاہور۔

❹ ایضاً ❺ ایضاً

(۲): اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَصَلَّى اللّٰهُ
عَلٰى نَبِيِّهٖ وَمُصْطَفَاهُ

ترجمہ:

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے اپنے نبی ﷺ اور اپنے پسندیدہ پیغمبر پر۔

(۳): مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ
وَمُقْرِئِ الْقُرْاٰنِ مَعَ مُحِبِّهٖ

ترجمہ:

محمد ﷺ پر اور آپ ﷺ کی اولاد پر آپ ﷺ کے صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) پر اور قرآن پڑھانے والوں پر ساتھ ہی قرآن کو دوست رکھنے والوں پر۔

تشریح:

ان دو شعروں میں ناظم رحمہ اللہ حمد و صلوٰۃ لائے ہیں جس طرح بسم اللہ کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ جس کام کی ابتداء بسم اللہ سے نہ کی جائے اس میں برکت نہیں ہوتی بعینہٖ اسی طرح کا مضمون الحمد للہ کے بارے میں بھی حدیث میں وارد ہوا ہے۔ ارشاد نبوی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) ہے ((كُلُّ اَمْرٍ ذِيْ بَالٍ لَّمْ يُبْدَأْ فِيْهِ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةِ عَلَيَّ فَهُوَ اَقْطَعُ وَاَبْتَرُ مَمْحُوْقٌ مِّنْ كُلِّ بَرَكَةٍ.)) ❶

یعنی ہر وہ شاندار کام کہ جس میں اللہ کی حمد اور مجھ پر درود کے ساتھ ابتدا نہ ہو وہ

❶ الجامع الصغیر للسیوطیؒ، ص ۳۹۱ دارالکتب العلمیة بیروت لبنان الراوی عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ.

مقطوع عن الفائدہ بے رونق اور ہر قسم کی برکت سے خالی ہوتا ہے۔

ایسے ہی درود شریف بھی بے انتہا برکتوں والی چیز ہے احادیث میں اس کے بیشمار فضائل آئے ہیں چنانچہ ایک بار درود شریف پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں دس درجے بلند ہوتے ہیں اور دس گناہ معاف ہوتے ہیں آدمی درود شریف پڑھنے سے دنیا و آخرت کی بڑی بڑی مصیبتوں سے محفوظ ہوجاتا ہے اور خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کا نصیب ہونا اور اس کے علاوہ بہت سے فوائد ہیں اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو درود شریف کثرت سے پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مُقْرِئِ الْقُرْآنِ :...... سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین بالخصوص ائمہ قرأت وروایات اور تبعاً تمام معلّمین واساتذہ قرآءت مراد ہے۔

مَعَ مُحِبِّهٖ :...... قرآن سے محبت کرنے والوں کو دعاء میں اس لیے شامل کیا گیا ہے کہ حدیث میں ہے: ((اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ.)) [1] (ترجمہ) نیز ایک حدیث میں ہے ((اُغْدُ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا اَوْ مُسْتَمِعًا اَوْ مُحِبًّا وَّلَا تَكُنِ الْخَامِسَةَ فَتَهْلِكْ.)) [2]

یعنی عالم یا متعلّم یا علم کی سماعت کرنے والے بنو یا کم از کم اس سے محبت کرنے والے ہو جاؤ اس کے علاوہ کوئی پانچویں حالت اپنے اندر نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان کا قرآنِ مجید کے ساتھ کسی نہ کسی درجہ میں تعلق ضرور ہونا چاہیے اور نہیں تو کم از کم اس سے محبت تو ضرور ہونی چاہیے اور اگر اتنا بھی نہیں تو پھر ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

---

[1] المعجم الصغیر للطبرانی، ص: ۲۸.

[2] الجامع الصغیر للسیوطیؒ۔ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ.

فائدہ:...... نبی جس کے معنی خبر دینے والے کے ہیں کیونکہ نبی بھی حق تعالیٰ کے یہاں خبریں ان کی مخلوق کو پہنچاتے ہیں۔

مصطفیٰ: یعنی اللہ تعالیٰ کا خاص کیا ہوا اور پسندیدہ بندہ۔

محمد: جس کا معنی ہے بہت تعریف کیا ہوا اور یہ نبی آخر الزمان ﷺ کا نام نامی اسم گرامی ہے۔

آل: آل کے معنی کے بارے میں تین قول ہیں:

۱: نبی کریم ﷺ کے قرابت دار اور آپ ﷺ کے گھرانے کے افراد۔

۲: وہ مومن جو ہاشم یا عبدالمطلب کے اولاد سے ہوں۔

۳: امت کے تمام حضرات جو آپ ﷺ کے فرمانبردار ہوں۔

وَصَحْبِہٖ:...... صحابی کی تعریف۔ صحابی وہ ہے جو ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ کی زیارت اور صحبت سے مشرف ہوا ہو اور پھر دین پر قائم رہتے ہوئے ایمان ہی پر خاتمہ ہوا ہے۔

نوٹ:...... نَبِیِّہٖ اور مُصْطَفَاہُ کی ضمیروں کا مرجع لفظ اللہ ہے۔ آلِہٖ اور صَحْبِہٖ کا مرجع لفظ محمد ﷺ ہے۔ مُحِبِّہٖ کی ضمیر کا مرجع قرآن یا مُقْرِئِ الْقُرْآنِ ہے۔

(۴): وَبَعْدُ اِنَّ ھٰذِہٖ مُقَدِّمَہْ

فِیْمَا عَلٰی قَارِئِہٖ اَنْ یَّعْلَمَہْ

ترجمہ:

اور اس کے (یعنی حمد وصلوٰۃ کے) بعد تحقیق یہ ایک ابتدائی کتاب ہے ان باتوں میں کے لازم ہے قرآن پڑھنے والے پر کہ وہ ان کو جانے۔

تشریح:

اس شعر میں ناظم رحمہ اللہ نے کتاب کا نام اور جن چیزوں کا جاننا ضروری ہے انہیں بیان کیا ہے کتاب کا نام مقدمہ ہے معنوی اعتبار سے مقدمہ کی دو قسمیں ہوتی ہیں:

(۱)...... مقدمۃ الکتاب

(۲)...... مقدمۃ العلم

مقدمۃ الکتاب سے کسی کتاب کے وہ ابتدائی مسائل مراد ہیں جو اس کتاب کے افہام و تفہیم میں موقوف علیہ کی حیثیت رکھتے ہوں اور مقدمۃ العلم میں کسی کتاب کے نہیں بلکہ مخصوص علم وفن کے مبادیات اور موقوف علیہ اصولوں کا ذکر ہوتا ہے یہاں نہ تو مقدمۃ الکتاب مراد ہے اور نہ ہی مقدمۃ العلم مراد ہے بلکہ یہ اس نظم کا نام ہے لیکن اس نام کے تجویز کرنے میں ناظم علام کے پیش نظر غالبًا یہ مناسبت ہے کہ اس میں جو مسائل بیان کیے گئے ہیں وہ علم قرآت میں مقدمہ کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے اس کا نام مقدمہ رکھا گیا اس مُقدمہ میں حروف کے مخارج، ان کی صفات لازمہ و عارضہ، وقف و ابتدا اور رسم عثمانی کو مختصر طور پر بیان کیا ہے بَعْدُ سے مراد اَمَّا بَعْدُ ہے جو عام طور پر حمد و صلوٰۃ کے بعد اور اصل مقصود سے پہلے استعمال ہوتا ہے اور مسنون بھی ہے۔ نظم میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے اَمَّا بَعْدُ کی جگہ صرف بَعْدُ لکھا ہے۔

نوٹ:...... هٰذِهٖ سے مراد وہ مضامین ہے جو مقدمہ میں ہیں۔

قَارِئِهٖ کی ضمیر کا مرجع قرآن ہے۔

يَعْلَمَهٗ کی ضمیر کا مرجع فِيمَا میں مَا موصولہ ہے۔

مُقَدَّمَةٌ مقدمہ کو دال کے کسرہ اور فتح دونوں سے پڑھ سکتے ہیں۔

(۵) اِذْ وَاجِبٌ عَلَيْهِمُ مُحَتَّمُ
قَبْلَ الشُّرُوْعِ اَوَّلًا اَنْ يَّعْلَمُوْا

ترجمہ:

اس لیے کہ ضروری ہے ان (قرآن پڑھنے والوں) پر قطعاً کہ (قرآن) شروع کرنے سے پہلے ابتدا ہی میں جان لیں۔

تشریح:

وجوب کی دو قسمیں ہیں:

(۱) شرعی۔ (۲) عرفی۔ یا اصطلاحی

شرعی وجوب:

شرعی وجوب کی تعریف یہ ہے کہ اس کا بجالانا ضروری ہو اور نہ کرنے پر مستحق عذاب ہو۔

عرفی وجوب:

عرفی وجوب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس پر عمل کرنا اس لیے ضروری ہو کہ کسی فن میں (شرع میں نہیں) بطور اصطلاح اس کو ضروری قرار دیا گیا ہو اور اس کے تارک کو گناہ گار نہ کہا جائے اس جگہ شراح میں کافی اختلاف ہے کہ یہاں وجوب سے شرعی مراد ہے یا عرفی یا دونوں مراد ہیں چنانچہ شیخ الاسلام زکریاؒ انصاری کی رائے یہ ہے کہ بیک وقت دونوں مراد ہیں۔ [1]

لہٰذا صحیح یہ ہے کہ یہاں وجوب سے مراد وجوب عرفی ہے اس لیے کہ یہ بات مسلم ہے کہ ناظمؒ نے جتنی چیزیں اس مقدمہ میں بیان فرمائی ہیں ان سب کی رعایت شرعاً

[1] الدقائق المحکمہ شرح المقدمة الجزریہ، ص۲۶ شیخ زکریا انصاریؒ مکتبہ الغزالی (دمشق).

واجب نہیں ہے بلکہ ان میں کچھ چیزیں مستحب ہیں البتہ آنے والے بَابُ مَعْرِفَةِ التَّجْوِيْدِ میں ناظم رحمہ اللہ نے بے شک تجوید کی شرعی حیثیت بیان فرمائی ہے۔

نوٹ:......اِذْ وَاجِبٌ عَلَيْهِمْ مُحَتَّمٌ میں تجوید کا حکم بیان فرمایا ہے۔

٦: مَخَارِجَ الْحُرُوْفِ وَالصِّفَاتِ

لِيَلْفِظُوْا بِاَفْصَحِ اللُّغَاتِ

ترجمہ:

حرفوں کے مخارج اور صفات کو تاکہ ادا کریں (قرآنی حرفوں کو) فصیح ترین زبان (یعنی عربی میں)

تشریح:

ناظمؒ نے اس شعر میں مخارج اور صفات کو جاننے کی وجہ بیان کی ہے یعنی قرآن پڑھنے والے کو مخارج اور صفات کا جاننا ضروری ہے تاکہ افصح اللغات یعنی عرب کے مطابق ان کا تلفظ ہو جائے لغت عرب کو تمام دنیا کی زبانوں میں یہ بڑی نمایاں فضیلت حاصل ہے کہ اس کے تمام حروف کے مخارج اور صفات معین اور ادائیگی کا ایک نہایت مقررہ اسلوب ہے۔ اس لیے حدیث میں آیا ہے: ((اِقْرَؤُ الْقُرْآنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ.)) [1] یعنی قرآن شریف کو اہل عرب کی آوازوں میں پڑھو۔ اس شعر میں بِاَفْصَحِ اللُّغَاتِ سے مراد لغت عربیہ ہے یا پھر لغت قریش ہے۔ جس پر قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ [2]

---

[1] الجامع الصغیر للسیوطیؒ، ص:۸۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان۔ مشکوٰۃ المصابیح ص:۱۹۳ جلد اوّل مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاھور۔

[2] از افادات استاذی قاری محمد ادریس العاصم مدظلہم العالیہ۔

نوٹ:...... اَنْ یَّعْلَمُوْا مَخَارِجَ الْحُرُوفِ وَالصِّفَاتِ میں ناظم نے تجوید کی تعریف بیان فرمائی ہے اور مَخَارِجَ الْحُرُوْفِ وَالصِّفَاتِ میں اَلْحُرُوْفِ سے ناظمؒ کی غرض تجوید کا موضوع بیان کرنا ہے اور لِیَلْفِظُوْا بِاَفْصَحِ اللُّغَاتِ میں تجوید کی غرض وغایت کو بیان فرمایا ہے۔

(۷): مُحَرِّرِ التَّجْوِیْدِ وَالْمَوَاقِفِ
وَمَا الَّذِیْ رُسِّمَ فِی الْمَصَاحِفِ

ترجمہ:

اس حال میں کہ وہ تجوید کے ماہر ہو اور وقف کے موقعوں کے اور اس (رسم) کے جو لکھا گیا ہے مصاحف (عثمانیہ) میں۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ فرما رہے ہیں کہ قاری کو تجوید کے ساتھ ساتھ وقف وابتدا اور رسم میں بھی ماہر ہونا ضروری ہے کہ آیات کے مفہوم ومراد اور لفظی ومعنوی تعلق کو پیش نظر رکھتے ہوئے ٹھہرے اور ماقبل سے اعادہ کرنے سے یا مابعد سے ابتدا کرنے کی تمام وجوہ سے واقف ہو۔ وقف کے باب میں ابتداء کا اصول یہ ہے کہ آیت کے درمیان میں ٹھہرنے کی ضرورت کے وقت ایسی جگہ وقف کرے جہاں بات ختم ہوئی ہو یہ وقف اختیاری کہلاتا ہے اگر اضطرار کی وجہ سے ایسی جگہ وقف نہ کر سکے تو وقف اضطراری کہلاتا ہے پہلی صورت میں مابعد سے ابتداء کی جاتی ہے دوسری صورت میں اعادہ کرنا چاہیے نیز اعادہ ایسی جگہ سے کرے جہاں سے بات شروع ہو رہی ہو۔[1] وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ

[1] الجواہر النقیہ مطبوعہ قرآت اکیڈمی، ص ۱۲۔

تَـرْتِیلًا کے ذیل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ اَلتَّـرْتِیلُ۔ مَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ وَتَجْوِیْدُ الْحُرُوْفِ۔ ❶ یعنی قرآن کو ترتیل سے پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ حروف کی عمدہ ادا اور اس کے محل وقف میں شعور و واقفیت ہو۔

رُسِّمَ فِی الْمَصَاحِفِ سے مراد رسم الخط ہے رسم الخط کے معنی یہ ہیں کہ کلمات قرآنی کو حذف اثبات زیادت وصل اور قطع کی پابندی کے ساتھ اس شکل وصورت میں لکھنا جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بتواتر ثابت اور منقول ہے یہ رسم توقیفی ہے اس میں تبدیلی جائز نہیں ہے مصاحف مصحف کی جمع ہے مصاحف سے مراد وہ صحیفے ہیں جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں باجماع صحابہ سے لکھوائے تھے مصاحف کی تعداد میں اختلاف ہیں بعض کے نزدیک پانچ بعض کے نزدیک چھ اور بعض کے نزدیک آٹھ تھے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

جن ممالک میں یہ مصاحف بھیجے گئے تھے ان کے نام یہ ہیں: (۱) مکۃ المکرمہ (۲) المدینۃ المنورہ۔ (۳) بصرہ۔ (۴) کوفہ۔ (۵) دمشق۔ (۶) یمن۔ (۷) بحرین۔ (۸) مصحف الامام یعنی جو مصحف سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے مخصوص فرمایا۔ ❷

(۸): مِنْ کُلِّ مَقْطُوْعٍ وَّمَوْصُوْلٍ بِهَا
وَتَـآءِ اُنْثٰـی لَـمْ تَـكُنْ تُكْتَبْ بِهَا

ترجمہ:

یعنی ہر وہ کلمہ جو ان مصاحف میں کاٹ کر اور ملا کر لکھا ہوا ہے اور وہ تاء تانیث جو

❶ النشر، فی القراءات العشر ص ۷۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ۔

❷ از افادات شیخنا واستاذنا قاری محمد ادریس عاصم مدظلہ فاضل مدینہ یونیورسٹی۔

نہیں لکھی گئی ہے ھا کی (گول) صورت میں۔

تشریح:

ناظمؒ نے اس شعر میں یہ بیان کیا ہے کہ ماہر قاری وہ ہوتا ہے جو قواعد تجوید کے ساتھ ساتھ وقفوں کے موقعوں کو جانتا ہو اور رسم الخط کا بھی ماہر ہو نیز یہ بھی جانتا ہو کہ کون سا کلمہ مقطوع ہے اور کون سا کلمہ موصول ہے۔ کہاں تاءِ طویلہ اور کہاں تاءِ مدورہ ہے۔

مقطوع:

اس کلمہ کو کہتے ہیں جو دوسرے کلمہ سے الگ ہو اور جدا لکھا ہوا ہو۔

موصول:

اس کلمہ کو کہتے ہیں جو دوسرے کلمہ سے ملا کر لکھا گیا ہو۔

تاء تانیث:

تاء تانیث اس تا کو کہتے ہیں جو مفرد اسماء کے آخر میں ہو اور اسم ظاہر کی طرف مضاف ہو۔

بَابُ مَخَارِجِ الْحُرُوْفِ 11

حروف کے مخارج کا بیان

اس باب میں ناظمؒ نے حروف کے مخارج کا بیان فرمایا ہے اور اس میں گیارہ اشعار ہیں۔

قرآن پڑھنے والوں کے لیے جن چیزوں کا جاننا ضروری ہے ان میں سب سے پہلی چیز چونکہ حروف کے مخارج ہیں جیسا کہ ناظمؒ کا ارشاد اَنْ یَّتَعَلَّمُوْا مَخَارِجَ

الْحُرُوفِ وَالصِّفَاتِ سے ظاہر ہے۔ ❶

اس لیے ناظمؒ خطبہ کے بعد سب سے پہلے اسی بحث کو لائے ہیں اور پھر اس کے بعد صفات کو ذکر کیا ہے کیونکہ مخارج بمنزلہ ذات کے ہیں تو ذات پہلے ہوتی ہے اور صفات بعد میں۔

حروف:

حرف کی جمع ہے حرف کا لغوی معنی ہے طرف کنارہ اور اصطلاح میں حرف انسان کی اس آواز کو کہتے ہیں جو کیفیات وصفات خاصہ (جیسے نرمی، سختی، بلندی، پستی پر ہونا یا باریک ہونا وغیرہ) کے ساتھ متصف ہو کر کسی مخرج پر اعتماد کرے۔ ❷

حروف کی دو قسمیں ہیں: (۱) حروف اصلی۔ الف سے ی تک کے انتیس حروف ہیں جو مشہور ہیں۔ (۲) حروف فرعی۔ حضرت حفصؒ کی روایت میں پانچ ہیں جو حسب ذیل ہیں: (۱) ہمزہ مسہلہ۔ (۲) الف ممالہ۔ (۳) الف مفخمہ۔ (۴) لام مفخمہ۔ (۵) نون مخفاۃ۔

حروف اصلیہ کی تعداد:

حروف اصلیہ جمہور کے نزدیک انتیس ہیں یہی بصریین کی اتفاقی رائے ہے مبردؒ نحوی کے نزدیک حروف کی تعداد اٹھائیس ۲۸ ہے وہ الف اور ہمزہ کو ایک شمار کرتے ہیں۔

مخارج:

مخرج کی جمع ہے جن جگہوں سے حروف نکلتے ہیں ان کو مخارج کہتے ہیں مخرج کی دو قسمیں ہیں: (۱) مخرج محقق۔ (۲) مخرج مقدر۔

---

❶ از افادات: استاذنا الشیخ محمد ادریس عاصم مدظلہ فاضل مدینہ یونیورسٹی۔

❷ النفحۃ العنبریہ شرح المقدمۃ الجزریہ، ص ۱۲٦ مطبوعہ قرآت اکیڈمی لاہور۔

مخرج محقق کی تعریف:

آواز اگر اجزائے حلق ولسان اور شفتین میں سے کسی جزء معین پر ٹھہرے تو مخرج محقق ہے۔

مخرج مقدر کی تعریف:

حلق، لسان، شفتین کے معین جز کے علاوہ کوئی حصہ جیسے خیشوم اور جوف دھن۔

آواز اور سانس میں فرق:

سانس وہ ہوا ہے جو ہر ذی روح اور جاندار کے اندرونی حصہ سے بلا ارادہ طبعی طور پر نکلے اور آواز اس ہوا کا نام ہے جو ارادہ کے ساتھ نکلے اور تصادم جسمین (دو جسموں کے ٹکراؤ) کے سبب اس کے اندر تموج اور بلندی کی کیفیت پیدا ہو جائے۔

اصولِ مخارج:

اصولِ مخارج پانچ ہیں:

(۱) حلق۔ (۲) لسان۔ (۳) شفتین۔ (۴) جوف دھن۔ (۵) خیشوم۔

(۱/۹): مَخَارِجُ الْحُرُوْفِ سَبْعَةَ عَشَرْ
عَلَى الَّذِيْ يَخْتَارُهُ مَنِ اخْتَبَرْ

ترجمہ:

حرفوں کے مخارج سترہ ہیں اس قول پر کہ اختیار کرتا ہے اس کو وہ جو بڑا باخبر ہوا ہے۔

تشریح:

اس شعر کے پہلے مصرع میں حضرت ناظمؒ نے مخارج کی تعداد جو کہ سترہ ہیں بیان فرمائی ہے اور دوسرے مصرع میں تعداد کے بارے میں جو اختلافی اقوال ہیں ان میں

سے قول مختار بیان کیا ہے۔ مخارج کی تعداد میں اختلاف ہے۔ سیبویہ کے استاد خلیل بن احمد فراہیدی متوفی ۱۷۰ ہجری اور جمہور کے نزدیک مخارج سترہ ہیں۔ ناظمؒ نے بھی اسی قول کو لیا ہے یہ حضرات حروف مدہ کا مخرج جوف دہن (منہ کے اندر کے خالی حصہ) کی ہوا کو قرار دیتے ہیں کیونکہ ان حروف کا اعتماد کسی خاص چیز پر نہیں ہوتا بلکہ ہوا پر ہی ختم ہو جاتے ہیں نیز لام، نون، را کا مخرج بھی جدا جدا مانتے ہیں اس لیے تین مخرجوں کا اضافہ ہو کر اصل تعداد سترہ کو پہنچ جاتی ہے۔ سیبویہ کی رائے میں مخارج سولہ ہیں اور ان کے متبعین علامہ شاطبیؒ نے بھی اسی کو لیا ہے کیونکہ یہ جوف دہن کو ساقط کر کے الف مدہ کو ہمزہ کے اور واؤ اور یا مدہ کو واؤ اور یا غیر مدہ کے مخرج میں شامل کر دیتے ہیں اس لیے سترہ سے ایک کم ہو کر سولہ رہ جاتے ہیں۔ اور فراء کے نزدیک چودہ مخرج ہیں اور ان کے متبعین کے نزدیک بھی چودہ ہیں یہ حضرات سیبویہ کی طرح جوف کو بھی ساقط کرتے ہیں اور لام نون اور را کا مخرج بھی ایک بتاتے ہیں اس لیے تین مخرج کم ہو کر چودہ رہ جاتے ہیں۔

نوٹ: ...... یَخْتَارُہٗ کی ضمیر کا مرجع قول ہے مَنِ اخْتَبَرْ میں من سے مراد خلیل نحوی ہیں جن کا قول ہے کہ مخارج سترہ ہیں۔

(۲/۱۰): فَأَلِفُ الْجَوْفِ وَأُخْتَاهَا وَهِيْ

حُرُوْفُ مَدٍّ لِّلْهَوَآءِ تَنْتَهِيْ

ترجمہ:

پس الف اور اس کے دو ساتھی (یعنی واو مدہ اور یاء مدہ) مخرج ان کا جوف دہن ہے اور یہ حروف مدہ ہیں جو ہوا پر ختم ہوتے ہیں۔

تشریح:

حضرت ناظمؒ نے اس شعر کے پہلے مصرع میں پہلا مخرج اور اس سے نکلنے والے حروف بیان کیے ہیں اور دوسرے مصرع میں ان حروف کے نام بتلائے ہیں فَـــاَلِفُ الْـجَـوْفُ وَاُخْتَاهَا میں ناظمؒ نے پہلا مخرج بیان کیا ہے پہلا مخرج جوف دہن ہے یعنی منہ کے اندر کا خلا اس سے حروف مدہ نکلتے ہیں جو کہ تین ہیں۔

1. الف جو ہمیشہ ساکن ہوتا ہے۔
2. واؤ جبکہ ساکن ہو اور اس سے پہلے ضمہ ہو۔
3. یائے ساکنہ جبکہ اس سے پہلے کسرہ ہو۔

مصنفؒ نے الف کو اصل قرار دیا ہے یعنی پہلے الف کا مخرج جوف بتایا اور پھر یوں کہا کہ اس کی دو بہنوں کا بھی یہی مخرج ہے یہ اس لیے کہ الف ہمیشہ مدہ ہی ہوتا ہے مگر واؤ اور یا غیر مدہ بھی ہوتے ہیں حروف مدہ نُـوْحِيْهَـا اور اُوْتِيْـنَـا میں جمع ہیں اور حروف مدہ کے تین نام بیان کیے ہیں: (۱) جوفیہ۔ (۲) مدہ۔ (۳) ہوائیہ۔

پہلا نام اس لیے کہ یہ منہ کے خالی حصہ سے ادا ہوتے ہیں دوسرا نام اس لیے ہے کہ قرآن میں مد انہی پر ہوتا ہے اور تیسرا نام اس لیے ہے کہ یہ محض ہوا پر تمام ہوتے ہیں اور زبان وغیرہ کو ان میں کوئی حرکت نہیں کرنی پڑتی۔

نوٹ:......اُخْتَاهَا کی ضمیر کا مرجع الف ہے اور هِيْ کا مرجع حروف مدہ ہے۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ حروف مدہ کے مخرج کو تمام مخارج پر اس لیے مقدم کیا کہ حروف مدہ کا مخرج تمام مخرجوں پر عام ہے گویا کہ یہ مخرج کل اور دیگر مخارج بمنزلہ اجزاء کے ہیں ورنہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ تمام مخرجوں کا بیان مخرج مقدر پر مقدم ہونا چاہیے۔ [1]

---

[1] المنح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریہ ص: ۱۵ ملا علی قاریؒ مطبوعہ قرآت اکیڈمی لاہور۔

۳/۱۱: ثُمَّ لِأَقْصَى الْحَلْقِ هَمْزٌ هَاءٌ
ثُمَّ لِوَسْطِهِ فَعَيْنٌ حَاءٌ

ترجمہ:

پھر اقصائے حلق کے واسطے ہمزہ اور ہاء ہیں پھر وسط حلق کے لیے عین اور حاء ہیں۔

تشریح:

اس شعر کے پہلے مصرع ثُمَّ لِأَقْصَى الْحَلْقِ هَمْزٌ هَاءٌ میں ناظمؒ نے ہمزہ اور ہاء کا مخرج بیان کیا ہے اور دوسرے مصرع ثُمَّ لِوَسْطِهِ فَعَيْنٌ حَاءٌ میں عین اور حا کا مخرج بیان کیا ہے۔ دوسرا مخرج اقصیٰ حلق یعنی حلق کے سینے کی طرف والے آخری حصہ سے ہمزہ اور ہاء ادا ہوتے ہیں تیسرا مخرج وسط حلق یعنی حلق کے درمیان سے عین اور حا ادا ہوتے ہیں اس پر تو سب متفق ہیں البتہ بعض علماء اقصیٰ حلق کے جزوی طور پر دو حصوں میں منقسم ہونے کے قائل ہیں یعنی وہ حصہ جو سینہ سے زیادہ قریب ہے وہ ہمزہ کا مخرج ہے اور اس سے قریب ہی اوپر کی جانب ہاء کا مخرج ہے اور شدت قرب کی وجہ سے آسانی کے لیے دونوں کا بغیر کسی فرق کے ایک ہی مخرج ہونا بیان کیا گیا ہے اور بعض کے نزدیک ہمزہ اور ہاء بغیر کسی ترتیب کے اقصیٰ حلق سے ادا ہوتے ہیں اور عین اور حاء کے مخرج میں بھی ترتیب بیانی سے اشارہ ہے کہ وسط حلق جزوی طور پر دو متقارب مخرجوں میں تقسیم ہے پہلے سے عین اور دوسرے سے حاء نکلتی ہے۔ [1] اور بعض علماء کہتے ہیں کہ دونوں کا مخرج بغیر کسی ترتیب کے ایک ہی ہے۔

[1] نهاية القول المفيد بحواله الجواهر النقيه شرح المقدمة الجزريه، ص:۳۰۔

نوٹ:......لِوَسْطِہٖ کی ضمیر کا مرجع حلق ہے۔

(۱۴/۱۲): اَدْنَاہُ غَيْنٌ خَآءُ هَا وَالْقَافُ

اَقْصَى اللِّسَانِ فَوْقُ ثُمَّ الْكَافُ

ترجمہ:

ادنائے حلق غین اور اس کے ساتھ خاء کا (مخرج) ہے اور قاف (اس کا مخرج) اقصائے لسان (زبان کی جڑ) ہے اس حالت میں کہ وہ (جڑ کا) بالائی حصہ ہے اس کے بعد کاف ہے۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے اَدْنَاہُ غَيْنٌ خَاؤُھَا میں چوتھا مخرج ادنیٰ حلق یعنی حلق کا وہ حصہ جو منھ کی طرف ہے اس سے غین اور خاء ادا ہوتے ہیں کو بیان فرمایا ہے غین اور خاء کے مخرج میں بھی ترتیب بیانی سے اشارہ ہے کہ ادنیٰ حلق کے پہلے حصہ سے غین اور دوسرے حصہ سے خاء نکلتی ہے اور بعض کے نزدیک مخرج غیر منقسم ہے کسی تفاوت کے بغیر دونوں ایک ہی جگہ سے ادا ہوتے ہیں بہر حال ان چھ حروف کو حروف حلقی کہا جاتا ہے جن کا با معنی کوئی مجموعہ نہیں بنتا ان کے یاد رکھنے کے لیے یہ شعر یاد کرلو۔

حلق کے چھ حروف ہیں اے مہ لقا

ہمزہ ھـآءُ عینُ حَـاءُ وَغَيْنٌ خَـاءُ [1]

اور ملا علی قاریؒ نے عربی کے اس شعر میں چھ حروف حلقیہ کو جمع کیا ہے۔

هَمْزٌ وَّهَآءٌ ثُمَّ عَيْنٌ وَّحَاؤُهَا

وَغَيْنٌ وَّخَآءٌ ثُمَّ كُنْ مُتَامِلَا

[1] التحفة المرضيه شرح المقدمة الجزريه، ص: ۲۹ مطبوعہ کتب خانہ مظہری کراچی۔

وَالْقَافُ سے اَقْصَی اللِّسَانِ فَوْقُ تک مصنفؒ نے پانچواں مخرج بیان فرمایا ہے یعنی زبان کی جڑ کا اوپر والا حصہ جو حلق کی طرف ہے اور اس کے مقابل اوپر کا تالو اس سے قاف ادا ہوتا ہے۔

فَوْقُ سے مراد زبان کی جڑ کا صرف اوپر کا حصہ ہی ہے پوری جڑ نہیں ہے کیونکہ نیچے والا حصہ کاف کا مخرج ہے یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ مصنفؒ نے قاف کے مخرج میں اوپر کے تالو کا نام نہیں لیا اس کی کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہری بات ہے کہ ایک عضو سے کوئی حرف ادا نہیں ہوسکتا زبان کی جڑ جب ادائے قاف کے لیے مرتفع ہوتی ہے تو لامحالہ تالو کے ساتھ منطبق ہوگی اس لیے اس کے بیان کی ضرورت نہیں۔ ❶

ثُمَّ الْكَافُ سے لے کر اَسْفَلُ تک جو اگلے شعر کے شروع میں آ رہا ہے اس میں ناظمؒ نے چھٹا مخرج بیان فرمایا ہے یعنی قاف کے مخرج سے نیچے منہ کی طرف ہٹ کر زبان کی جڑ اور اوپر کے تالو کے ملنے سے کاف ادا ہوتا ہے ان دونوں کو لہاتیہ یا لہویہ کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ لہات یعنی کوے کے پاس والی جگہ سے ادا ہوتے ہیں اور قاف کو عَلْصَمِیْ اور کاف کو عَكَدِیْ بھی کہتے ہیں۔

نوٹ: ...... اَدْنَاهُ کی ضمیر کا مرجع حلق ہے خَاءُ هَا کی ضمیر کا مرجع غین ہے یعنی خاء جو غین کی ساتھی ہے اور یہ ساتھی کئی باتوں میں ہے: (۱) دونوں حلقی ہیں۔ (۲) دونوں مستعلیہ۔ (۳) دونوں حروف ہیں۔ (۴) دونوں نقطہ والے ہیں۔

---

❶ التقدمة الشريفيه شرح المقدمة الجزرية، ص: ٦٤ مطبوعہ مکتبۃ القراءت ماڈل ٹاؤن۔

(۵/۱۳): اَسْفَلُ وَالْوَسْطُ فَجِيمُ الشِّينُ يَا

وَالضَّادُ مِنْ حَافَتِهِ اِذْ وَلِيَا

ترجمہ:

اس کا مخرج (قاف کے مخرج سے) نیچے (منہ کی طرف ہٹ کر) ہے اور (زبان اور تالو کا) درمیان جو ہے پس مخرج ہے جیم شین (اور) یائے (غیر مدہ) کا اور ضاد نکلتا ہے اس (زبان) کے حافہ (کروٹ) سے جبکہ ملے وہ (حافہ)۔

تشریح:

اس شعر کے پہلے مصرعہ میں ناظمؒ نے جیم شین یا غیر مدہ کا اور دوسرے مصرعہ میں ضاد کا مخرج بیان کیا ہے وَالْوَسْطُ فَجِيمُ الشِّينُ يَا تک ناظمؒ نے ساتواں مخرج بیان کیا ہے یعنی زبان اور تالو دونوں کے درمیان والے حصے کے ملنے سے جیم شین یا غیر مدہ ادا ہوتے ہیں اور ان تینوں کو شجریہ کہتے ہیں کیونکہ یہ شجرفم یعنی منہ کے پھیلاؤ کی جگہ سے ادا ہوتے ہیں یہاں بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ مصنفؒ نے تالو کا نام نہیں لیا اس کا جواب یہ ہے کہ جب زبان کا بیچ ادائے جیم شین یا غیر مدہ کے لیے مرتفع ہوگی تو لامحالہ تالو کے ساتھ منطبق ہوگی اس لیے یہاں بھی تالو کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی اس شعر میں وَالضَّادُ مِنْ حَافَتِهِ اِذْ وَلِيَا اور اگلے شعر کے پہلے مصرع میں اَلْاَضْرَاسَ مِنْ اَيْسَرَ اَوْ يُمْنَاهَا تک ناظمؒ نے آٹھواں مخرج بیان کیا ہے آٹھواں مخرج ضاد کا ہے جو حافہ لسان یعنی زبان کی کروٹ اور اضراس علیا کی جڑوں کے ملنے سے ادا ہوتا ہے (داہنی طرف سے بھی ادا ہوتا ہے (مگر بائیں طرف سے ادا کرنا آسان ہے) اور عموماً سب بائیں طرف سے ادا کرتے ہیں نیز دونوں طرف سے بھی بیک وقت ادا ہوسکتا ہے مگر یہ بہت مشکل

ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں طرف سے ادا فرماتے تھے۔ ❶

اور چونکہ یہ حرف حافہ لسان سے نکلتا ہے اس لیے اس کو حافیہ کہتے ہیں بہت سے لوگ اس کو خالص ظا یا دال سے پڑھتے ہیں یہ بہت غلط ہے ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے پوری صفات کے ساتھ اور خصوصاً صفت استطالت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے اگر مخرج اور صفات کا پورا لحاظ کیا جائے تو اس کی آواز ظا کے بہت مشابہ ہوگی۔ دال کے مشابہ بالکل نہ ہوگی۔

نوٹ: ...... حَـافَتِـہٖ کی ضمیر کا مرجع زبان ہے ناظمؒ ضاد کے مخرج کو بیان کرتے ہوئے اَیْسَـرُ (بائیں) کو پہلے کیوں لائے ہیں حالانکہ دائیں طرف کو فضیلت حاصل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ناظمؒ نے یہ ترتیب اس لیے رکھی ہے کہ ضاد بائیں جانب سے آسانی سے ادا ہوتا ہے اس لیے پہلے بائیں جانب کا نام لیا ہے۔

(۶/۱۴): اَلْاَضْـرَاسَ مِـنْ اَیْسَـرَ اَوْ یُـمْنَـاھَـا
وَاللَّامُ اَدْنَـاھَـا لِـمُـنْتَھَـاھَـا

ترجمہ:

داڑھوں سے خواہ بائیں طرف سے یا داہنی طرف سے اور لام (ادا ہوتا ہے) ادنائے حافہ سے منتہائے زبان۔

تشریح:

اس شعر کے پہلے مصرع میں ناظمؒ نے ضاد کے مخرج کو مکمل فرمایا ہے تفصیل شعر

---

❶ العطایا الوھبیہ شرح المقدمۃ الجزریہ ص ۵۸ للشیخ رحیم بخشؒ پانی پتی مطبوعہ مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان شہر۔

نمبر۱۳ میں ذکر کردی گئی ہے اور شعر کے دوسرے مصرع میں نولان مخرج بیان کیا ہے یعنی زبان کا کنارہ کچھ حصہ حافہ جب ثنایا رباعی ناب اور ضاحک کے مسوڑھوں سے ٹکر کھائے اور کسی قدر حنک اعلیٰ یعنی اوپر کے تالو کی طرف مائل ہو تو اس سے لام ادا ہوتا ہے خواہ داہنی طرف سے ہو خواہ بائیں طرف سے ہو لیکن دائیں طرف سے آسان ہے اور بیک وقت دونوں طرف سے بھی ادا ہو سکتا ہے ملا علی قاریؒ حنفی فرماتے ہیں لام سے زیادہ کوئی حرف وسیع المخرج نہیں۔ [1]

(۱۵/۷): وَالنُّوْنُ مِنْ طَرَفِهٖ تَحْتُ اجْعَلُوْا

وَالرَّا يُدَانِيْهِ لِظَهْرٍ اَدْخَلُ

ترجمہ:

اور نون زبان کے کنارے سے لام کے مخرج سے ذرا نیچے سے ادا کرو اور را مخرج میں نون ہی کے قریب قریب ہے (البتہ) پشت کو زیادہ دخل ہے۔

تشریح:

اس شعر کے پہلے مصرع میں وَالنُّوْنُ مِنْ طَرَفِهٖ تَحْتُ اجْعَلُوْا میں ناظمؒ نے دسواں مخرج بیان فرمایا ہے جو کہ نون کا ہے۔ یعنی زبان کی نوک ثنایا رباعی ناب کے مسوڑھوں سے ملے تو نون ادا ہوتا ہے اور اس کا مخرج لام کے مخرج سے کم ہے نون میں ضاحک کو دخل نہیں ہے۔

اور یہ مخرج نون مظہرہ کا ہے۔ کیونکہ نون مخفاۃ (جو نون اخفاء کے ساتھ ادا کیا

[1] المنح الفکریہ، شرح المقدمۃ الجزریہ ص ۱۸ الجواهر النقیہ شرح المقدمۃ الجزریہ الشیخ اظهار احمدؒ تھانوی، ص ۳۵.

جائے اس کا) مخرج خیشوم ہے جس کا آگے ذکر آئے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

شعر کے دوسرے مصرع وَالرَّا یُدَانِیْہِ لِظَھْرٍ اَدْخَلُ میں حضرت ناظمؒ نے گیارہواں مخرج را کا ذکر کیا ہے ''را'' میں پشت زبان کو زیادہ دخل ہے را کے مخرج میں ناظم نے دو باتیں بتلائیں جن کا مفہوم علیحدہ علیحدہ ہے۔

(۱) وَالرَّا یُدَانِیْہِ یعنی را کا مخرج نون کے مخرج کے قریب ہے مگر بعینہٖ وہ مخرج تو نہیں ہے جو نون کا ہے البتہ اس کے قریب قریب ہے۔

(۲) لِظَھْرٍ اَدْخَلُ سے دوسرا فرق بیان کیا ہے یعنی نون اور را کا دوسرا فرق یہ ہے کہ را میں پشت زبان کو بھی دخل ہے۔ ❶

حاصل یہ کہ لام نون اور را کے مخرج میں فرق اس طرح ہوا ادنیٰ حافہ لام کو نون سے اور رأس لسان مع پشت زبان را کو نون سے ممتاز کرتا ہے یہ تینوں حروف ذَلْقِیَّۃٌ اور ذُوْلَقِیَّۃٌ کہلاتے ہیں۔ ❷

نوٹ: ...... طَرَفِہٖ کی ضمیر کا مرجع لسان ہے اور تَحْتُ اجْعَلُوْا اصل میں اِجْعَلُوا النُّوْنَ تَحْتَ مَخْرَجِ اللَّامِ یعنی نون کو لام کے مخرج سے نیچے کر کے ادا کرو (اس میں ضواحک کو دخل نہیں)

(۸/۱۶): وَالطَّآءُ وَالدَّالُ وَتَامِنْہُ وَمِنْ
عُلْیَا الثَّنَایَا وَالصَّفِیْرُ مُسْتَکِنْ

ترجمہ:

اور طاء اور دال اور تاء طرف لسان اور ثنایا علیا (کی جڑ) سے (نکلتے ہیں) اور

❶ الجواہر النقیہ شرح المقدمۃ الجزریہ ص: ۳۶۔

❷ المنجد، ص ۳۵۴ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی۔

حروف صفیر (سین، صاد، زای) قرار پکڑنے والے ہیں۔

تشریح:

سولھویں شعر میں ناظمؒ نے طاء، دال، تاء کا مکمل مخرج اور حروف صفیرہ کے مخرج کا کچھ حصہ بیان کیا ہے وَالطَّآءُ وَالدَّالُ وَتَـامِنْهُ وَمِنْ عُلْيَا الثَّنَايَا میں بارھواں مخرج یعنی طاء دال تاء کے مخرج کا ذکر ہے یہ حروف طرف لسان اور ثنایا علیا کی جڑ سے نکلتے ہیں اور ان تینوں کو حروف نطعیہ کہا جاتا ہے کیونکہ ان کا مخرج اوپر کے تالو کے نطع یعنی چھت کے قریب ہے۔ ❶ اس لیے نطعیہ کہلاتا ہے۔

نوٹ: ...... مِنْهُ کی ضمیر کا مرجع طرف لسان ہے۔

(9/17): مِـنْـهُ وَمِـنْ فَـوْقِ الثَّـنَـايَـا السُّفْلٰى

وَالظَّـآءُ وَالذَّالُ وَثَـا لِلْعُلْيَـا

ترجمہ:

اس (طرف لسان) سے اور ثنایا سفلی کے اوپر سے اور ظاء ذال اور ثاء ثنایا علیا کے لیے ہیں۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے حروف صفیرہ کا باقی ماندہ حصہ اور ظاء ذال ثاء کے مخرج کا اکثر حصہ بیان فرمایا ہے وَالصَّفِيْرُ مُسْتَكِنٌ مِنْهُ وَمِنْ فَوْقِ الثَّنَايَا السُّفْلٰى میں ناظمؒ نے تیرھواں مخرج بیان فرمایا ہے جو کہ حروف صفیرہ کا ہے اور حروف صفیرہ صاد زا اور سین کو کہتے ہیں جس کی وجہ تسمیہ ان شاء اللہ صفات کے بیان میں معلوم ہو جائے گی

❶ الحواشی المفهمه شرح المقدمة الجزريه عربی، ص ۲۵ مطبوعہ قرآت اکیڈمی لاہور۔

یہ تینوں حروف طرف لسان اور ثنایا سفلی کے کنارہ سے نکلتے ہیں اور کچھ اتصال ثنایا علیا کا بھی ہوتا ہے اور ان تینوں حروف کو حروف اسلیہ کہتے ہیں کیونکہ یہ اسلۃ اللِّسان یعنی زبان کے باریک کنارے سے نکلتے ہیں۔ ❶ اور بعض قراء نے اُسلیہ بِضَمِّ الھمزہ بھی صحیح کہا ہے۔ ❷

نوٹ :...... مِنْهُ کی ضمیر طرف لسان کی طرف راجع ہے ناظمؒ نے حروف صفیرہ کے مخرج میں ثنایا علیا کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ شعر میں گنجائش نہیں تھی۔

اعتراض: یہ ہوتا ہے کہ ناظمؒ نے وَالصَّفِيْرُ مُسْتَكِنْ کہا اور صفیر صفت ہے تو مخارج کے باب میں صفت کا ذکر کیسے کیا۔

جواب: یہ ہے کہ اصل عبارت حُرُوْفُ الصَّفِيْرِ ہے لہٰذا صفت کا مخرج نہیں بیان کیا گیا حروف ہی کا مخرج بیان فرمایا ہے وَالظَّاءُ سے طَرَفَيْهِمَا تک ناظم نے چودھواں مخرج بیان فرمایا جو کہ ظاء ذال ثاء کا ہے اور یہ تینوں حروف لسان اور ثنایا علیا کی اطراف سے نکلتے ہیں جس کی طرف مصنف نے مِنْ طَرَفَيْهِمَا سے اشارہ کیا ہے اور ان تینوں حروف کو حروف لَثَوِيَّة اور لِثَوِيَّة بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ تینوں ثنایا علیا کے مسوڑھوں کے قریب سے ادا ہوتے ہیں یہ تَسْمِيَةُ الظَّرْفِ بِاسْمِ الْمَظْرُوْفِ کے قبیل سے ہے۔

فائدہ :...... عام کتابوں میں حروف صفیرہ کا مخرج حروف لثویہ کے بعد ذکر کیا ہے لیکن حضرت مصنفؒ نے سیبویہ کا اتباع کر کے پہلے بیان کیا ہے۔ ❸

---

❶ الحواشی المفہمہ شرح المقدمۃ الجزریہ ، ص ۳۵ عربی مطبوعہ قرآت اکیڈمی۔

❷ شرح المقدمۃ الجزریہ طاش کبریٰ زادہ بحوالہ الجواھر النقیہ شرح المقدمۃ الجزریہ ص: ۴۰۔

❸ التحفۃ المرضیہ شرح المقدمۃ الجزریہ، ص ۴۱ مطبوعہ کتب خانہ مظہری کراچی۔

۱۰/۱۸ : مِنْ طَرَفَيْهِمَا وَمِنْ بَطْنِ الشَّفَهْ

فَالْفَا مَعَ اطْرَافِ الثَّنَايَا الْمُشْرِفَهْ

ترجمہ:

ان دونوں (یعنی زبان اور ثنایا علیا) کے کناروں سے اور نچلے ہوٹ کے شکم سے پس فاء (ادا ہوتی) ہے کناروں کے ساتھ ثنایا علیا کے۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے حروف لثویہ کے مخرج کا باقی حصہ اور فاء کا مخرج بیان کیا ہے وَمِنْ بَطْنِ الشَّفَهْ سے لے کر اَلْمُشْرِفَهْ تک ناظمؒ نے پندرھواں مخرج بیان کیا ہے جو کہ فاء کا ہے مطلب یہ ہے کہ فاء کا مخرج نیچے کے ہونٹ کا پیٹ اور ثنایا مشرفہ یعنی ثنایا علیاء کا کنارہ ہے مصنفؒ نے صرف بَطْنِ الشَّفَهْ کہا ہے یعنی لفظ شَفَهْ کو مطلق چھوڑ دیا ہے۔ سُفْلٰی کی قید نہیں لگائی اس میں جہاں ضرورت شعری پیش نظر ہے وہاں یہ بات بھی ہے کہ فاء کو اگر کوئی شخص نکالنا چاہے گا تو نیچے ہی کے ہونٹ سے نکال سکے گا پس اس وجہ سے التباس کا موقع نہ رہا لہٰذا شَفَهْ کو مطلق چھوڑ دیا۔

نوٹ:...... طَرَفَيْهِمَا کی ضمیر لسان اور الثنایا کی طرف راجع ہے طرفین سے طرف لسان یعنی زبان اور طرف ثنایا علیا مراد ہے۔

۱۱/۱۹ : لِلشَّفَتَيْنِ الْوَاوُ بَاءٌ مِيْمُ

وَغُنَّةٌ مَخْرَجُهَا الْخَيْشُومُ

ترجمہ:

دونوں ہونٹوں کے لیے واؤ اور باء اور میم ہیں اور غنہ اس کا مخرج خیشوم ہے۔

تشریح:

اس شعر کے پہلے مصرع میں ناظمؒ نے واؤ غیر مدہ، باء اور میم کا اور دوسرے مصرع میں (حرف غنہ) کا مخرج بیان کیا ہے لِلشَّفَتَیْنِ الْوَاوُ بَآءٌ مِیْمٌ میں مصنفؒ نے سولھواں مخرج ذکر کیا ہے مطلب یہ ہے کہ شفتین (یعنی دونوں ہونٹ) اس مخرج سے تین حرف ادا ہوتے ہیں ❶ ...... واؤ (غیر مدہ) جو دونوں ہونٹوں کے ناتمام ملنے سے ادا ہوتا ہے۔ ❷ ...... باء جو دونوں ہونٹوں کی تری سے نکلتی ہے اس لیے اس کو بحری کہتے ہیں۔ ❸ ...... میم جو دونوں ہونٹوں کی خشکی سے نکلتی ہے اس لیے اس کو بری کہتے ہیں چونکہ یہ تینوں حروف ہونٹوں سے نکلتے ہیں اور فا کے ادا میں بھی نیچے کے ہونٹ کو بڑا دخل ہے اس لیے و۔ب۔م۔ف کو حروف شفویہ کہتے ہیں۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ناظمؒ کو چاہیے تھا کہ واؤ کو میم کے بعد ذکر کرتے لیکن ناظمؒ کی ترتیب عمدہ تر ہے کیونکہ ہمزہ سے لے کر فاء تک جتنے حروف بھی آئے ہیں ان کی ادائیگی میں دونوں ہونٹ پوری طرح کھلے رہتے ہیں اور واؤ بھی اس بات میں ان کے مشابہ ہے کہ اس میں بھی ہونٹوں کا کچھ حصہ کسی قدر کھلا رہتا ہے اور باء کو میم سے پہلے اس لیے بیان کیا کہ باء ہونٹوں کے تری سے اور میم ہونٹوں کی خشکی سے ادا ہوتی ہے اور تری والا حصہ بہ نسبت خشکی کے حلق سے قریب ہے اور میم کا مخرج حلق سے دور ہے۔

وَغُنَّةٌ مَّخْرَجُهَا الْخَیْشُوْمُ میں سترہواں مخرج بیان ہوا ہے سترھواں مخرج خیشوم ہے جو آخری مخرج ہے خیشوم ناک کے بانسے کو کہتے ہیں اور اس سے غنہ ادا ہوتا ہے یہاں مصنفؒ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ غنہ حروف میں سے نہیں بلکہ صفات میں سے ہے پھر مخارج الحروف کے بیان میں ذکر کیوں کیا؟

جواب اس کا یہ ہے کہ اس غنہ سے مراد وہ غنہ ہے جو نون مخفیٰ مدغم بادغام ناقص

میں ہوتا ہے اس کو حرف غنہ کہتے ہیں نہ کہ صفت غنہ لہٰذا ناظمؒ نے مخرج حرف ہی کا بیان کیا نہ کہ صفت کا۔

خلاصہ: یہ ہوا کہ غنہ جس طرح صفتی ہے اس طرح حرفی بھی ہے پس یہاں غنہ کو اخفاء اور ادغام ناقص والے نون پر حمل کیا اور اس پر کوئی تکلف بھی نہیں اور یہ حروف ہیں اور اس پر قرینہ بھی ہے کیونکہ یہاں کلام حرف کی ذات پر ہو رہا ہے نہ کہ صفت پر۔ ❶ نون میں غنہ میم سے زیادہ ہوتا ہے اور نون مشدد میں غنہ نون سے اقویٰ اور اکمل ہے اور نون مخفی کا غنہ میم مخفیٰ سے کامل تر ہوتا ہے۔ ❷ واضح ہو کہ امام خلیل بن احمد بصریؒ نے اپنی کتاب کتاب العین میں حروف کے دس القاب بیان کیے ہیں:

❶ **حلقیہ**: ...... یہ چھ حروف ہیں ہمزہ۔ ہا۔ عین۔ حا۔ غین۔ خا۔

❷ **لھویہ یا لھاتیہ**: ...... یہ قاف اور کاف ہیں۔

❸ **شجریہ**: ...... یہ جیم شین اور یاء غیر مدہ ہیں۔

❹ **حافیہ**: ...... یہ ضاد ہے۔

❺ **ذلقیہ** اور **طرفیہ**: ...... یہ لام نون اور راء ہیں۔

❻ **نطعیہ**: ...... یہ طاء۔ دال اور تاء ہیں۔

❼ **لثویہ**: ...... یہ ظاء۔ ذال اور ثاء ہیں۔

❽ **شفویہ یا مشفھیہ**: ...... یہ فا۔ واؤ غیر مدہ۔ باء اور میم ہیں۔

❾ **جوفیہ** اور **ھوائیہ**: ...... (باعتبار مد کے) یہ تینوں حروف مدہ ہیں مذکورہ القاب حروف میں سے بعض میں مناسبت تامہ ہے اور بعض میں بہت تھوڑی سی مناسبت کا

---

❶ نهاية القول المفيد، ص ٤٨ مطبوعہ مکتبۃ العلمیہ لیک روڈ لاہور۔

❷ النفحة العنبريه شرح المقدمة الجزريه، ص ١٥٢ مطبوعہ قرآت اکیڈمی لاہور۔

خیال رکھا گیا ہے۔تسمیہ میں ادنیٰ مناسبت ہی کافی ہے۔

مخرج معلوم کرنے کا طریقہ:

جس حرف کا مخرج معلوم کرنا مقصود ہوتو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس حرف کو ساکن یا مشدد کرلیں (مشدد کرنا زیادہ مفید ہے) پھر اس سے پہلے ہمزہ متحرک مفتوحہ لا کر ادا کریں جہاں آواز بند ہوجائے گی وہی اس کا مخرج ہوگا اگر یہ مخرج موافق اس مخرج کے ہو جو اوپر مذکور ہوئے تو صحیح ورنہ غلط۔

بَابُ الصِّفَاتِ ۷

حروف کی صفات کا بیان

اس باب کے سات اشعار میں مصنفؒ نے صفات لازمہ بیان فرمائی ہیں۔شعر نمبر ۲۰ تا ۲۳ تک میں صفات متضادہ اور شعر نمبر ۲۴ تا ۲۶ میں صفات غیر متضادہ کو بیان کیا ہے مخارج حروف کے بعد اب مصنفؒ صفات حروف کا بیان شروع فرماتے ہیں کیونکہ حروف کی صحیح ادائیگی کے لیے صفات کا جاننا اور ادا کرتے وقت ان کا خیال رکھنا یعنی صفات کے ساتھ ادا کرنا بھی لازمی ہے۔

صفات کا مقام:

محققین نے لکھا ہے کہ حروف کے لیے ان کے مخارج بمنزلہ میزان ومقدار کے ہیں کیونکہ ان سے حروف کی ماہیت اور کمیت معلوم ہوتی ہے اور صفات بمنزلہ کسوٹی کے ہیں کیونکہ ان کی ذریعے حروف کی ہیئت اور کیفیت کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

صفات کا فائدہ:

ایک مخرج کے کئی حروف صفات ہی کے ذریعے ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا

ہوتے ہیں اگر صفات نہ ہوتی تو کلام انسانی اصوات بہائم یعنی چوپایوں کی آواز کی طرح ہو کر گڈ مڈ ہو جاتا جو ایک ہی مخرج اور ایک ہی کیفیت سے نکلتی ہیں اور ان سے مقصود بالکل سمجھ میں نہ آتا نیز صفات کی وجہ سے حروف کی قوت اور ضعف کا پتہ چلتا ہے اور مختلف المخرج حروف میں صفات ہی کی وجہ سے خوبی پیدا ہوتی ہے صفات صفت کی جمع ہے۔

صفت کی لغوی تعریف:

"مَا قَامَ بِالشَّيْءِ مِنَ الْمَعَانِي." ❶

معانی کی قسم سے وہ چیز جو دوسری چیز کے سہارے قائم ہو جیسے کپڑے کی سیاہی جو کپڑے کے اندر پائی جاتی ہے اور علم کہ جو عالم کے اندر پایا جاتا ہے دونوں چیزیں اپنے موصوف کے اندر پائی جاتی ہیں ان سے الگ نہیں۔

صفت کی اصطلاحی تعریف:

صفت کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ حروف کو اپنے مخرج سے ادا کرتے وقت جو حالتیں اور کیفیتیں لاحق ہوتی ہیں ان کو صفات کہتے ہیں جیسے سانس اور آواز کا جاری ہونا یا بند ہو جانا حرفوں کا سخت یا نرم ادا ہونا حرفوں کا پُر یا باریک ادا ہونا وغیرہ۔ صفات کی دو قسمیں ہیں:

❶ صفات لازمہ۔ ❷ صفات عارضہ

❶ صفات لازمہ:

صفات لازمہ ان صفات کو کہتے ہیں جو اس حرف سے کسی حالت میں بھی جدا نہ ہوتی ہوں یعنی وہ جس حرف میں پائی جاتی ہوں وہ حرف ذاتی طور پر ان سے متصف

❶ المنح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریہ ملا علی قاریؒ، ص: ۲۵ مطبوعہ قرآت اکیڈمی۔

ہوتا ہے کسی عارض کی وجہ سے وہ صفات اس حرف میں نہیں آتیں۔ ایسی صفات کو لازمہ، ذاتیہ، ممیزہ، مقومہ بھی کہتے ہیں۔

❷ صفات عارضہ:

صفات عارضہ وہ ہیں جو کسی صفت ذاتیہ کی وجہ سے یا کسی دوسرے حرف کے متصل ہوجانے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہو جیسے تفخیم ترقیق وغیرہ ان کو محسنہ، مزینہ، محلیہ اور عارضہ کہتے ہیں۔ صفات لازمہ کی دو قسمیں ہیں:

① صفات لازمہ متضادہ۔ ② صفات لازمہ غیر متضادہ۔

① **صفات لازمہ متضادہ:** ...... وہ صفت ہے کہ کوئی دوسری صفت اس کی ضد ہو اور وہ صفات متضادہ پانچ جوڑے ہیں:

① جہر و ہمس۔ ② شدت۔ رخاوت وتوسط۔ ③ استعلاء اور استفال۔
④ اطباق اور انفتاح۔ ⑤ اصمات واذلاق۔

② **صفات غیر متضادہ:** ...... یہ وہ صفات ہیں جن کے لیے واقع میں تو ضد ہو لیکن اصطلاح کے رو سے اس ضد کے لیے کوئی نام مقرر نہ ہو اور یہ سات ہیں: ❶ صفیر ❷ قلقلہ ❸ لین ❹ انحراف ❺ تکریر ❻ تفشی ❼ استطالت۔

ناظمؒ نے پہلے متضادہ پھر غیر متضادہ بیان کی ہیں اور وزن کی گنجائش کے موافق بعض مصدروں سے اور بعض کو صفت کے صیغوں سے لائے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

(۱/۲۰): صِفَاتُهَا جَهْرٌ وَّرِخْوٌ مُّسْتَفِلْ
مُنْفَتِحٌ مُّصْمِتَةٌ وَّالضِّدَّ قُلْ

ترجمہ:

صفات ان (حرفوں) کی جہر اور رخاوت اور استفال اور انفتاح اور اصمات ہیں

اور (ان کی) ضدوں کو (بھی) کہہ تو۔

(۲/۲۱): مَهْمُوْسُهَا فَحَثَّهُ شَخْصٌ سَكَتْ

شَدِيْدُهَا لَفْظُ اَجِدْ قَطٍ بَكَتْ

ترجمہ:

مہموسہ ان (حرفوں) کے فَحَثَّهُ شَخْصٌ سَكَتْ ہیں اور شدیدہ ان (حروف) کے لفظ اَجِدْ قَطٍ بَكَتْ ہیں۔

(۳/۲۲): وَبَيْنَ رِخْوٍ وَّالشَّدِيْدِ لِنْ عُمَرْ

وَسَبْعُ عُلْوٍ خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ حَصَرْ

ترجمہ:

اور درمیان رخوہ اور شدیدہ کے (حروف) لِنْ عُمَرْ ہیں اور سات حروف مستعلیہ کو خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ نے جمع کیا ہے۔

(۴/۲۳): وَصَادُ ضَادٌ طَآءُ ظَآءٌ مُّطْبَقَهْ

وَفَرَّ مِنْ لُّبِّ الْحُرُوْفُ الْمُذْلِقَهْ

ترجمہ:

اور صاد ضاد اور طاء ظاء حروف مطبقہ ہیں اور فَرَّ مِنْ لُبِّ حروف مذلقہ ہیں۔

تشریح:

ناظمؒ نے ان چار اشعار میں صفات متضادہ بیان کی ہیں جو زیادہ حروف میں پائی

جاتی ہیں۔ مصنفؒ نے اختصار کے ساتھ صرف تین چیزیں بیان کی ہیں:

(۱) صفات کے نام۔ (۲) صفات کے حروف۔ (۳) صفات میں باہم ضدیت۔

باقی تفصیل شارحین کے سپرد فرما دی ہے شعر کے آخر میں وَالضِّدَّ قُلْ لا کر یہ بات بتائی ہے کہ یہ صفات متضادہ ہیں اور ان کی ضدیں بھی ہیں۔

❶ جہر:

جہر کا لغوی معنی ہے ظاہر کرنا اور اصطلاحی معنی ہے کہ حروف کو ادا کرتے وقت مخرج میں آواز ایسی قوت سے ٹھہرے کہ سانس کا جاری رہنا بند ہو جائے اور آواز میں ایک قسم کی بلندی ہو حروف مجہورہ میں سانس سارے کا سارا آواز بن جاتا ہے حروف مجہورہ انیس ہیں جن کا مجموعہ یہ ہے: عَظُمَ وَزْنُ قَارِئٍ ذِيْ غَضٍّ جَدَّ طَلَبَ۔ ❶

ترجمہ: نیچے نگاہ رکھنے والے قاری کا وزن زیادہ ہو گیا اور وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا۔

❷ ہمس:

جہر کی ضد ہمس ہے جس کو ناظمؒ نے شعر نمبر۲۱ کے پہلے مصرع میں بیان کیا ہے۔

ہمس کا لغوی معنی ہے چھپانا اصطلاحی معنی ہے کہ حروف مہموسہ کی ادائیگی میں آواز مخرج میں اتنے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس جاری رہ سکے اور آواز میں ایک قسم کی پستی ہو جن حروف میں صفت ہمس پائی جاتی ہے ان کو مہموسہ کہتے ہیں اور یہ کل دس حروف ہیں جن کا مجموعہ فَحَثَّهُ شَخْصٌ سَكَتَ ہے۔ ❷

ترجمہ: پس اس کو ایک ایسے شخص نے ترغیب دی جو خاموش تھا۔

---

❶ نهاية القول المفيد، ص ٥٦ .

❷ نهاية القول المفيد، ص ٥٦ المكتبة العلمية ليك روڈ لاهور۔

۳ رخوت:

صفت رخوت کو ناظم نے شعر نمبر ۲۰ میں بیان کیا ہے۔ رخوت کا لغوی معنیٰ ہے نرمی اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو رخوہ کہتے ہیں۔ اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسے نرمی سے ٹھہرے کہ آواز جاری رہے اور آواز میں ایک قسم کی نرمی ہو حروف رخوہ میں آواز کے جاری رہنے کی کیفیت واضح طور پر اس وقت معلوم ہوتی ہے جب یہ ساکن ہو مثلاً مَنَاصْ، غَوَاشْ بحالت وقف حروف رخوہ سولہ ہیں جن کا مجموعہ خَسٌّ حَظٍّ شَصٌّ هَزٍّ وَّضِغْثٌ يَّا فَذَّ ہیں۔ ❶

ترجمہ: کم نصیبی محنت کی کمی اور پراگندہ حالی سے ہے اے پریشان آدمی۔

۴ شدت:

رخوت کی ضد شدت ہے جس کو ناظمؒ نے شعر نمبر ۲۱ کے دوسرے مصرع میں بیان فرمایا ہے شدت کے لغوی معنی ہے سختی اور قوت اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو شدیدہ کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسے سختی اور قوت کے ساتھ ٹھہرتی ہے کہ آواز بند ہو جاتی ہے اور آواز میں ایک قسم کی سختی ہوتی ہے جیسے اَحَدْ کی دال۔ حروف شدیدہ آٹھ ہیں جن کا مجموعہ اَجِدُ قَطٍ بَكَتْ ہے۔

ترجمہ: ...... میں نے قط محبوبہ کو روتے ہوئے پایا۔ ❷

ترجمہ ۲: ...... اچھا کام کر (اور) اسی پر اکتفا کر وہ اچھا کام غالب ہو کر رہے گا۔ ❸

❶ شرح المقدمة الجزريه طاش كبرىٰ زاده المتوفى ٩٦٨ هجرى ص: ٨٧ مطبوعه مجمع الملك فهد سعودى عرب۔

❷ نهاية القول المفيد ص ٥٩ مطبوعه مكتبه علميه لاهور۔

❸ طاش كبرىٰ زاده ص ٩٢ مطبوعه مجمع الملك فهد سعودى عرب۔

خلاصہ :...... آواز اور سانس کے جاری اور بند ہونے کے لحاظ سے حرفوں کی چار حالتیں ہیں: (۱) ہمس اس کا خاصہ سانس کا جاری ہونا ہے۔ (۲) جہر اس کا خاصہ سانس کا بند ہونا ہے۔ (۳) شدت اس کا خاصہ آواز کا بند ہونا ہے۔ (۴) رخوت اس کا خاصہ آواز کا جاری ہونا ہے۔ ❶

سوال :...... یہ ہوتا ہے کہ کاف اور تاء کو حروف مہموسہ میں بھی شمار کیا ہے اور حروف شدیدہ میں بھی شامل کیا ہے لہٰذا ان دونوں میں دونوں صفات ادا کی جائیں گی جس کی وجہ سے یہ لازم آئے گا کہ ہمس کی وجہ سے سانس جاری رہے گا اور شدت کی وجہ سے آواز بند ہوگی تو بیک وقت دونوں کیفیتیں کیسے ادا ہوں گی۔

جواب :...... یہ ہے کہ شدت کی وجہ سے پہلے ان دونوں حرفوں میں آواز بند ہوگی اور بند ہونے کے فوراً بعد صفت ہمس کی وجہ سے تھوڑا سا سانس جاری ہوگا تو بیک وقت دونوں کے ادائیگی ہوجائے گی لہٰذا جو اعتراض ہوا تھا وہ ختم ہوگیا ماہر قاری سے مشق کرنے سے یہ بات سمجھ میں آجائے گی۔ ❷

فائدہ :...... کاف اور تاء کی ادائیگی کے وقت جب صفت ہمس ادا کرنے کے لیے سانس جاری ہو تو یہ احتیاط کرنی چاہیے کہ آواز جاری نہ ہوجائے ورنہ یہ دونوں بجائے حروف شدیدہ کے حروف رخوہ بن جائیں گے۔

نوٹ :...... مَهْمُوْسَهَا کی ضمیر کا مرجع حروف ہیں اسی طرح شَدِيْدُهَا کی ضمیر کا مرجع بھی حروف ہیں۔

شعر نمبر ۲۲ کے پہلے مصرع میں ناظمؒ نے حروف متوسطہ اور دوسرے مصرع میں

---

❶ تحقیق محمد سید محمد الامین الاستاذ بکلیۃ القرآن الکریم سعودی عرب۔

❷ المنح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریہ ص ۲۳ مطبوعہ قرآءت اکیڈمی لاہور.

حروف مستعلیہ کا بیان کیا ہے صفات متضادہ میں سے ایک صفت توسط ہے جو صفت رخاوت اور شدت کے درمیان ہے جو حروف اس صفت سے متصف ہوں ان کی ادائیگی میں نہ تو آواز پوری طرح بند ہوتی ہے (تاکہ حروف شدیدہ میں داخل ہو جائیں) اور نہ پوری طرح جاری رہتی ہے (تاکہ حروف رخوہ میں شامل ہو جائیں) بلکہ اس صفت کے حروف ضعف اور قوت کے درمیان ادا ہوتے ہیں اور ان میں رخاوت اور شدت دونوں پائی جاتی ہیں۔مگر پوری طرح ایک بھی ادا نہیں ہوتی دونوں ناقص طور پر جمع ہو جاتی ہیں اس کیفیت کو اہل تجوید کی اصطلاح میں توسط کہتے ہیں۔

توسط کے لغوی معنی:

ہیں بین بین یعنی درمیانی کیفیت اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو متوسطہ کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: ...... یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں نہ تو بالکل بند ہو جیسے صفت شدت میں ہوتی ہے اور نہ بالکل جاری رہے جیسے صفت رخوت میں ہے بلکہ درمیانی حالت ہو اور یہ حروف لِنْ عُمَرْ میں جمع ہیں۔

ترجمہ: ...... اے عمر نرم ہو جا۔

فائدہ: ...... صفت توسط چونکہ شدت اور رخاوت دونوں میں مشترک ہے اس لیے اس کو مستقل ذکر نہیں کیا۔

۵ استفال:

استفال کے لغوی معنی ہیں اِنْخِفَاضْ اور نیچے رہنا اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاتی ہے ان کو مستفلہ کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: ...... یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت زبان کی جڑ

نیچے ہی رہتی ہے جس کی وجہ سے یہ حروف باریک ہوجاتے ہیں یہ کل بائیس حروف ہیں جن کا مجموعہ اُنْشُرْ حَدِیْثَ عِلْمِكَ سَوْفَ تُجَهَّزْ بَذَا۔

ترجمہ: ......اپنی علمی بات کو مشہور کر ضرور تجھے اس کے عوض سرو سامان دیا جائے گا۔

❻ استعلاء:

صفت استفال کی ضد استعلاء ہے۔ استعلاء کا لغوی معنی ہے اِرْتِفَاعُ یعنی بلند ہونا اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو حروف مستعلیہ کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف بلند ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے یہ حروف پر ہوجاتے ہیں مثلاً قَالَ کا قاف یہ سات حروف ہیں جن کا مجموعہ خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ ہے۔ ❶

ترجمہ:......گرمی کے زمانہ میں بانس کے تنگ مکان میں قیام گزارہ کر۔ یہ حدیث کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّكَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ ❷ کی طرف اشارہ ہے۔

نوٹ: ......شعر میں علو سے مراد استعلاء ہے اور حَصَرْ سے مراد حروف مستعلیہ ہیں یعنی حروف مستعلیہ خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ میں بند ہیں جو ہمیشہ پُر پڑھے جاتے ہیں اگرچہ ان سات کے علاوہ اور بھی حروف پر پڑھتے جاتے ہیں جیسے لام، را وغیرہ لیکن وہ مستعلیہ نہیں ہیں۔

❼ انفتاح:

انفتاح کا لغوی معنی ہے کھلنا اور جن حروف میں یہ صفت پائے جائے ان کو منفتحہ

---

❶ نهاية القول المفيد، ص:٦٠ شرح المقدمة الجزريه لطاش كبرىٰ زاده، ص:٩٤.
❷ الجامع الصغير للسيوطيؒ، ص:٣٩٩ طبع دارالكتب العلميه بيروت لبنان.

کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: ...... یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت زبان اوپر کے تالو سے جدا رہتی ہے جس کی وجہ سے یہ حروف رقیق ادا ہوتے ہیں۔ اور یہ پچیس حروف ہیں جن کا مجموعہ مَنْ اَخَذَ وَجَدَ سَعَةً فَزَكَّا حَقٌّ لَهٗ شُرْبُ غَيْثٍ۔ ❶

ترجمہ: ...... جو وسعت مال کی تونگری پائے اور وہ مال پاکیزہ ہو بارش رحمت کا پینا اس کو جائز ہے۔

❽ اطباق:

اطباق طبق سے ہے جس کے لغوی معنی ہے ڈھانپنے والی چیز اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مطبقہ کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت زبان کا وسط اوپر کے تالو سے اچھی طرح مل جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ حروف پر ہو جاتے ہیں مثلاً تَطَّلِعُ کی طا حروف مطبقہ چار ہیں۔ ص، ض، طا، ظا، اطباق انفتاح کی ضد ہے۔

فائدہ: حروف مطبقہ کا مجموعہ اس لیے بیان نہیں کیا کہ اس کا با معنی مجموعہ نہیں بن سکتا یا اس لیے کہ یہ صرف چار حروف ہیں جن کا یاد کرنا آسان ہے۔

(نسبت) اطباق اور استعلا میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے کیونکہ ہر حرف مطبقہ مستعلیہ ہے لیکن ہر مستعلیہ مطبقہ نہیں ہے۔

❾ اصمات:

اصمات کا لغوی معنی ہے روکنا اور خاموش کرنا جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مصمتہ کہتے ہیں۔

---

❶ نهاية القول المفيد، ص ٦٦ و طاش كبرىٰ زاده، ص: ٨٨.

اصطلاحی تعریف :...... یہ ہے کہ یہ حروف اپنے مخرج سے مضبوطی اور جماؤ کے ساتھ ادا ہوتے ہیں۔ مثلاً اِذْ کی ذال اور یہ تیئیس حروف ہیں جن کا مجموعہ جُزْ غَشَّ سَاخِطٍ صِدْ ثِقَةً اِذْ وَعْظُهُ يَمُضَّكَ۔ ❶

ترجمہ :...... اس غصہ کرنے والے کے دھوکے سے درگزر کر جو نیک آدمی کو روکے کیونکہ اس کی نصیحت تجھے خیر پر آمادہ کرے گی۔

⓾ اذلاق:

اذلاق کے لغوی معنی ہیں پھسلنا اور کنارہ۔ اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو مذلقہ کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: ...... یہ ہے کہ یہ حروف ہونٹوں اور زبان کے کنارہ سے بہت سہولت اور جلدی سے ادا ہوتے ہیں مثلاً فر کی فاء یہ چھے حروف ہیں جن کا مجموعہ فَرَّ مِنْ لُبٍّ ہے۔ ❷

ترجمہ: ...... بھاگا وہ شخص جو عقل مند ہوا۔

یہ اشارہ قرآن کی آیت فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ (بھاگو اللہ کی طرف) صفت اذلاق اصمات کی ضد ہے۔

تشریح:

شعر ۲۳ کے پہلے مصرع میں حروف مطبقہ اور دوسرے مصرع میں حروف مذلقہ کا بیان ہے۔

فائدہ:...... عزیز طلبا کی سہولت کی خاطر ہم نے صفات لازمہ متضادہ کے اشعار اور ان کا ترجمہ و تشریح اکٹھی بیان کی ہے۔

---

❶ نهاية القول المفيد، ص ٦٧.   ❷ نهاية القول المفيد، ص: ٦٦.

صفات لازمہ غیر متضادہ بیان:

صفات لازمہ غیر متضادہ کی تعریف: حروف کی وہ لازمی اور ضروری صفات ہیں کہ جن کا حروف میں پایا جانا ضروری اور لازمی ہو مگر وہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل الگ تھلگ ہوں ضدیت اور تقابل ہرگز نہ ہو۔

(۵/۲۴): صَفِيْرُهَا صَادٌ وَّ زَايٌ سِيْنٌ
قَلْقَلَةٌ قُطْبُ جَدٍّ وَّاللِّيْنُ

ترجمہ:

اور صفیرہ ان (حروف) کے صاد اور زاء اور سین اور (حروف) قلقلہ (قُطْبُ جَدٍّ) ہیں اور (حروف) لین۔

تشریح:

اس شعر کے پہلے مصرع میں حروف صفیرہ کا بیان ہے اور دوسرے مصرع میں حروف قلقلہ کا بیان ہے۔

⑪ صفیر:

صفیر کا لغوی معنی تیز سیٹی کے ہیں جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو حروف صفیریہ کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت آواز تیز مثل سیٹی کے نکلتی ہے مثلاً اَحْسَنَ کی سین اور یہ صفت تین حروف میں پائی جاتی ہے جو کہ صاد، زاء اور سین ہیں۔

⑫ قلقلہ:

قلقلہ کے لغوی معنی ہیں اضطراب اور جنبش۔ اور جن حروف میں یہ صفت پائی

جائے ان کو حروف قلقلہ یا مقلقلہ کہتے ہیں۔ اور اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت حالت سکون ❶ میں ان کے مخرج کو حرکت ہوتی ہے مثلاً خَطْبٌ کی باء اور یہ پانچ حروف ہیں جن کا مجموعہ (قُطْبُ جَدٍّ) یعنی بزرگی کا مدار ہے۔ قطب اصل میں لوہے کی اس کیل کو کہتے ہیں جس پر چکی گھومتی ہے۔ ❷

فائدہ:...... صَفِيْرُهَا کی ضمیر کا مرجع حروف ہے۔

(۶/۲۵): وَاوٌ وَيَآءٌ سَكَنَا وَانْفَتَحَا

قَبْلَهُمَا وَالْاِنْحِرَافُ صُحِّحَا

ترجمہ:

وہ واو اور یاء ہیں جو ساکن ہوں اور مفتوح ہو ماقبل ان کا اور صفت انحراف صحیح قرار دی گئی ہے۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے لین اور انحراف کا کچھ حصہ بیان فرمایا ہے۔

◆۱۳ لین:

لین کے لغوی معنی ہے نرمی اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو حروف لینہ کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف: ...... یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت ان میں اتنی

---

❶ حالت سکون سے مراد یہ نہیں ہے کہ حالت متحرک میں صفت قلقلہ نہیں پائی جاتی بلکہ یہ صفت لازمہ ہے اور صفت لازمہ حروف قلقلہ میں ہر حال میں پائی جاتی ہے مگر حالت سکون اور وقف میں محسوس زیادہ ہوتی اور متحرک حالت میں کم محسوس ہوتی ہے۔

❷ نهاية القول المفيد، ص ٦٩.

نرمی پائی جاتی ہے کہ اگر کوئی ان پر مد کرنا چاہے تو کرسکتا ہے یہ صفت دو حروف میں پائی جاتی ہے۔ (۱) واؤ لین۔ (۲) یاء لین جیسے واؤ ساکن ماقبل فتح ہو جیسے (کَیْفٌ اور وَیْلٌ) وغیرہ۔

فائدہ :...... قَبْلَهُمَا کی ضمیر کا مرجع واؤ اور یاء لین ہے۔

(۲۶) : فِي اللَّامِ وَالرَّا وَبِتَكْرِيرٍ جُعِلْ
وَلِلتَّفَشِّي الشِّينُ ضَادًا اسْتَطِلْ

ترجمہ:

لام اور را میں (صفت) تکریر کے ساتھ وہ را خاص کی گئی ہے اور (صفت) تفشی کے لیے شین ہے اور ضاد میں (صفت) استطالت ادا کر۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے صفت انحراف کا بقیہ حصہ اور صفت تکریر۔ تفشی اور استطالت کو بیان کیا ہے۔

۱۳ انحراف:

انحراف کے لغوی معنی پلٹنا اور مائل ہونے کے ہیں اور جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو حروف منحرفہ کہتے ہیں اور یہ دو حرف ہیں۔ لام اور را جیسے اَلْاَرْضُ کا لام اور را۔

اصطلاحی تعریف :...... یہ ہے کہ ان حروف کو ادا کرتے وقت زبان کا کنارہ دوسرے حرف کے مخرج کی طرف مائل ہو جاتا ہے یعنی لام کو ادا کرتے وقت زبان کا کنارہ را کے مخرج کی طرف اور را کو ادا کرتے وقت زبان کا کنارہ لام کے مخرج کی طرف مائل ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ تو تلا را کو لام ادا کرتا ہے۔

⑮ تکریر:

تکریر کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کا بار بار ہونا جس حرف میں یہ صفت پائی جائے اس کو حرف مکررہ کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ اس حرف کو ادا کرتے وقت زبان پر ایک قسم کا لرزہ یعنی رعشہ کپکپاہٹ طاری ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے آواز میں تکرار کی مشابہت ہوجاتی ہے۔ [1] اور یہ صفت صرف راء میں پائی جاتی ہے۔ جیسے اَرْسَلَ کی راء وغیرہ۔

⑯ تفشی:

تفشی کے لغوی معنی ہیں پھیلنا اور منتشر ہونا اور جس حرف میں یہ صفت پائی جائے اس کو حرف تفشیہ کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ اس حرف کو ادا کرتے وقت آواز مخرج میں پھیل جاتی ہے اور یہ صفت صرف حرف شین میں پائی جاتی ہے جیسے اَلْـقُـرَيْـــش کا شین۔

بعض کے نزدیک یہ صفت شین اور فاء دونوں میں پائی جاتی ہے اور صاحب رعایہ کے نزدیک شین اور ثاء مثلثہ میں ہوتی ہے اور بعض کے نزدیک شین اور ضاد میں پائی جاتی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جیسے شین کو ادا کرتے وقت آواز منہ میں پھیل جاتی ہے یہاں تک کہ وہ ظاء کے مخرج سے متصل ہوجاتی ہے اس طرح ضاد میں آواز پھیلتی ہے اور بعض کے نزدیک صاد سین اور راء میں بھی یہ صفت تفشی پائی جاتی ہے جن حضرات نے شین کے علاوہ اور حروف کو متفشیہ کہا ہے وہ محض خروج ریح میں مشترک ہیں لیکن انتشار شین میں اکثر ہے اس لیے شین کے متفشی ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور باقی

---

[1] اس حرف میں حقیقی تکرار ادا کرنا غلط ہے بلکہ مشابہت تکرار ہونی چاہیے اگر حقیقی تکرار ہوئی تو ایک راء کے بجائے کئی راء بن جائیں گے۔

حروف کا متفشی ہونے پر اکثر علماء کا اتفاق نہیں ہے۔ ❶

⓮ استطالت:

استطالت کے لغوی معنی ہیں لمبا کرنا اور دراز کرنا اور حرف ضاد میں یہ صفت پائی جاتی ہے اس لیے ضاد کو مستطیلہ کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ اس صفت کو ادا کرتے وقت شروع حافہ سے آخر حافہ تک آواز کو درازی ہوتی ہے مثلاً اَلضَّآلِّیْن کا ضاد یہ صفت حرف ضاد معجمہ میں پائی جاتی ہے ضاد کی درازی مخرج میں اور حروف مدہ کی درازی ان کی ذات میں پائی جاتی ہے۔

فائدہ:...... جاننا چاہیے کہ صفات متضادہ میں سے پانچ صفات جہر شدت استعلاء اطباق اصمات قوی ہیں اور باقی پانچ ضعیف ہیں اور صفات غیر متضادہ سوائے لین کے سب قوی ہیں پھر ہر حرف پانچ صفتوں کے ساتھ ضرور متصف ہوگا یعنی ہر حرف میں ضدین میں سے کوئی صفت ضرور پائی جائے گی اور صفات غیر متضادہ بعض حروف میں ہوں گی اور بعض میں نہیں پس جس حرف میں تمام صفات قوی پائی جائیں گی وہ حرف اقویٰ ہوگا جیسے طاء وغیرہ اور جس حرف میں سب ضعیف ہوں وہ اضعف ہے جیسے فاء وغیرہ اور جس حرف میں اکثر قوی صفات ہوں اور ضعیف کم ہوں وہ حرف قوی ہے جیسے دال اور جس حرف میں اکثر ضعیف ہوں اور قوی کم ہوں وہ حرف ضعیف ہے جیسے سین مہملہ وغیرہ اور جس حرف میں دونوں صفتیں برابر ہو وہ متوسطہ ہے جیسے باء وغیرہ۔

قوت اور ضعف کے اعتبار سے حروف کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) اقویٰ۔ (۲) قوی۔ (۳) متوسطہ۔ (۴) ضعیف۔ (۵) اضعف اس تفصیل کو یاد کرنے کے لیے الشیخ محمد مکیؒ نے اپنی کتاب نہایۃ القول المفید میں پانچ اشعار میں تفصیل ذکر کی ہے۔

---

❶ نهاية القول المفيد، ص٧٤ مطبوعه المكتبة العليمه ليك روڈ لاهور۔

❶ اَقْوَی الْحُرُوْفِ الطَّا وَضَادٌ مُّعْجَمَهْ
وَالظَّا ثُمَّ الْقَافُ وَهِیَ الْخَاتِمَهْ

❷ قَوِیُّهَا جِیْمٌ وَّ دَالٌ ثُمَّ رَاء
صَادٌ وَّ زَایٌ ثُمَّ غَیْنْ

❸ وَ اَوْسَطُ هَمْزٌ وَّ بَاءٌ تَا اَلِفُ
خَاءٌ وَّ ذَالٌ عَیْنُ کَافٌ ثُمَّ قِفُ

❹ وَ اَضْعَفُ الْحُرُوْفِ تَاءٌ خَاءٌ
وَالنُّوْنُ وَالْمِیْمُ وَفَاءٌ هَاءٌ

❺ ضَعِیْفُهَا سِیْنٌ وَّشِیْنٌ لَامُ
وَالْوَاوُ وَالْیَاءُ وَهِیَ الْخِتَامُ ❶

بَابُ مَعْرِفَةِ التَّجْوِیْدِ ۷

اہمیت تجوید کا بیان

مخارج اور صفات لازمہ کے بعد اب مصنف تجوید کی ضرورت واہمیت ماہیت وحقیقت بیان فرماتے ہیں اور اس باب میں سات اشعار ہیں۔

(۱/۲۷): وَالْاَخْذُ بِالتَّجْوِیْدِ حَتْمٌ لَّازِمٌ
مَنْ لَّمْ یُجَوِّدِ الْقُرْآنَ اٰثِمٌ

ترجمہ:

اور حاصل کرنا تجوید کا واجب ہے ضروری ہے جو تجوید کے ساتھ قرآن نہ پڑھے

❶ نهاية القول المفيد، ص: ۸۱.

(وہ) گنہگار ہے۔

تشریح:

اس شعر کے پہلے مصرع میں ناظمؒ نے تجوید کے ساتھ قرآنِ مجید پڑھنے کا حکم بیان کیا ہے اور دوسرے مصرع میں تارک تجوید کا حکم بیان کیا ہے۔

قرآنِ مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنا اور تجوید ہی کے ساتھ سیکھنا اور حاصل کرنا فرض عین ہے اگرچہ علم تجوید فرض کفایہ اور قرأت سنت ہے ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ حَتْـمٌ لَّازِمٌ سے مراد وجوب اصطلاحی لیا جائے کہ جس کے بعض افراد وجوب شرعی پر مشتمل ہیں۔ [1] کیونکہ تجوید کے جملہ اصول وفروع کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر واجب نہیں ہے البتہ امت پر یہ امر فرض کفایہ ہے اپنے اندر ایسے قراء مجودین رکھے جو تجوید کے پورے مسائل واحکام سے واقف ہوں اگر واجب سے شرعی مراد لیں تو یہ بھی صحیح ہوگا لیکن اس صورت میں تجوید کے جملہ مسائل مراد نہ ہوں گے بلکہ وہ مسائل وفروع مراد لیں گے جن کا خیال نہ رکھنے سے لحن جلی پیدا ہو جاتی ہو اور مَنْ لَّمْ یُجَوِّدِ الْقُرْآنَ اٰثِمٌ کا انطباق بھی اس صورت میں نہایت ہی موزوں ہوگا۔

(۲/۲۸): لِاَنَّــــهٗ بِـــــهِ الْاِلٰـــــهُ اَنْــزَلَا

وَهٰـــكَــذَا مِـنْـــهُ اِلَـيْــنَـــا وَصَلَا

ترجمہ:

کیونکہ وہ قرآن اس (تجوید) کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے نازل کیا اور اسی طرح (یعنی تجوید کے ساتھ) اس (اللہ تعالیٰ سے) ہم تک پہنچا ہے۔

---

[1] المنح الفكريه شرح المقدمة الجزريه، ص: ۷۷.

تشریح:

اس شعر میں وجوب تجوید کی دلیل بیان کی گئی ہے پہلے مصرع میں یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کو تجوید کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور دوسرے مصرع میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ہم تک بھی یہ قرآن اسی تجوید کے ساتھ پہنچا ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآنِ مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنا فرض لازم اس لیے ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو تجوید ہی کے ساتھ نازل فرمایا ہے تجوید کا ثبوت کتاب وسنت اور اجماع تینوں سے ہے کتاب اللہ سے ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ﴾ (المزمل: ٤)

یعنی قرآن کو ترتیل اور تبیین سے پڑھو۔ علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں اَیْ جَوِّدْهُ تَجْوِيْدًا رئیس المفسرین سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کی تفسیر تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ سے کی ہے۔

ثبوت بالسنۃ یہ ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں رُبَّ قَارِئٍ لِّلْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ يَلْعَنُهٗ [1] یہ حدیث عام ہے اور ذیل کی تین جماعتوں کو شامل ہے:

(۱) جو قرآن مجید کے حروف کو غلط پڑھے۔ (۲) جو تفسیر ومعنی میں تحریف سے کام لے۔ (۳) جو احکام اور مسائل قرآن پر عمل نہ کرے۔

ثبوت با اجماع یہ ہے کہ آنحضور ﷺ کے مبارک زمانہ سے لے کر آج تک بغیر کسی اختلاف کے امت کا تجوید کے وجوب پر اجماع رہا ہے یہ ایک قوی اور زبردست حجت اور دلیل ہے۔

---

[1] روح المعانی جلد ١١، ص ٣٦٥ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔ تفسیر آیت ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ﴾ (سورۃ فاطر)

فائدہ:...... وَلِاَنَّـهٗ کی ضمیر شان ہے اس کا مرجع قرآن ہے بِـهٖ کی ضمیر کا مرجع تجوید ہے اور مِـنْـهُ کی ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے اَنْـزَلَا اور وَصَلَا دونوں کا الف اطلاقی ہے اور الف اطلاقی وہ ہوتا ہے جو قافیہ بندی کے لیے زائد کیا جاتا ہے۔

(۳۰/۲۹): وَهُـوَ اَيْـضًا حِـلْـيَـةُ التِّـلَاوَةِ

وَ زِيْـنَـــةُ الْاَدَآءِ وَ الْـــقِـــرَآ ءَةِ

ترجمہ:

اور وہ (علم تجوید) تلاوت کا زیور بھی ہے اور فن ادا اور علم قرآءت کے لیے زینت ہے۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے قرآنِ مجید کو تجوید سے پڑھنے کا ظاہری فائدہ بتلایا ہے اور وہ یہ ہے کہ تجوید قرآن کی زینت ہے مطلب یہ ہے کہ تجوید کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے سے جہاں واجب پر عمل ہوتا ہے وہاں اس کا یہ فائدہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے تلاوت میں حسن و زینت آجاتا ہے اور قرآءت عمدہ معلوم ہوتی ہے شعر میں لفظ حِلْيَہ اور زِيْنَۃ سے ناظمؒ کا اشارہ اس حدیث کی طرف ہے زَيِّـنُوا الْقُرْآنَ بِاَصْوَاتِكُمْ ❶ اپنی آوازوں کے ساتھ قرآن کو زینت دو حَسِّـنُوا الْـقُـرْآنَ بِـاَصْوَاتِكُمْ فَاِنَّ الصَّوْتَ الْـحَسَـنَ يَـزِيْدُ الْقُرْآنَ حُسْنًا ❷ قرآن کو اپنی آوازوں سے آراستہ کرو کیونکہ اچھی آواز سے قرآن کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے۔ ناظمؒ نے شعر میں تجوید کو تین چیزوں کی

❶ احياء العلوم، ص ۲۹۷.

❷ مشكوة المصابيح ص ۱۹۱، جلد اوّل مكتبه رحمانيه اردو بازار لاهور.

زینت بتایا ہے۔ (۱) تلاوت۔ (۲) اداء۔ (۳) قرآءت۔ ان تینوں میں اصطلاحی فرق یہ ہے کہ تلاوت مسلسل پڑھے جانے کو کہتے ہیں۔ اور اداء اساتذہ سے حاصل کرنے کو کہتے ہیں اور قرآءت عام ہے یعنی شاگرد خود پڑھے یا استاد سے پڑھے یہ تلاوت اور ادا دونوں کو شامل ہے رفتار کے اعتبار سے قرآءت کے تین طریقے ہیں:

(۱) ترتیل۔ (۲) تدویر۔ (۳) حدر۔ اوّل یہ کہ ٹھہر ٹھہر کر اطمینان کے ساتھ پڑھے اس کو ترتیل کہتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ جلدی جلدی پڑھا جائے اس کو حدر کہتے ہیں۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ترتیل اور حدر کے درمیان پڑھا جائے یعنی نہ بہت اطمینان کے ساتھ ہو اور نہ بہت جلدی جلدی ہو اس کو تدویر کہتے ہیں تینوں طریقوں میں تجوید کا دھیان رکھنا ضروری ہے۔

فائدہ:...... هُوَ ضمیر کا مرجع تجوید ہے۔

(۴/۳۰): وَهُوَ إِعْطَاءُ الْحُرُوفِ حَقَّهَا

مِنْ صِفَةٍ لَّهَا وَمُسْتَحَقَّهَا

ترجمہ:

اور وہ تجوید دینا ہے حرفوں کو حق ان کا یعنی (صفت لازمہ) اور ان صفات کے مقتضیات کا دینا ہے۔

نوٹ:...... مُسْتَحَقَّهَا سے صفات عارضہ مراد ہیں۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے تجوید کی اصطلاحی تعریف بیان فرمائی ہے اور اس تعریف کو اگلے شعر کے پہلے مصرع میں مکمل کیا ہے تجوید کا لغوی معنی ہے کسی کام کو عمدگی کے ساتھ

کرنا اور قراءِ کرام کی اصطلاح میں حروف عربیہ کو ان کے مخارج اور صفات سے صحیح طور پر ادا کرنا یعنی حروف کو ان کے مخارج سے نکالنے کے بعد ان کا حق اور مستحق دیا جائے حق سے مراد صفات لازمہ ہے مثل ہمس، جہر، شدت، رخوت وغیرہ اور مستحق سے مراد صفات عارضہ مثلاً اظہار، ادغام، اخفا، قلب وغیرہ۔

سوال:...... یہاں ناظمؒ پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ حروف کو ان کے مخرج سے نکالنا ہی تو تجوید کی تعریف میں داخل ہے جیسا کہ اگلے شعر کے پہلے مصرع میں بیان کریں گے۔ لیکن صفات کو مخارج پر مقدم کرنا محل اشکال ہے کیونکہ مخارج ذات ہیں اور صفات کیفیات ہیں اور کیفیات وصفات ذات سے مؤخر ہوتی ہیں۔

جواب:......اس کے دو جواب ہو سکتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اَعْطَاءُ الْحُرُوْفِ میں حروف کا ذکر مخارج کے ذکر کو مستلزم ہے کیونکہ مخارج کے بغیر حروف کے پائے جانے کا کوئی امکان نہیں اور آگے (وَرَدُّ كُلِّ وَاحِدٍ لِّاَصْلِهٖ) میں كُلِّ وَاحِدٍ سے یہی حق اور مستحق مراد ہے مخارج مراد نہیں۔

دوم:...... دوسرا جواب یہ ہے کہ وَرَدُّ كُلِّ وَاحِدٍ سے مراد مخارج ہیں اور مخارج کو صفات سے موخر کرنے سے صفات کی اہمیت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے یعنی مخارج کی صحت تو عموماً ہو جاتی ہے مگر صفات میں کوتاہی بہت ہوتی ہے اس کوتاہی سے بچنے کے لیے صفات کو مقدم کیا ہے۔

فائدہ:...... هُوَ ضمیر کا مرجع تجوید ہے اور حَقَّهَا کی ضمیر کا مرجع حروف اور مُسْتَحَقَّهَا کی ضمیر کا مرجع بھی حروف ہے اسی طرح لَهَا کی ضمیر کا مرجع بھی حروف ہیں۔

(۵/۳۱): وَرَدُّ كُلِّ وَاحِدٍ لِأَصْلِهِ
وَاللَّفْظُ فِي نَظِيرِهِ كَمِثْلِهِ

ترجمہ:

اور لوٹانا ہر حرف کو اس کی اصل کی طرف (یعنی ہر حرف کو اس کے مخرج سے ادا کرنا) اور لفظ اپنی نظیر میں مانند اپنے مثل کے ہوتا ہے۔

تشریح:

اس شعر کے پہلے مصرع میں تجوید کی بقیہ تعریف کو بیان کیا گیا ہے اور دوسرے مصرع میں تجوید کا کمال بیان کیا ہے کہ تجوید میں اس امر کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ الفاظ کی ادائیگی میں مساوات پائی جائیں یعنی جس طرح کہ اوّلاً ایک لفظ ادا کیا گیا ہے اگر دوسرا حرف اس جیسا آئے تو اس کو بھی اسی طرح ادا کرنا چاہیے جیسے کہ اوروں کو ادا کیا ہے مثلاً ایک حرف کو پُر یا باریک ادا کیا ہے یا مشدد وغیرہ ادا کیا ہے اور دوسرا حرف اس کے ہم مثل آیا تو اس کو بھی بلا تفاوت اسی طرح ادا کرنا چاہیے جیسا کہ پہلے کو ادا کیا ہے تا کہ دونوں مساوی ادا ہوں ایسا نہ ہو کہ ایک کو اچھی طرح ادا کیا اور دوسرے کو اس کے خلاف ادا کیا تو یہ جائز نہیں ہے۔

فائدہ:...... لِأَصْلِهِ کی ضمیر کا مرجع حرف اور نَظِيرِهِ اور كَمِثْلِهِ کی ضمیر کا مرجع حرف یا لفظ ہے۔

(۶/۳۲): مُكَمَّلًا مِنْ غَيْرِ مَا تَكَلُّفِ
بِاللُّطْفِ فِي النُّطْقِ بِلَا تَعَسُّفِ

ترجمہ:

اس حال میں کہ (وہ قاری) کامل ادا کرنے والا ہو، بغیر کسی تکلف کے ادا میں

عمدگی کے ساتھ بغیر بے راہ ہونے کے۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے قاری کا کمال بیان فرمایا ہے مطلب یہ ہے کہ قاری پر لازم ہے کہ مخارج اور صفات کا لحاظ کرتے ہوئے تلاوت کرے اور بغیر کسی تکلف اور تصنع کے ہونٹوں اور حلق اور زبان کو مشقت میں ڈالے بغیر لطافت سے پڑھتا جائے اور حروف کی ادائیگی میں قاری افراط اور تفریط کا شکار نہ ہو کیونکہ قرآءت بمنزلہ سفیدی کے ہے اگر کم ہو جائے تو گندمی کہلاتا ہے اور زیادہ ہو تو برص کہلاتا ہے لہٰذا قرآن مجید کو اپنے طرز طبعی کے موافق حتی الامکان خوش آوازی سے اس طرح بلا تکلف پڑھتا جائے جیسا کہ اہل عرب پڑھتے ہیں اور کمال کا یہ درجہ بار بار مشق کرنے سے ہی نصیب ہوگا اس شعر میں ناظمؒ نے تین چیزیں بیان فرمائی ہیں۔

مُکَمَّلًا مِّنْ غَیْرِ مَا تَکَلُّفِ میں پہلی چیز بیان فرمائی ہے کہ قاری کسی قسم کے تکلف اور بناوٹ سے کام نہ لیں۔

بِاللُّطْفِ فِی النُّطْقِ میں دوسری چیز بیان فرمائی یعنی حروف قرآنیہ کو لطافت اور نرمی کے ساتھ ادا کرنا چاہیے بعض لوگ ہمزہ ایسے ادا کرتے ہیں کہ ناف ہل جاتی ہے اور بہت سے لوگ عین اور حا کو ادا کرتے وقت ایسے زور سے حلق میں ضرب مارتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ حلق پھٹ جائے گا یہ سب خلاف روایت ہے ایسا کرنے سے لطافت کی جان نکلتی ہے جس سے تلاوت کا حسن جاتا رہتا ہے۔

بِلَا تَعَسُّفٍ میں تیسری چیز بیان فرمائی کہ افراط اور تفریط کا شکار نہ ہو۔

(۳۳/۲): وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ تَرْكِهِ
إِلَّا رِيَاضَةُ امْرِئٍ بِفَكِّهِ

ترجمہ:

اور نہیں ہے اس تجوید کے درمیان اور درمیان اس کو چھوڑنے کے (فرق) مگر آدمی کا ریاضت کرنا اپنے منہ کے ساتھ۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے مجود بننے کا طریقہ بیان فرمایا ہے کہ تجوید کے حاصل کرنے اور نہ کرنے میں کوئی ایسا فرق نہیں ہے کہ جس سے تجوید کا حاصل کرنا دشوار ہو اور مشکل معلوم ہوتا ہو صرف کچھ عرصہ تک مشق اور ریاضت کرنی پڑتی ہے اور اپنے مشائخ کی زبان سے الفاظ قرآنی سن کر ان کو اسی طرح ادا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن پوری پابندی اور پوری توجہ کے ساتھ، ورنہ اس کا حاصل کرنا پھر مشکل ہے تجوید محض کتابوں کو دیکھنے سے یا سننے سے یا پڑھنے سے حاصل نہیں ہوسکتی جب تک پوری مشق وغیرہ نہ کرے البتہ کتابوں سے مدد ضرور ملتی ہے۔

فائدہ:...... بَيْنَهُ اور تَرْكِهِ کی ضمیر کا مرجع تجوید ہے اور بِفَكِّهِ کی ضمیر کا مرجع اِمْرِئٍ ہے۔

تلاوت کے محاسن:

محاسن تلاوت یہ ہیں:

❶ تَرْتِيْل:...... تمام قواعد کا لحاظ کرتے ہوئے قرآنِ مجید کو ٹھہر ٹھہر کر یعنی اطمینان کے ساتھ پڑھنا۔

❷ تَجْوِیْد:...... حروف قرآنیہ کو صحیح طور پر مخارج سے ادا کرنا اور صفات لازمہ اور عارضہ کا خیال رکھنا۔

❸ تَبْیِیْن:...... ہر حرف کو واضح اور صاف ادا کرنا۔

❹ تَرْسِیْل:...... الفاظ کو لطافت کے ساتھ ادا کرنا اور ہر حرف کو اسی طرح پورا پورا ادا کرنا جیسا اس کا حق ہے اور حروف کو چبا کر پڑھنے سے بچنا۔

❺ تَحْسِیْن:...... تجوید کی رعایت کرتے ہوئے لحن عرب کے موافق خوش آوازی کے ساتھ پڑھنا۔

❻ تَوْقِیْر:...... خشوع وخضوع کے ساتھ باوقار طریقہ پر تلاوت کرنا۔

تلاوت کے عیوب:

تلاوت کے عیوب یہ ہیں:

① تَهْمِیْز:...... جہاں ہمزہ نہ ہو وہاں ہمزہ کی آواز پیدا کر دینا۔

② عَنْعَنَة:...... ہمزہ یا کسی دوسرے حرف کی آواز میں عین کی آواز ملا دینا۔

③ تَعْجِیْل:...... اس قدر جلد پڑھنا کہ حروف کٹ جائیں اور آپس میں ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا ہو کر سمجھ میں نہ آئیں۔ اس کو ادماج اور تخلیط بھی کہتے ہیں۔

④ تَطْوِیْل:...... مد کو مقدار سے زیادہ کھینچنا۔

⑤ تَطْنِیْن:...... جس جگہ غنہ نہ ہو وہاں غنہ کرنا۔

⑥ تَرْجِیْع:...... آواز کو حلق میں پھرانا جس سے حرف مکرر ہو جاتا ہے۔

⑦ تَعْوِیْق:...... کلمہ کے درمیان میں وقف کر کے مابعد سے ابتداء کرنا۔

⑧ تَرْعِیْد:...... آواز میں رعشہ پیدا کرنا اور حرکات اور مدات کو ہلانا۔

⑨ تَخْطِیْط:...... ترتیل سے پڑھتے وقت مدات وسکنات میں حد سے زیادہ دیر کرنا۔

١٠ تَمْضِیغ:......حروف کو چبا کر پڑھنا۔

١١ تَنْفِیش:......حرکات کو پورا ادا نہ کرنا۔

١٢ وَثبہ:...... پہلے حرف کو نا تمام چھوڑ کر دوسرے حروف سے شروع کر دینا۔

١٣ تَرْقِیص:......آواز کو نچانا۔

١٤ هَمْهَمَه:......حروف مخفف کو مشدد پڑھنا۔

١٥ زَمْزَمَہ:......گانے کے طرز پر پڑھنا۔

١٦ تَحْزِین:......اس طرح آواز بنا کر پڑھنا جیسے کوئی رو رہا ہو۔

بَابُ اِسْتِعْمَالِ الْحُرُوْفِ ٧

حرفوں کی عملی ادائیگی کا بیان

یہاں سے مصنفؒ حروف کی ادائیگی کے سلسلہ میں چند تنبیہات فرماتے ہیں جن کا قاری کے لیے جاننا ضروری ہے اور اس باب میں سات اشعار ہیں۔

(١/٣٤): فَـرَقِّـقَـنْ مُّسْتَفِلًا مِّـنْ اَحْـرُفِ

وَحَـاذِرَنْ تَـفْـخِـيْـمَ لَـفْـظِ الْاَلِفِ

ترجمہ:

پس ضرور باریک پڑھ تو مستفلہ کو حرفوں میں سے اور ضرور بچ تو تفخیم سے الف کے تلفظ میں۔

تشریح:

اس شعر کے پہلے مصرع میں ناظمؒ نے حروف مستفلہ کو کامل طریقے کے ساتھ

باریک ادا کرنے کا حکم بیان فرمایا ہے جس طرح حروف مفخمہ کی تفخیم کا ناقص ادا ہونا عیب ہے اسی طرح حروف مستفلہ کی ترقیق کا بھی ناقص ادا ہونا عیب ہے۔ دوسرے مصرع میں مصنفؒ نے یہ جو فرمایا ہے کہ الف کی تفخیم سے خوب پرہیز کرو بات یہ ہے کہ الف اگرچہ حروف مستفلہ میں سے ہے لیکن ہمیشہ باریک نہیں پڑھا جاتا۔ بلکہ اس کی تفخیم وترقیق اس کے پہلے حرف کے تابع ہوتی ہے اگر اس سے قبل راء مفخمہ یا لام مغلظہ ہو یا حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہو تو اس کے تابع ہو کر مفخم ہوگا ورنہ باریک پڑھا جائے گا جیسے قَالَ۔ غَافِرِیْنَ۔ رَاحِمِیْن وغیرہ یہ الف مفخمہ کی مثالیں ہیں جو حروف مفخمہ کے بعد واقع ہوا ہے اور الف مرققہ کی مثالیں یہ ہیں۔ مَالِكِ، اِیَّاكَ، تَبَّتْ یَدَا وغیرہ۔

فائدہ:...... وَحَاذِرَنْ تَفْخِیْمَ لَفْظِ الْاَلِفِ ۔الف کے تلفظ میں تفخیم سے بچو گو یہ بات ناظمؒ نے مطلقاً کہی ہے مگر یہ مطلقاً نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ الف جب حروف مرققہ کے بعد ہو تو اس کو باریک پڑھو کیونکہ الف ماقبل کے تابع ہوتا ہے حرف مفخم (تفخیم لازمی ہو یا عارضی) کے بعد مفخم اور حرف مرقق کے بعد مرقق پڑھا جاتا ہے اس کی وضاحت علامہ جزریؒ نے اپنی مایہ ناز تصنیف ''النشر فی القراءات العشر'' میں تحریر فرمائی ہے۔ [1]

(۲۶/۳۵): وَهَمْزَ اَلْحَمْدُ اَعُوْذُ اِهْدِنَا

اَللّٰهَ ثُمَّ لَامَ لِلّٰهِ لَنَا

ترجمہ:

اور (ضرور صفائی سے پڑھو تو) ہمزہ کو اَلْحَمْدُ اور اِهْدِنَا اور اَللّٰهُ کے پھر لام کو لِلّٰهِ

[1] النشر فی القراءات العشر جلد ۱، ص ۱۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان.

اور لَنَا کے۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے فرمایا کہ ہمزہ کو ان چار مقام میں خصوصاً باریک اور صاف پڑھنا چاہیے عام اس سے کہ وہ حروف مرققہ کے قریب واقع ہو جیسے اَلْحَمْدُ، اَعُوْذُ، اِهْدِنَا یا حروف مفخمہ کے جیسے اَللّٰهُ یا حروف رخوہ کے جیسے اِهْدِنَا کی ہا یا حروف متوسطہ کے جیسے اَلْحَمْدُ کا لام اور اَعُوْذُ کی عین اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس کو صاف اور احتیاط سے ادا نہ کیا تو یہ عین سے بدل جاتا ہے جس طرح بعض جاہل قراء سے سننے میں آتا ہے دوسرا یہ کہ ہمزہ مجہورہ وشدیدہ ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ان حروف کی مجاورت اور قربت کی وجہ سے ان میں خلط ہو جائے اور اس کی صفت جہر وشدت جاتی رہے اور چونکہ ان حروف مذکورہ میں خاص طور سے یہ بات پائی جاتی ہے اس لیے مصنف نے ان کو ذکر کر دیا ورنہ ان کی کوئی تخصیص نہیں ہے بلکہ ہر جگہ اس کا خیال رکھا جائے کہ کوئی حرف دوسرے حرف میں مخلوط نہ ہو جائے اور اس سے بدل نہ جائے۔ لفظ اَللّٰهُ کے ہمزہ کو بھی باریک پڑھنا ہے ایسا نہ ہو کہ کہیں یہ مفخمہ کی مجاورت کی وجہ سے پُر ہو جائے جیسا کہ اکثر خیال نہ کرنے سے ایسا ہو جاتا ہے اسی طرح اَللّٰهُ کے لام کو بھی بسبب کسرہ کے جو موجب ترقیق ہے اور لَنَا کے لام کو نون کی مجاورت کی وجہ سے باریک پڑھا جائے۔ [1]

(۳۶/۳۶): وَلْيَتَلَطَّفْ وَعَلَى اللّٰهِ وَلَا الضْ

وَالْمِيْمَ مِنْ مَّخْمَصَةٍ وَّمِنْ مَّرَضْ

ترجمہ:

اور (لام کو) وَلْيَتَلَطَّفْ اور عَلَى اللّٰهِ اور وَلَا الضَّآلِّيْنَ کے اور (باریک پڑھ)

[1] فوائد مرضیہ شرح المقدمۃ الجزریہ ص ٥٤ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

میم کو مَخْمَصَۃٍ اور مَرَضٌ کی۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے فرمایا ہے کہ وَلْیَتَلَطَّفْ کے دونوں لاموں کو دھیان کے ساتھ باریک پڑھو اور خصوصاً اس کے لام ثانی کی ترقیق کا دھیان کرو ایسا نہ ہو کہ بے دھیانی میں طاء کے قریب ہونے کی وجہ سے مفخم ہوجائے اسی طرح عَلَی اللّٰہِ کے پہلے لام کو باریک پڑھو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے بعد جو اسم جلالہ یعنی لفظ اَللّٰہِ کا لام مفخمہ ہے اس سے ملنے کی وجہ سے یہ بھی مفخمہ ہوجائے نیز وَلَا الضَّآلِّیْنَ کے پہلے لام کو جو ضاد کے قبل ہے اور دوسرے لام کو جو ضاد کے بعد ہے باریک پڑھو ایسا نہ ہو کہ ضاد کے قرب کی وجہ سے جو مستعلیہ ہونے کے باعث مفخم ہے دونوں لام پُر ہوجائیں خلاصہ یہ کہ لفظ جلالہ کے لام کے علاوہ ہر لام کو باریک پڑھو خواہ وہ لام اپنے مثل (یعنی لام) سے متصل ہو جیسے لِلّٰہِ اور عَلَی اللّٰہِ خواہ اپنے مجانس سے متصل ہو جیسے لَنَا اور خواہ اس کے بعد حرف استعلاء کا جیسے وَلْیَتَلَطَّفْ کا لام ثانی اور وَلَا الضَّآلِّیْنَ کا لام اوّل خواہ اس سے قبل حروف استعلا ہو جیسے وَلَا الضَّآلِّیْنَ کا لام ثانی اسی طرح مَخْمَصَۃٍ اور مَرَضٌ کے کلمات میں جو میم آرہی ہے ان کی ترقیق کا خاص خیال کرو کہیں یہ میمیں حرف مفخم خاء، صاد، راء اور ضاد کے قریب ہونے کی وجہ سے مفخم نہ ہوجائیں۔

فائدہ:......شعر میں وَلَا الضّ حرف جو بیان کیا ہے وہ ضرورت شعری کی وجہ سے کیا ہے ورنہ یہ صورت نہ تو اختیاری وقف میں درست ہے اور نہ اختباری میں نیز نہ قرآءت کی رو سے صحیح ہے نہ کتابت کے اعتبار سے۔

(۴/۳۷): وَبَـآءَ بَـرْقٍ بَـاطِلٍ بِهِمْ بِذِیْ
وَاحْرِصْ عَلَی الشِّدَّةِ وَالْجَهْرِ الَّذِیْ

ترجمہ:

اور (باریک پڑھ) باء کو بَـرْقٍ۔ بَـاطِلٍ۔ بِهِمْ اور بِذِیْ کی اور کوشش کر صفت شدت اور جہر (کی ادا) پر جو کہ

تشریح:

اس شعر کے پہلے مصرع میں ناظمؒ نے میم کے بیان کے بعد باء کی ترقیق کا بیان فرمایا ہے کیونکہ دونوں کا ایک ہی مخرج ہے یعنی خیال رکھنا چاہیے کہ باء میں بھی تفخیم نہ ہو خصوصاً جب اس کے بعد حروف مفخم ہو جیسے بَـرْقٌ، بَطَلَ، بَقَرَةٌ وغیرہ اس طرح اگر باء اور حرف مفخم کے درمیان الف ہو تو بھی باء کی تفخیم سے بچنا ضروری ہے کیونکہ الف حرف خفی ہے اس کے حائل ہونے کے باوجود حرف مفخم کی تفخیم کا اثر باء کی ترقیق پر نہیں ہو سکتا جیسے بَـاغٍ، بَـاطِلٍ، وَالْأَسْبَاطِ اسی طرح بِهِمْ، بِذِیْ کی باء کو حرف رخوہ کہ وہ ہا ہے اور حرف ضعیف کہ وہ ذال ہے مجاورت کی وجہ سے باریک پڑھو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حرف خفی اور حرف ضعیف آنے کی وجہ سے باء کی شدت اور جہر دونوں قوی صفتوں کے متاثر ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لیے آگے باء اور میم ان دونوں صفتوں کی ادا پر زور دیتے ہیں۔

(۵/۳۸): فِیْهَا وَفِی الْجِیْمِ كَحُبِّ الصَّبْرِ
رَبْوَةٍ اجْتُثَّتْ وَحَجِّ الْفَجْرِ

ترجمہ:

ــــــاس (باء) میں اور جیم میں ہیں جیسے حُبِّ الصَّبْرِ، رَبْوَةٍ، اُجْتُثَّتْ، حَجِّ اور الْفَجْرِ۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے یہ فرمایا ہے کہ باء اور جیم میں جو صفت شدت اور جہر ہے اس کو خوب خیال سے ادا کرو کیونکہ اگر ان میں یہ دونوں صفتیں ادا نہ کی گئیں تو باء مشابہ فاء کے اور جیم مشابہ شین کے ادا ہوگا ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ جیم کو خصوصیت سے بیان کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اہل مصر اور شام اس کو اس کے مخرج سے صحیح ادا نہیں کرتے بلکہ اس طرح ادا کرتے ہیں کہ زبان منتشر ہو جاتی ہے جس سے جیم مشابہ شین کے ہو جاتا ہے اسی طرح بعض اہل یمن اس کے ادا کرتے وقت مخرج میں زبان کو مرتفع کر دیتے ہیں جس سے وہ کاف کے مشابہ ہو جاتا ہے بالخصوص جبکہ اس کے بعد بعض حروف مھموسہ واقع ہو اس لیے اس وقت جہر اور شدت کا تحفظ نہایت ضروری ہے۔ ❶

مصنفؒ نے تین مثالیں باء کی حُبِّ، اَلصَّبْرِ، رَبْوَةٍ اور تین مثالیں جیم کی یعنی اُجْتُثَّتْ، حَجِّ اور فَجْرِ پیش کی ہیں۔

(۳۹/۶): وَبَیِّنَنْ مُّقَلْقَلًا اِنْ سَکَنَا

وَاِنْ یَّکُنْ فِی الْوَقْفِ کَانَ اَبْیَنَا

ترجمہ:

اور خوب ظاہر کر حروف قلقلہ کو جب وہ ساکن ہو اور اگر ہو وقف میں تو زیادہ ظاہر ہوگا۔

تشریح:

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ حروف قلقلہ میں سے جن کا مجموعہ قُطْبُ جَدٍّ ہے کوئی

---

❶ المنح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریہ، ص ۳۸ مطبوعہ قرآءت اکیڈمی لاہور۔

حرف ساکن بسکون اصلی لازمی ہو جیسے یَقْطَعُوْنَ وغیرہ تو اس کے سکون یعنی قلقلہ کو ظاہر کر کے پڑھنا چاہیے اور اگر سکون وقفی ہو یعنی وقف کے سبب سکون آیا ہو یا پہلے ہی سے سکون اصلی ہو اور پھر اس پر وقف کیا جائے جیسے فَارْغَبْ وغیرہ اس وقت قلقلہ اچھی طرح ظاہر کیا جائے گا جیسے بَرْقٌ، مُحِيطٌ وغیرہ چنانچہ ناظمؒ نے اپنے قول وَاِنْ يَّكُنْ فِي الْوَقْفِ كَانَ اَبْيَنَا سے اسی کو بیان فرمایا ہے قلقلہ کی پھر تین قسمیں ہیں: (۱) ضعیف۔ (۲) قوی۔ (۳) اقویٰ۔

(۱) ضعیف: یہ ہے کہ حروف قلقلہ کو حالت وصل میں ساکن پڑھا جائے تو اس پر قلقلہ ادنیٰ درجہ کا ہے جیسے خَلَقْنَا، اَبْوَابًا، اَطْوَارًا اور وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ وغیرہ۔

(۲) قوی: اس وقت ہے جبکہ حروف قلقلہ موقوف علیہ ہوں اور غیر مشدد ہو اس وقت قلقلہ پہلی حالت کی نسبت زیادہ قوی ہوگا جیسے فَرْغَبْ، فَانْصَبْ، فَلَقْ وغیرہ۔

(۳) اقویٰ: اس وقت ہے جبکہ حروف قلقلہ موقوف علیہ مشدد ہوں جیسے بِغَيْرِ الْحَقِّ، وَتَبَّ وغیرہ۔ [1]

(۴۰/۷): وَحَآءَ حَصْحَصَ اَحَطْتُّ الْحَقّْ

وَسِيْنَ مُسْتَقِيْمَ يَسْطُوْا يَسْقُوْا

ترجمہ:

اور (خوب باریک کر) حاء کو حَصْحَصَ، اَحَطْتُّ، اَلْحَقُّ کی اور سین کو مُسْتَقِيْمَ، يَسْطُوْنَ اور يَسْقُوْنَ کے۔

تشریح:

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ حَصْحَصَ کی دونوں حاء کو اور اَحَطْتُّ اور اَلْحَقُّ کی

[1] ملخصاً الجواهر النقيه شرح المقدمة الجزريه، ص ۹۱، ۹۲.

حاء کو حروف استعلاء کی مجاورت کی وجہ سے اگرچہ بواسطہ ہی ہو صفت انفتاح اور استفال کے ساتھ باریک پڑھنا چاہیے اسی طرح یَسْطُوْنَ اور یَسْقُوْنَ کے سین کو طاء اور قاف کی وجہ سے باریک پڑھو کیونکہ طاء اور قاف حرف مستعلیہ اور شدیدہ میں سے ہیں اور سین حروف مستفلہ رخوہ میں سے ہے اس لیے کہیں ان کی وجہ سے یہ بھی پُر نہ ہو جائے۔

فائدہ:......اس شعر کا تعلق حَاذِرَنْ اور بَیِّنَنْ دونوں سے ہو سکتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ بَیِّنَنْ سے ہو۔ یَسْطُوْنَ اور یَسْقُوْنَ کو ناظمؒ نے وزن شعری کی وجہ سے پورا نہیں کیا۔

بَابُ الرَّآءَاتِ ۳

راء کی حالتوں کا بیان

اس باب میں ناظمؒ نے راء کا حکم بیان فرمایا ہے باب الرّاءات پر سوال ہوتا ہے کہ راء تو ایک ہے جمع کیوں لائے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ راء تو ایک مفرد حرف ہے لیکن اس کے اقوال اور اقسام مختلف اور بہت ہیں ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جمع لائے ہیں جمہور کی رائے کے مطابق راء میں اصل تفخیم ہے جیسے علامہ شاطبیؒ نے اختیار کیا ہے فقال

وَفِیْمَا عَدَا هٰذَا الَّذِیْ قَدْ وَصَفْتُهٗ
عَلَی الْاَصْلِ بِالتَّفْخِیْمِ کُنْ مُتَعَمِّلًا ❶

(۱/۴۱): وَرَقِّقِ الرَّآءَ اِذَا مَا کُسِرَتْ
کَذَاکَ بَعْدَ الْکَسْرِ حَیْثُ سَکَنَتْ

ترجمہ:

اور باریک پڑھ راء کو جب وہ کسرہ دی گئی ہو اسی طرح (یعنی باریک پڑھو) بعد

---

❶ حرز الامانی ووجہ التھانی، ص ۲۸۔ المعروف شاطبیہ مطبوعہ قرآءت اکیڈمی لاہور۔

کسرہ کے جب وہ ساکن ہو۔

تشریح:

ناظمؒ نے اس شعر کے پہلے مصرعہ میں بیان فرمایا کہ جب راء پر کسرہ ہو چاہے وہ کلمہ کے شروع میں واقع ہو یا درمیان میں یا آخر میں اور خواہ اس پر کسرہ اصلی ہو یا عارضی یا ناقصہ ہو یعنی روم واختلاس کی وجہ سے پورا نہ پڑھا جاتا ہو تو اس راء کو باریک پڑھیں گے جیسے رِسٰلٰتِ، رِضْوَانًا اور وَاَنْذِرِ النَّاسَ وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ راء امالہ والی بھی باریک ہوگی کیونکہ فتحہ کسرہ کی طرف مائل ہوتا ہے اس لیے اس راء کو بھی کسرہ کی وجہ سے باریک پڑھیں گے اس کے مفہوم مخالف سے یہ نکلا کہ راء زبر اور پیش والی پُر ہوگی تو یہاں سے دو باریک اور دو پُر کی قسمیں نکلیں۔

شعر کے دوسرے مصرعہ میں ناظمؒ نے راء کی ترقیق کا ایک دوسرا قاعدہ کلیہ بتایا ہے یعنی مثل راء مکسورہ کے وہ راء بھی باریک پڑھی جاتی ہے جو کہ ساکن ہو اور بعد کسرہ کے واقع ہو جیسے فِرْعَوْنَ وغیرہ مگر اس راء کے باریک پڑھنے کے لیے دو شرطیں ہیں جو مصنفؒ نے اگلے شعر میں بیان فرمائی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ راء ساکنہ ماقبل ساکن ما قبل کسرہ ہو تو راء باریک ہوگی یہ صورت حالت وقف میں ہوتی ہے اس کے مفہوم مخالف سے معلوم ہوا کہ راء ساکن ماقبل زبر یا پیش ہو تو راء پُر ہوگی اسی طرح راء ساکن اس سے پہلے بھی ساکن اور اس سے پہلے زبر یا پیش ہو تو یہ راء پُر ہوگی یہ صورت بھی حالت وقف میں ممکن ہے۔

(٢٦/٤٢): اِنْ لَّمْ تَكُنْ مِّنْ قَبْلِ حَرْفِ اسْتِعْلَا

اَوْ كَانَتِ الْكَسْرَةُ لَيْسَتْ اَصْلَا

ترجمہ:

اگر نہ ہو وہ (راء ساکنہ بعد الکسر) پہلے حرف استعلا سے اور نہ ہو (ماقبل کا) کسرہ

غیر اصلی۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے راء ساکن ماقبل مکسور کے باریک ہونے کی دو شرطیں بیان کی ہیں یعنی راء ساکنہ ماقبل مکسور اس وقت باریک پڑھی جائے گی جبکہ اس کے بعد حرف مستعلیہ نہ ہو ورنہ یہ پُر ہوگی جیسے مِرْصَادًا اور اِرْصَادًا، قِرْطَاسٍ اور فِرْقَةٍ قرآنِ مجید میں یہی چار کلمات آئے ہیں دوسری شرط یہ ہے کہ اس راء ساکنہ سے پہلے کسرہ عارضی یا غیر اصلی یا کسرہ منفصلہ نہ ہو بلکہ اصلی اور متصلہ ہو کیونکہ کسرہ عارضی و منفصلہ ہونے کی صورت میں یہ راء پُر ہوگی باریک نہ ہوگی جیسے اِرْجِعِیْ، اِرْتَابُوْا وغیرہ۔

فائدہ:...... راء مشددہ حکم میں ایک راء کے ہوتی ہے پس یہ اپنی حرکت کے اعتبار سے باریک یا پُر پڑھی جاتی ہے نہ کہ پہلے کی حرکت کے اعتبار سے جیسے فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ، دُرِّیٌّ وغیرہ۔

خلاصہ:...... راء ذیل کی گیارہ حالتوں میں باریک ہوتی ہے۔

(۱) راء کا کسرہ اصلی ہو۔ (۲) راء کا کسرہ عارضی ہو۔ (۳) راء ساکن ہو اور اس سے پہلے اسی کلمہ میں کسرہ لازمی ہو اور اس کے بعد اسی کلمہ میں استعلاء کا حرف نہ ہو۔ (۴) راء میں امالہ ہو رہا ہو۔ (۵) راء وقف کی وجہ سے ساکن ہو اور اس سے پہلے کسرہ ہو۔ (۶) راء پیش والی پر اشمام سے وقف ہو اور اس سے پہلے کسرہ ہو۔ (۷) کسرہ والی راء پر روم سے وقف کیا جائے۔ (۸) راء پر وقف بالاسکان کیا ہو اور اس سے پہلے یاء ساکنہ ہو۔ (۹) راء پر اشمام سے وقف کیا ہو اور اس سے پہلے یاء ساکنہ ہو۔ (۱۰) راء پر اسکان سے وقف کیا جائے اور اس سے پہلے یاء کے علاوہ کوئی اور حرف ساکن ہو اور راء سے پہلے تیسرے حرف پر کسرہ ہو۔ (۱۱) راء پر اشمام سے وقف ہو اور اس سے پہلے یاء

کے علاوہ کوئی ساکن ہو اور راء سے پہلے تیسرے حرف کا کسرہ ہو۔

ذیل کی چودہ صورتوں میں راء پُر ہوتی ہے:

(۱) راء پر فتحہ ہو۔ (۲) ضمہ ہو۔ (۳) ضمہ والی راء پر روم کے ساتھ وقف کیا جائے۔ (۴۔۵) راء ساکن سے پہلے فتحہ یا ضمہ ہو۔ (۶۔۹) راء پر اسکان سے یا اشمام سے وقف ہو اور اس سے پہلے فتحہ ہو یا ضمہ ہو۔ (۱۰۔۱۱) راء سے پہلے یاء کے علاوہ کوئی حرف ساکن ہو اور اس سے پہلے حرف پر فتحہ یا ضمہ ہو۔ (۱۲ تا ۱۴) را ساکنہ سے پہلے کسرہ دوسرے کلمہ میں ہو یا اسی کلمہ میں ہو لیکن عارضی ہو یا کسرہ تو اصلی ہو اور اسی کلمہ میں بھی ہو لیکن راء کے بعد اسی کلمہ میں استعلاء کا حرف ہو۔ [1]

اور ذیل کی سات صورتوں میں راء مختلف فیہ ہے:

[۱] جو کل چار جگہ قرآن مجید میں آیا ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے:

❶ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖ۔ (یوسف)

❷ مُلْكُ مِصْرَ۔ (الزخرف)

❸ اُدْخُلُوْا مِصْرَ۔ (یوسف)

❹ بِمِصْرَ بُيُوْتًا۔ (یونس)

[۲] فَاَسْرِ جو کہ تین جگہ آیا ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے:

① فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ۔ (ھود)

② فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ۔ (الدخان)

③ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ۔ (الحجر)

---

[1] العطایا الوھبیہ شرح المقدمۃ الجزریہ الشیخ رحیم بخش پانی پتیؒ، ص ۱۹ مطبوعہ مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان پاکستان۔

۳ اَنْ اَسْرِ جو کہ دو جگہ آیا ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے:

۱ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ۔ (طٰہٰ)

۲ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ اِنَّکُمْ۔ (الشعراء)

۴ نُذُرِ (جو کہ سورۃ قمر میں چھ جگہ ہے)

۵ وَاللَّیْلِ اِذَا یَسْرِ۔ (الفجر)

۶ اَلْجَوَارِ جو کہ تین جگہ آیا ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے:

۱ وَلَہُ الْجَوَارِ۔ (الرحمٰن)

۲ اَلْجَوَارِ فِی الْبَحْرِ۔ (الشوریٰ)

۳ اَلْجَوَارِ الْکُنَّسِ۔ (التکویر)

۷ عَیْنَ الْقِطْرِ (سورۃ سبا میں) وقفاً دو وجہیں ہیں مگر ترقیق بہتر ہے۔

یہ سب وہ کلمات ہیں جن میں وقفاً دو وجہیں جائز ہیں یعنی تفخیم و ترقیق۔ [1]

(۳۱/۴۳): وَالْخُلْفُ فِیْ فِرْقٍ لِّکَسْرٍ یُوْجَدُ
وَاَخْفِ تَکْرِیْرًا اِذَا تُشَدَّدُ

ترجمہ:

اور خلف فِرْقٍ (شعراء، ع ۴) میں بوجہ کسرہ کے پایا جاتا ہے اور چھپا (صفت) تکریر کو جب مشدد ہو (یعنی راء کو نرمی سے ادا کرو۔)

---

[1] تحبیر التجوید از استاذی الشیخ القاری محمد ادریس العاصم فاضل مدینہ یونیورسٹی مدظلہ، ص ۳۰ مطبوعہ قراءت اکیڈمی لاہور۔

تشریح:

اس شعر کے پہلے مصرعہ میں ناظمؒ فرماتے ہیں کہ کُلُّ فِرْقٍ (جو سورۃ الشعراء) میں ہے اس کی راء میں قراء کا اختلاف ہے یعنی اس کو پُر اور باریک دونوں طرح پڑھا گیا ہے جس راء ساکن سے پہلے کسرہ ہو اگر اسی کلمہ میں اس راء کے بعد کوئی حرف مستعلیہ ہو تو وہ راء حروف استعلاء کی وجہ سے پُر پڑھی جائے گی مثالیں گزر چکی ہیں اس قاعدہ کے مطابق لفظ فِــــرْقٍ کی راء بھی پُر ہونی چاہیے لیکن بعض قراء حضرات اس کو باریک پڑھتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ راء ساکنہ کے بعد گو حرف استعلاء ہے لیکن چونکہ وہ مکسور ہے اس لیے کسرہ کی وجہ سے اس کی قوت کم ہوگی پس راء ساکنہ سے پہلے کسرہ ہونے کی وجہ سے حسب قاعدہ مرقق ہوگی اور علامہ دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اَلْوَجْهَانِ جَيِّدَانِ یعنی ترقیق اور تفخیم دونوں وجوہ عمدہ ہیں۔ [1]

پھر دوسرے مصرعہ میں راء کے متعلق ایک خاص تنبیہ فرمائی ہے کہ جب یہ مشدد ہو تو اس میں تکریر کو چھپانا چاہیے یعنی اس کو ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔ رہا یہ اشکال کہ اوپر صفات کی بحث میں تو راء کے بارے میں یہ فرمایا تھا کہ وَبِتَـكْـرِيْـرٍ جُـعِلْ۔ یعنی راء صفت تکریر سے متصف ہے اور یہاں تکریر کے چھپانے اور اس کے ظاہر نہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ وَبِتكْرِيْرٍ جُعِلْ میں جس تکریر کا ذکر ہے اس سے مراد مشابہت تکرار ہے جبکہ اس شعر میں تکرار حقیقی کو چھپانے کا حکم دیا ہے لہٰذا یہ دونوں الگ الگ حکم ہیں۔

---

[1] الحواشی المفهمه شرح المقدمة الجزريه، ص ۳۸ مطبوعہ قرآت اکیڈمی لاہور۔

بَابُ اللَّامَاتِ ⓫

لام کی حالتوں کا بیان

اس باب میں ناظمؒ نے پُر لام کے قاعدے بیان کیے ہیں بَابُ اللَّامَاتِ پر سوال ہوتا ہے کہ لام ایک ہے جمع کیوں لائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ لام کی مختلف اقوال واقسام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جمع لائے ہیں جیسے لام تعریف لام تاکید لام امر اور لام نہی وغیرہ ان تمام قسموں میں سے صرف اسم جلالہ پُر پڑھا جاتا ہے وہ بھی اس شرط پر کہ اس کے ماقبل فتحہ یا ضمہ ہو باقی تمام لام باریک پڑھے جاتے ہیں لام میں ترقیق اکثر اور تفخیم اقل ہے اس لیے ناظمؒ نے اس رسالہ کے اختصار کو سامنے رکھتے ہوئے صرف تفخیم کا قاعدہ بیان فرمایا ہے اسی سے ترقیق کے قواعد نکالے جاسکتے ہیں۔

(1/44): وَفَخِّمِ اللَّامَ مِنَ اسْمِ اللّٰهِ

عَنْ فَتْحٍ اَوْ ضَمٍّ كَعَبْدُ اللّٰهِ

ترجمہ:

اور پُر پڑھ لام کو اللہ کے نام میں بعد فتحہ یا ضمہ کے جیسے عَبْدُ اللّٰهِ ۔

تشریح:

لام اسم جلالہ کا قاعدہ یہ ہے کہ جب اس سے پہلے فتحہ یا ضمہ ہو تو یہ لام پُر ہوگا جیسے اَرَادَ اللّٰهُ، رَفَعَهُ اللّٰهُ اور اگر اس لام سے پہلے کسرہ ہو تو باریک ہوگا جیسے لِلّٰهِ اور یہی حکم اَللّٰهُمَّ کا ہے یہ اصل میں یَا اَللّٰهُ تھا یاء کو حذف کرکے آخر میں میم لگا دی لہٰذا اس سے پہلے حرف مفتوح یا مضموم ہوگا تو اس کا لام بھی پُر ہوگا جیسے قَالُوا اللّٰهُمَّ، مَرْيَمَ اللّٰهُ اور

اس کے ماقبل اگر حرف مکسور ہو تو اس کا لام باریک ہوگا جیسے قُلِ اللّٰهُمَّ۔

فائدہ:......مَاوَلِّھُمَّ کا لام بھی باریک پڑھا جائے گا کیونکہ یہ لام لفظ اللہ کا نہیں۔

بَابُ الْاِسْتِعْلَاءِ وَالْاِطْبَاقِ ۵

استعلاء اور اطباق کا بیان

اس باب میں ناظمؒ نے استعلاء اور اطباق کی تفخیم اور دوسری صفات کے خاص اہتمام کا بیان کیا ہے۔

(۱/۴۵): وَحَرْفَ الاِسْتِعْلَاءِ فَخِّمْ وَاخْصُصَا

اِلاطْبَاقَ اَقْوٰی نَحْوُ قَالَ وَالْعَصَا

ترجمہ:

اور حرف استعلاء کو پُر پڑھ اور خاص کر حرف اطباق کو (مزید تفخیم کے ساتھ) دراں حال کہ وہ زیادہ قوی (تفخیم) ہوتا ہے جیسے قَالَ اور عَصَا۔

تشریح:

یعنی سات حروف مستعلیہ خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ کو جن کا باب صفات لازمہ میں ذکر آچکا ہے مفخم پڑھنا چاہیے کیونکہ تفخیم ان کی ذاتی اور لازمی صفت ہے جو ہر حال میں پائی جاتی ہے خصوصاً حروف مطبقہ کو جو کہ ص، ض، ط، ظ، چار حرف ہیں کیونکہ ان کی تفخیم بہ نسبت حروف مستعلیہ کے زیادہ قوی ہے پس ان دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہوئی اس لیے کہ ہر مطبقہ مستعلیہ ہے اور ہر مستعلیہ مطبقہ نہیں ہے۔ مثال مستعلیہ وغیر مطبقہ کی قَالَ اور مثال مستعلیہ اور مطبقہ کی عَصَا۔

ناظمؒ کا قاف اور صاد کو مثالوں میں لانے سے ایک باریک نکتہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے وہ یہ کہ قاف حروف مستعلیہ غیر مطبقہ میں سے سب سے قوی ہے اور ص حروف مطبقہ میں سب سے زیادہ ضعیف ہے گویا ناظمؒ فرمانا چاہتے ہیں کہ حروف مستعلیہ غیر مطبقہ خواہ کتنا ہی قوی ہو حرف مطبقہ کے مقابلے میں اس کی تفخیم ناقص ہوگی خواہ وہ حرف مطبقہ اطباق والے حرفوں میں اضعف ہی کیوں نہ ہوں۔ [1]

(۲/۴۶): وَبَيِّنِ الْإِطْبَاقَ مِنْ اَحَطْتُّ مَعْ
بَسَطْتَّ وَالْخُلْفُ بِنَخْلُقْكُّمْ وَقَعْ

ترجمہ:

اور ظاہر کر اطباق کو اَحَطْتُّ میں معہ بَسَطْتَّ وغیرہ کے اور خلف اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ میں واقع ہوا ہے۔

تشریح:

ناظمؒ فرماتے ہیں کہ صفت اطباق جو لفظ اَحَطْتُّ اور بَسَطْتَّ کی طاء میں پائی جاتی ہے اس کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہیے تا کہ طاء جو مطبقہ مستعلیہ مجہورہ ہے تا منفتحہ مستفلہ مہموسہ کے مشابہ نہ ہو جائے اور یہی حکم عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ اور مَا فَرَّطْتُّم کی طاء کا ہے ناظمؒ نے اختصار کے پیش نظر صرف دو کلمات کو بیان کیا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ لفظ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ جو سورۃ مرسلات میں ہے اس میں اختلاف ہے کہ نَخْلُقْكُّمْ کے قاف کا جب کاف میں ادغام کیا جاتا ہے تو حرف قاف کی صفت استعلاء باقی رہے گی یا نہیں رہے گی اور مصنفؒ نے اپنی کتاب تمہید میں فرمایا ہے کہ صفت استعلاء کا قاف میں باقی رکھنا مکیؒ وغیرہ کا مذہب ہے اور ثانی مذہب علامہ دانی کا ہے اور

[1] المنح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریہ، ص ٤٤ ملا علی قاریؒ مطبوعہ قرآءت اکیڈمی۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک دونوں وجہیں حسن ہیں [1] اور مصنفؒ نے اپنی کتاب النشر میں کہا ہے کہ محض ادغام کرنا روایت کے لحاظ سے زیادہ صحیح اور قیاس کے لحاظ سے مناسب تر ہے۔ [2]

(۳/۴۷): وَاحْرِصْ عَلَى السُّكُوْنِ فِيْ جَعَلْنَا

أَنْعَمْتَ وَالْمَغْضُوْبِ مَعْ ضَلَلْنَا

ترجمہ:

اور کوشش کر سکون کو (ادا کرنے) پر جَعَلْنَا، أَنْعَمْتَ اور الْمَغْضُوْبِ میں بمعہ ضَلَلْنَا کے۔

تشریح:

اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ لفظ جعلنا میں لام کے سکون کو اور أَنْعَمْتَ میں نون و میم کے سکون کا اور الْمَغْضُوْبِ میں غین کے سکون کو اور ضَلَلْنَا میں دوسرے لام کے سکون کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہیے تا کہ یہ حروفِ ساکنہ متحرک نہ ہو جائیں جیسا کہ بعض جاہل ان کو متحرک ادا کر دیتے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ ان مواضع میں سکون کی حفاظت کا دھیان ضروری ہے جہاں ترکِ سکون سے بے جگہ ادغام ہونے کا اندیشہ ہو جیسے جَعَلْنَا اور ضَلَلْنَا اور اس قسم کے دیگر اور کلمات جہاں خیال نہ کرنے سے نون میں لام کا ادغام ہو جاتا ہے۔

فائدہ:...... مصنفؒ نے جو مثالیں ذکر فرمائیں ہیں ان میں کوئی انحصار نہیں ہے بلکہ ہر جگہ پر ساکن کے سکون کو ظاہر کر کے پڑھنا ضروری ہے خاص کر جہاں ادغام کا

[1] التمهيد في علم التجويد ص ۱۵۰ مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت لبنان.

[2] النشر في القراءات العشر جلد دوم، ص ۱۷ مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت لبنان.

بھی احتمال پایا جاتا ہو اور وصلاً اور روایتاً ادغام جائز نہ ہو۔

(۴۸/۴۸): وَخَلِّصِ انْفِتَاحَ مَحْذُوْرًا عَسٰی

خَوْفَ اشْتِبَاهِهٖ بِمَحْظُوْرًا عَصٰی

ترجمہ:

اور صفائی سے ادا کر (صفت) انفتاح کو مَحْذُوْرًا اور عَسٰی کی بوجہ خوف ہونے ان کے ہمشکل ہو جانے کے مَحْظُوْرًا اور عَصٰی کے ساتھ۔

تشریح:

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ سورۃ بنی اسرائیل کے دوسرے رکوع میں مَحْظُوْرًا (بالظاء) ہے اور اسی سورت کے چھٹے رکوع میں مَحْذُوْرًا (بالذال) آیا ہے ظاء حرف مطبقہ میں سے ہے اور ذال حروف منفتحہ میں سے اگر ظاء کی صفت اطباق ادا نہ ہو تو مَحْظُوْرًا مَحْذُوْرًا بن جائے گا اسی طرح اگر مَحْذُوْرًا کی ادائیگی کے وقت انفتاح کے بجائے اطباق ادا ہوا تو مَحْذُوْرًا کا مَحْظُوْرًا کے ساتھ اشتباہ لازم آئے گا اسی طرح عَصٰی اور عَسٰی کو لے لو کہ سورۃ مزمل کے پہلے رکوع میں ہے عَصٰی (بالصاد) اور سورۃ بنی اسرائیل کے آٹھویں رکوع میں عَسٰی (بالسین) ہے۔ سین اور صاد کا مخرج متحد ہے اور جن حرفوں کا مخرج ایک ہے وہ اپنی اپنی صفات میں باہم ممتاز ہوتے ہیں لہٰذا اگر ان میں سے ہر ایک کو اور ایسے ہی ہر حرف متحد فی المخرج کو ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا کر کے نہ پڑھا گیا تو یہ آپس میں ایک دوسرے کے مشابہ ہو جائیں گے۔ (خوب سمجھ لو)

(۴۹/۵): وَرَاعِ شِدَّةً بِكَافٍ وَّبِتَا
كَشِرْكِكُمْ وَتَتَوَفّٰى فِتْنَتَا

ترجمہ:

اور خیال رکھ (صفت) شدت کا کاف اور تاء میں جیسے شِرْكِكُمْ اور تَتَوَفّٰى اور فِتْنَةً۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے کاف اور تاء کی صفت شدت کا خاص خیال رکھنے کا حکم فرمایا ہے کیونکہ ان دونوں کے مہموسہ ہونے کی وجہ سے باقی حروف شدیدہ کے مقابلہ میں ایک گونہ ضعف پایا جاتا ہے ایسا نہ ہو کہ ہمس کی وجہ سے شدت چھوٹ جائے اور یہ دونوں حروف بجائے شدیدہ کے رخوہ ہوجائیں خصوصاً جب دو کاف اور دو تاء اکٹھی ایک جگہ آرہی ہوں تو شدت کی ادائیگی کا خیال رکھنا اور ضروری ہوجاتا ہے جیسے يَكْفُرُوْنَ، بِشِرْكِكُمْ، مَنَاسِكَكُمْ اور تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وغیرہ اس میں ایک غلطی یہ بھی پائی جاتی ہے کہ بہت سے لوگ کاف اور تاء میں ہاء کی آمیزش کر کے کھا، تھا پڑھتے ہیں اور بعض لوگ اس میں صفت صفیر ادا کرتے ہیں اس سے بچنا ضروری ہے۔ استاذ القراء والمجودین الشیخ القاری المقری اظہار احمد تھانویؒ فرماتے ہیں سچ ہے سَلِ الْمُجَرَّبَ وَلَا تَسْئَلِ الْحَكِيْمَ۔

فائدہ:...... علامہ جزریؒ نے جن عیوب پر متنبہ کیا ہے وہ ان کے بہترین تجربات کا آئینہ دار ہے پہلے ہمیں بھی یہ بات بے جوڑ نظر آیا کرتی تھی کہ کاف وتاء کو سین سے کون بدلتا ہوگا لیکن پڑھاتے وقت ایسے متعدد طلباء سننے میں آئے کہ کاف وتاء ساکنہ میں صفیر نکالتے

ہیں حقیقت یہ ہے کہ حروف کی ادائیگی کے عیوب عقل سے نہیں ہوتے بلکہ تجربات کی روشنی میں دریافت ہوتے ہیں۔ ❶

بَابُ الْإِدْغَامِ ۲

ادغام کا بیان

(۱/۵۰): وَاَوَّلَـیْ مِثْلٍ وَّجِنْسٍ اِنْ سَكَنْ

اَدْغِمْ كَقُلْ رَّبِّ وَبَلْ لَّاوَاَبِنْ

ترجمہ:

اور متماثلین اور متجانسین کے پہلے حرف اگر ساکن ہوں تو (ان کا مابعد کے حرف متحرک میں ادغام کر جیسے قُلْ رَّبِّ اور بَلْ لَّا اور اظہار کر۔

(۲/۵۱): فِیْ یَوْمِ مَعْ قَالُوْا وَهُمْ وَقُلْ نَعَمْ

سَبِّحْهُ لَا تُزِغْ قُلُوْبَ فَالْتَقَمْ

ترجمہ:

فِیْ یَوْمٍ میں ساتھ ہی قَالُوْا وَهُمْ میں اور قُلْ نَعَمْ اور سَبِّحْهُ اور لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا اور فَالْتَقَمَهُ میں۔

تشریح:

ناظمؒ نے مذکورہ بالا دو شعروں میں مختصر مگر جامع طریقہ سے ادغام کا محل۔ مثلین و متجانسین۔ ادغام کی شرط اور ادغام مواقع بیان فرمائے ہیں۔

❶ الجواهر النقيه شرح المقدمة الجزرية ص ١١٤ للشيخ المقرى اظهار احمد تهانویؒ.

ادغام کی تعریف:

ادغام کے لغوی معنی ہیں اِدْخَالُ الشَّیْءِ فِی الشَّیْءِ یعنی ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنا پہلے حرف کو مدغم اور دوسرے کو مدغم فیہ کہتے ہیں۔

ادغام کی اصطلاحی تعریف:

ساکن حرف کو متحرک حرف کے ساتھ ملا کر اس طرح پڑھنا کہ وہ دونوں ایک ایسا مشدد حرف ہو جائیں جن کی ادا میں زبان ایک مرتبہ اٹھے۔ [1]

ادغام کا سبب:

ادغام کے تین سبب ہیں: (۱) مثلین۔ (۲) متجانسین۔ (۳) متقاربین۔

(۱) ادغام مثلین ایسے دو حرف جن کی صفات اور مخارج ایک ہی ہوں مثلین کہتے ہیں مثلاً ب ب، ت ت۔ [2]

(۲) ادغام متجانسین ایسے دو حروف جن کا مخرج ایک ہو مگر صفات میں اختلاف ہو متجانسین کہلاتے ہیں مثلاً طاء تاء۔ [3] ذال ظاء وغیرہ۔ [4]

(۳) ایسے دو حروف جو قریب المخرج ہوں یا ان کی صفات میں اختلاف پایا جاتا ہو متقاربین کہلاتے ہیں۔ جیسے ن ر، ق ک وغیرہ۔ [5]

ناظمؒ نے ادغام متقاربین کو بیان نہیں فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ناظمؒ کا یہ رسالہ کسی خاص روایت کے مسائل کے لیے نہیں بلکہ متفق علیہ یا کثیر الوقوع قواعد کے لیے

---

[1] الدقائق المحکمه شرح المقدمة الجزریه فی علم التجوید الشیخ الاسلام زکریا انصاری، ص ۸٤.

[2] اِضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرْ. كَانَتْ تَّعْبُدُ. قُلْ لَّا اَجِدُ فِيْمَا وغیرہ۔

[3] وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ

[4] اِذْ ظَّلَمُوْا وغیرہ۔

[5] اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِنْ رَّبِّكُمْ وغیرہ۔

لکھا گیا ہے۔ ❶

اور متقاربین میں بڑا اختلاف ہے اس لیے متقاربین کا ذکر نہیں کیا گیا۔

قُلْ رَّبِّ کی مثال پر سوال و جواب:

ناظمؒ قُلْ رَّبِّ متجانسین کی مثال لائے اور یہ قراء کے مذہب پر متجانس ہے حالانکہ مخارج کے بیان میں خلیل نحوی رحمہ اللہ کا مذہب اختیار کیا گیا تو ناظمؒ نے ایسا کیوں کیا؟

پہلا جواب: اکثر قراء لام، راء اور نون کا ایک مخرج کہتے ہیں۔ اور اکثر نحات ان کے علیحدہ علیحدہ تین مخرج قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا مصنفؒ نے مخارج کے بیان میں تو نحویوں کے مذہب کو اختیار کیا تا کہ مخارج کی تعداد میں اضافہ سے حروف و مخارج میں زیادہ سے زیادہ امتیاز حاصل ہو اور اس جگہ بابِ ادغام میں قراء کے مذہب پر لام نون و راء کا ایک مخرج قرار دیتے ہوئے متجانسین کی مثال میں پیش کیا کیونکہ ادغام کا تعلق احکام قرآءت سے ہے۔ ❷

دوسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ ناظمؒ نے امام فراء کے مذہب کی جانب اشارہ کیا ہو۔

نوٹ:...... تفصیلی جوابات کے لیے الجواہر النقیہ شرح المقدمۃ الجزریہ جو میرے دادا استاذ شیخ القراء حضرت قاری المقری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ کی مایہ ناز تصنیف ہے اس سے استفادہ فرمائیں۔ کیفیت کے اعتبار سے ادغام کی دو اقسام ہیں: (۱) تام۔ (۲) ناقص۔

---

❶ المنح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریہ، ص ۵۰ ملا علی قاریؒ۔

❷ الجواهر النقیه شرح المقدمة الجزریه بحواله المنح الفکریه شرح المقدمة الجزریه۔ الدقائق المحکمه شرح المقدمة الجزریه وعین الفکریه شرح المقدمة الجزریه۔

(۱) ادغام تام:

مدغم کو مدغم فیہ میں اس طرح داخل کرنا کہ مدغم کی کوئی صفت باقی نہ رہے جیسے اِذْ ظَّلَمُوْا۔ قُلْ رَّبِّ۔ مِنْ رَّسُوْلٍ وغیرہ۔

(۲) ادغام ناقص:

مدغم کو مدغم فیہ میں اس طرح داخل کرنا کہ مدغم کی کوئی صفت باقی رہ جائے جیسے مَنْ یَّقُوْلُ۔ اَنْ یَّاْتِیَهٗ۔ اَنْ یُّغْوِیَكُمْ وغیرہ۔

نوٹ: ...... مثلین میں ادغام صرف تام ہوتا ہے ناقص نہیں ہوتا متجانسین اور متقاربین میں تام اور ناقص دونوں ہوتے ہیں۔

مدغم کے اعتبار سے ادغام کی دو قسمیں ہیں: (۱) ادغام کبیر۔ (۲) ادغام صغیر۔

❶ **ادغام کبیر:** ...... مدغم اور مدغم فیہ اگر دونوں متحرک ہوں اور مدغم کو ساکن کرکے مدغم فیہ میں ادغام کیا جائے تو ایسا ادغام ادغام کبیر کہلاتا ہے۔ البتہ روایت حفصؒ میں ادغام کبیر صرف پانچ کلمات میں ہوا ہے: (۱) تَاْمُرُوْٓنِّیْٓ (الزمر)۔ (۲) اَتُحَآجُّوْنِّیْ (انعام)۔ (۳) مَكَّنِّیْ (کهف)۔ (۴) لَا تَاْمَنَّا (یوسف)۔ (۵) نِعِمَّا (البقرة، نساء)۔

ان کلمات کی اصلیں یہ ہیں: (۱) تَاْمُرُوْنَنِیْ۔ (۲) اَتُحَاجُوْنَنِیْ۔ (۳) مَكَّنَنِیْ۔ (۴) لَا تَاْمَنُنَا۔ (۵) نِعْمَمَا۔

❷ **ادغام صغیر:** ...... اگر مدغم ساکن اور مدغم فیہ متحرک ہو تو اس ادغام کو ادغام صغیر کہتے ہیں جیسے قَدْ دَّخَلُوْ۔

ادغام کی شرط:

ادغام صغیر جس کا یہاں بیان مقصود ہے اس کی شرط یہ ہے کہ پہلا حرف یعنی مدغم ساکن ہو ناظمؒ نے اِنْ سَکَنَ میں یہی شرط بیان فرمائی ہے شعر نمبر ۵۰ کے آخری لفظ وَاَبِنْ سے لے کر شعر نمبر ۵۱ کے آخر تک مصنفؒ نے ادغام کے موانع بیان فرمائے ہیں مثلین کے موانع فِیْ یَوْمٍ۔ قَالُوْا وَهُمْ ہیں ان میں ادغام نہیں کیا جائے گا بلکہ اظہار ہوگا اس وجہ سے تاکہ مد طبعی کی حفاظت ہو سکے جو کہ یاء اور واؤ میں ہے ادغام کرنے سے صفت مدیت ختم ہو جائے گی جو مستلزم بالذات ہے لہٰذا اظہار ہوگا۔

متجانسین کے موانع:

قُلْ نَعَمْ ہے اس میں ادغام اس وجہ سے نہیں کیا جائے گا کہ قُلْ کا عین کلمہ حذف ہو چکا ہے اگر ادغام کیا گیا تو لام کلمہ میں بھی تغیر بوجہ ادغام کرنا پڑے گا۔ تو ایک کلمہ میں بہت سے تغیرات لازم آئیں گے اس وجہ سے ادغام نہیں ہوتا اسی طرح فَسَبِّحْهُ میں حاء کا ادغام ھاء میں نہ ہوگا اہل عرب کے نزدیک حروف حلقی کا ادغام باعث ثقل ہے اس لیے ادغام نہیں ہوتا اور لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا میں ادغام اس لیے نہیں ہوتا کہ ادغام کے لیے اتحادِ مخرج یا قریب مخرج ہونا چاہیے اور یہاں دونوں مفقود ہیں۔ غین حروف حلقی ہے اور قاف حرف لسانی ہے اس لیے ادغام نہیں ہوتا اور فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ میں ادغام اس لیے نہیں ہوتا کہ فعل کا اسم سے التماس لازم آتا ہے اس لیے ادغام نہیں ہوتا کیونکہ ادغام کی صورت میں یہ سمجھا جائے گا کہ یہ لام تعریف کا ہے حالانکہ ایسا نہیں اور لام تعریف اسم پر داخل ہوتا ہے نہ کہ فعل پر۔

بَابٌ فِي الْفَرْقِ بَيْنَ الظَّآءِ وَالضَّادِ ٨

ظاء اور ضاد کے درمیان فرق کا بیان

(۵۲/۱): وَالضَّادَ بِاسْتِطَالَةٍ وَّ مَخْرَجِ
مَيِّزْ مِنَ الظَّآءِ وَكُلُّهَا تَجِيْ

ترجمہ:

اور ضاد کو (صفت) استطالت اور مخرج کے ساتھ جدا کر ظاء سے اور (ظاء) کے تمام الفاظ آتے ہیں۔

تشریح:

حرف ضاد کا ادا کرنا مشکل ہے اس لیے عام طور پر لوگ اس کو غلط پڑھتے ہیں اور اس کی ادا میں زمانہ قدیم سے لوگ نہایت مختلف الحال رہے ہیں غلط ادا کی توضیح حسب ذیل ہے چنانچہ اس کو پُر دال کی اور بعض غین کے اور بعض ظاء کے مشابہ اور بعض صاف ظاء پڑھتے ہیں غرض اس کے ادا کرنے میں جتنی غلطیاں کرتے ہیں اتنی دوسرے حروف میں سے کسی میں بھی نہیں کرتے اور چونکہ بہ نسبت دوسرے حرفوں کے ضاد کو ظاء سے جدا کرنا نہایت دشوار تھا اس لیے ناظمؒ فرماتے ہیں کہ دو چیزوں کے ذریعے ان سے جدائی ہوسکتی ہے وہ یہ ہیں:

(۱) مخرج کہ ان دونوں کا مخرج جدا جدا ہے۔

(۲) دوسرا بڑا فرق ضاد کی صفت استطالت ہے جو کہ ظاء میں نہیں اور مزید آسانی کے لیے ناظمؒ نے ظاء کے تمام انتیس مادے جو قرآنِ مجید میں آئے ہیں سات اشعار

میں بیان فرمائے ہیں اور چونکہ ظاء کے مادے بنسبت ضاد کے کم ہیں اس لیے انہی کو بیان فرمایا ہے۔

فائدہ:...... کہا گیا ہے کہ کل قرآن میں ضاد کی تعداد سولہ سو سات (۱۶۰۷) ہے اور ظاء کی تعداد آٹھ سو بیالیس (۸۴۲) ہے۔

(۲/۵۳): فِی الظَّعْنِ ظِلِّ الظُّهْرِ عُظْمِ الْحِفْظِ
اَیْقِظْ وَاَنْظِرْ عَظْمِ ظَهْرِ اللَّفْظِ

ترجمہ:

ظَعْن، ظِلّ، ظُهْر، عُظْم، حِفْظ، اَیْقِظْ، اَنْظِر عَظْم، ظَهْرِ اور لَفْظ ہیں۔

تشریح:

اس شعر میں علامہ جزریؒ نے دس کلمات ذکر کیے ہیں جن میں ظاء ہے اور ان کی تفصیل اس طرح ہے:

نمبر شمار	مادہ	ترجمہ	تعداد
۱	فِی الظَّعْنِ	کوچ کرنا	صرف ایک جگہ قرآن میں آیا ہے۔
۲	ظِلِّ	سایہ	اپنے مشتقات کے ساتھ چوبیس جگہ آیا ہے بعض نے تعداد بائیس بیان فرمائی ہے۔
۳	اَلظُّهْر	دوپہر کا وقت	دو جگہ آیا ہے۔
۴	عُظْمِ	عظمت اور بڑائی	ایک سو تین جگہ آیا ہے بعض نے تعداد ایک سو تیرہ بیان فرمائی ہے۔

۵	اَلْحِفْظِ	یاد کرنا	چوالیس جگہ آیا ہے۔
۶	اَیْقِظْ	جاگنا	ایک ہی جگہ ہے
۷	وَاَنْظِرْ	مہلت دینا	یہ لفظ قرآن میں بیس جگہ آیا ہے بعض نے تعداد بائیس بیان کی۔
۸	عَظْم	ہڈی	پندرہ جگہ آیا ہے بعض نے چودہ بیان کیے ہیں۔
۹	ظَهْر	پشت	قرآن میں انیس جگہ آیا ہے چودہ یا ایک کہنا صحیح نہیں
۱۰	اَللَّفْظِ	بات کرنا	ایک ہی جگہ آیا ہے۔

(۳/۵۴): ظَاهِرْ لَظَى شُوَاظُ كَظْمٍ ظَلَمَا

اُغْلُظْ ظَلَامِ ظُفُرٍ انْتَظِرْ ظَمَا

ترجمہ:

اور ظَاهِرْ، لَظَى، شُوَاظُ، كَظْمٍ، ظَلَمَ، اُغْلُظْ، ظَلَامِ، ظُفُرٍ، اِنْتَظِرْ اور ظَمَا میں۔

تشریح:

اس شعر میں بھی وہ کلمات جن میں ظاء ہے دس بیان کیے ہیں اور ان کی تفصیل اس طرح ہے:

نمبر شمار	مادہ	ترجمہ	تعداد
۱۱	ظَاهِرْ	ظہور، غلبہ، اطلاع، کامیابی، مدد کرنا،	ظہور کے تمام مشتقات قرآن میں سینتیس ہیں۔

۱۲	لَظٰی	مشتعل ہونا جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے	قرآنِ مجید میں دو جگہ آیا ہے۔
۱۳	شُوَاظٌ	آگ کا انگارہ	صرف ایک جگہ آیا ہے۔
۱۴	کَظْمٌ	غصہ پی جانا	چھ جگہ آیا ہے۔
۱۵	ظَلَمَا	ظلم کرنا	مشتقات کی تعداد دوسو بیاسی ہے۔
۱۶	اُغْلُظْ	گاڑھا ہونا	قرآنِ مجید میں تیرا مقام پر آیا ہے۔
۱۷	ظَلَامٌ	رات کی تاریکی	قرآن میں اس کے مشتقات کل پچیس آئے ہیں۔
۱۸	ظُفُرٌ	ناخن	یہ لفظ صرف ایک جگہ ہے۔
۱۹	اِنْتَظِرْ	انتظار	اس مادے سے قرآن میں چودہ الفاظ آئے ہیں۔
۲۰	ظَمَا	پیاس	اس مادے سے قرآن میں صرف تین لفظ آئے ہیں۔

(۵۵): اَظْفَرَ ظَنًّا کَیْفَ جَا وَعْظٍ سِوٰی

عِضِیْنَ ظَلَّ النَّحْلِ زُخْرُفٍ سَوَا

ترجمہ:

اور اَظْفَرَ اور ظَنًّا میں اور جس طرح بھی آئے لفظ وَعْظ میں، سوائے عِضِیْن (حجر ع ۶) کے اور ظَلَّ النحل (ع ۷) اور زخرف (ع ۲) کا ایک جیسا ہے۔

تشریح:

اس شعر میں چار کلمات بیان کیے ہیں جن میں ظاء آئی ہے اور ان کی تفصیل اس طرح ہے:

نمبر شمار	مادہ	ترجمہ	تعداد
۲۱	اُظْفَرَ	مدد کرنا	قرآن میں ایک جگہ آیا ہے۔
۲۲	ظَنًّا	گمان کرنا یقین کرنا	یہ لفظ اپنے مشتقات سمیت انہتر جگہ آیا ہے۔ بعض نے تریسٹھ مقام تحریر فرمائے ہیں اور بعض نے سڑسٹھ بتائے ہیں مگر کل تعداد انہتر ہے۔
۲۳	وَعْظٍ سِوٰی عِضِیْنَ	نصیحت کرنا	قرآنِ مجید میں اس مادہ سے پچیس لفظ آئے ہیں بعض نے نو بتلائے ہیں۔
۲۴	ظَلَّ	ہوگیا	اس مادے سے نو لفظ آئے ہیں سورۃ النحل اور زخرف میں ایک ہی طرح آیا ہے ظَلَّ وَجْھُہٗ مُسْوَدًّا وَّھُوَ کَظِیْمٌ باقی سات الفاظ شعر نمبر ۵۶ اور نمبر ۵۷ میں ذکر کیے ہیں۔

(۵۶/۵۶): وَظَلْتَ ظَلْتُمْ وَبِرُوْمٍ ظَلُّوْا

كَالْحِجْرِ ظَلَّتْ شُعَرَا نَظَلُّ

ترجمہ:

اور ظَلْتَ (طٰہٰ ع ۵) اور فَظَلْتُمْ (واقعہ ع ۲) میں اور روم (ع ۵) میں لَظَلُّوْا مثل حجر (ع اوالے فَظَلُّوْا) کے ہے اور (وہ ظاء آتی ہے) فَظَلَّتْ اور فَنَظَلُّ میں جو

شعراء (ع ۱۱ اور ع ۵) میں ہیں۔

تشریح:

جیسا کہ گزشتہ شعر میں بیان کیا گیا ہے کہ ظَلَّ قرآن میں نو جگہ آیا ہے تو دو موقع شعر سابق میں بیان کیے ہیں چھ لفظ اس شعر میں اور ایک لفظ آئندہ شعر میں بیان کر رہے ہیں۔

(۳) سورۃ طٰہٰ میں ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا آیت ۹۷ (۴) سورۃ الواقعہ میں فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ۔ آیت نمبر ۶۵۔ (۵) سورۂ روم لَظَلُّوا مِنْ بَعْدِهٖ يَكْفُرُونَ آیت ۵۱۔ (۶) سورۃ الحجر میں فَظَلُّوا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ آیت ۱۴۔ (۷) سورۃ الشعراء میں فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ آیت ۴۔ اور (۸) بھی سورۃ الشعراء میں فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِيْنَ آیت ۷۱ (۹) سورۃ الشوریٰ میں فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ آیت ۳۳ اور یہ آئندہ شعر میں آرہا ہے اس لغت کے صیغے قرآن میں بس یہی نو مقام پر آئے ہیں ان کے علاوہ جس قدر بھی وارد ہوئے ہیں وہ ضاد سے ہیں۔

(۶/۵۷): يَظْلَلْنَ مَحْظُوْرًا مَّعَ الْمُحْتَظِرِ
وَكُنْتَ فَظًّا وَّجَمِيْعِ النَّظَرِ

ترجمہ:

اور فَيَظْلَلْنَ (شوریٰ ع ۴) میں اور مَحْظُوْرًا (اسراء ع ۲) میں مع الْمُحْتَظِرْ (الزمر ع ۲) کے اور كُنْتَ فَظًّا (آل عمران ع ۱۷) میں اور تمام (الفاظ) نَظَرَ میں۔

تشریح:

اس شعر میں پانچ کلمات بیان کیے گئے ہیں ان میں يَظْلَلْنَ کی تشریح گزشتہ شعر

میں کر دی گئی ہے۔

نمبر شمار	مادہ	ترجمہ	تعداد
۲۵	مَحْظُوْرًا	روکا ہوا۔ بند کیا ہوا	اس مادہ سے قرآن عزیز میں صرف دو لفظ آئے ہیں
۲۶	فَظًّا	سخت دل والا	یہ ایک ہی جگہ آیا ہے۔
۲۷	اَلنَّظَر	دیکھنا	یہ اپنے تمام مشتقات سمیت قرآنِ مجید میں ۱۶ جگہ آیا ہے تین کلمات ان میں سے مستثنیٰ ہیں جو آئندہ شعر میں بیان کیے جاتے ہیں۔

(۵۸/۷): اِلَّا بِوَيْلِ هَلْ وَاُوْلٰى نَاضِرَهْ
وَالْغَيْظِ لَا الرَّعْدِ وَهُوْدٍ قَاصِرَهْ

ترجمہ:

مگر سورہ ویل (تطفیف) اور سورہ هَلْ اَتٰی (دہر) اور پہلے نَاضِرَہ (قیامہ) میں یعنی ان تینوں جگہ نَضَرْ ضاد سے آیا ہے اور (ظاء آتی ہے) غَيْظِ میں نہ کہ رعد اور ہود میں دراں حال کہ وہ (رعد وہود والا لفظ) کمی کے معنی والا ہے۔

تشریح:

اس شعر میں اِلَّا بِوَيْلِ هَلْ وَاُوْلٰى نَاظِرَهْ یہاں تک نَظَر کے جو تین کلمات مستثنیٰ ہیں وہ بیان کیے ہیں: (۱) سورۃ الْمُطَفِّفِيْنَ میں نَضْرَةَ النَّعِيْمِ۔ (۲) سورۃ دہر میں جس کی طرف ناظمؒ نے هَل کہہ کر اشارہ کیا ہے یعنی نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا۔ (۳) سورۃ القیامہ کا پہلا نَاضِرَهْ یعنی وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اور پہلا اس لیے فرمایا کہ اس کے بعد

دوسرا لفظ ظا سے ہے یعنی اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ۔

نمبر شمار	مادہ	ترجمہ	تعداد
۲۸	غَیْظ	غصہ	قرآنِ مجید میں اس جیسے گیارہ الفاظ آئے ہیں۔

اور وہ غِیْضَ جو سورۃ الرعد میں وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ آیت ۸ سورۃ ہود میں وَغِیْضَ الْمَاءُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ آیت ۴۴ ہے وہ ضاد کے ساتھ ہیں۔

فائدہ:...... غِیْـــضَ سے مراد معنی یا کتابت کی رو سے کمی والا ہے (ضاد) یعنی تَغِیْـضُ اور غِیْـضَ دونوں کمی کے معنی میں ہیں یہ کتابت میں بھی کمی کوتاہی سے ہیں کہ ظاء کا الف لمبا ہوتا ہے اور ض کا چھوٹا ہوتا ہے جیسے ظ۔ ض۔

(۸/۵۹): وَالْحَظِّ لَا الْحَضِّ عَلَى الطَّعَامِ

وَفِيْ ضَنِيْنٍ الْخِلَافُ سَامِيْ

ترجمہ:

اور (ظاء آتی ہے) حَظُّ میں نہ کہ اس حَضُّ میں جو عَلَى الطَّعَامِ کے ساتھ ہے (اور حاقہ، فجر اور ماعون میں ہے) اور ضَنِیْن میں اختلاف مشہور ہے۔

تشریح:

اس شعر کے پہلے مصرع میں ایک کلمہ حَظِّ اور اس کے مستثنیات بیان کیے گئے ہیں اور دوسرا مصرعہ میں ضَنِیْنٍ کے اختلاف کو بیان کیا ہے۔

نمبر شمار	مادہ	ترجمہ	تعداد
۲۹	حَظِّ	حصہ	قرآنِ مجید میں یہ لفظ سات جگہ آیا ہے۔

لَا الْحَضِّ عَلَى الطَّعَامِ یعنی حَضَّ (بالضاد) بھی بمعنی ترغیب ظاء کے ساتھ

نہیں بلکہ ضاد کے ساتھ ہے جو قرآنِ مجید میں تین جگہ آیا ہے۔

(۱۔۲) وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ سورہ حاقہ اور ماعون (۳) وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ (فجر) اور لفظ ظَنِيْنَ جو سورۃ تکویر میں ہے (بمعنی بلند) یعنی اس کا اختلاف حضرات قراء میں مشہور ہے ظَنِيْن (بالظا) کے معنی تہمت ہے اور ضَنِيْن (بالضاد) اس کے معنی بخیل اور کنجوس کے ہیں سو دونوں لفظ صحیح قرآءت میں ثابت ہیں۔

نوٹ :......یعنی سورۂ تکویر کے اس کلمہ میں قرآءت مختلف فیہ ہے۔ مکیؒ۔ بصریؒ اور کسائیؒ بالظاء اور باقین بالضاد پڑھتے ہیں۔

الحمد للہ قرآنِ عزیز میں موجود ظاء والے الفاظ کی تعداد اور ان کے موقع پورے ہوئے باقی سب کے سب ضاد سے ہیں اور ان کی تعداد ۱۶۰۷ ہے۔ (واللہ اعلم)

بَابُ التَّحْذِيْرَاتِ ۲

مختلف حروف کی ادا میں احتیاط کی باتوں کا بیان

(۱/۶۰): وَاِنْ تَلَاقَيَا الْبَيَانُ لَازِمٌ

اَنْقَضَ ظَهْرَكَ يَعَضُّ الظَّالِمُ

ترجمہ:

اور اگر وہ (ضاد، ظاء) پاس پاس آئیں تو دونوں کو جدا جدا کرنا ضروری ہے، اَنْقَضَ ظَهْرَكَ اور يَعَضُّ الظَّالِمُ۔

تشریح:

ناظمؒ نے اس باب میں وہ باتیں بیان کی ہیں جن سے قاری کو اجتناب کرنا چاہیے

پس اگر ضاد اور ظاء دونوں ساتھ ساتھ آئیں تو دونوں میں سے ہر ایک کو ظاہر کر کے پڑھنا ضروری ہے تاکہ دونوں ایک دوسرے سے بدل نہ جائیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کو دوسرے سے بدل دینے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ [1] یہ اجتناب دونوں صورتوں میں ہونا چاہیے خواہ یہ دونوں حروف بالکل ساتھ ملے ہوئے ہوں یا ان کے درمیان کوئی فاصل حرف ہو جیسے اَنْقَضَ ظَهْرَكَ میں دونوں حروف ساتھ ساتھ ملے ہوئے ہیں اور يَعَضُّ الظَّالِمُ میں ض اور ظاء کے درمیان لام تعریف حائل ہے تو اس صورت میں ضاد کو ظاء کے ساتھ ان کی صفات اور مخرج کا لحاظ رکھتے ہوئے صاف صاف ادا کیا جائے۔

(۲/۶۱): وَاضْطُرَّ مَعْ وَعَظْتَ مَعْ اَفَضْتُمْ
وَصَفِّ هَا جِبَاهُهُمْ عَلَيْهِمْ

ترجمہ:

اور (جدا جدا کرنا ضروری ہے) اُضْطُرَّ میں (ضاد، طاء کو) مع وَعَظْتَ (کی ظاء وتاء کے) اور مع اَفَضْتُمْ (کے ضاد تاء) کے اور صاف صاف پڑھ جِبَاهُهُمْ اور عَلَيْهِمْ کی ہاء کو۔

تشریح:

اس شعر کے پہلے مصرعہ میں ناظمؒ فرماتے ہیں کہ ضاد کے بعد طاء یا تاء واقع ہو یا ظاء کے بعد تاء واقع ہو تو انہیں خوب ظاہر کر کے ادا کرنا چاہیے کیونکہ استطالت کے سبب ضاء طاء سے قوی ہے اور اسی طرح ضاد اور ظاء دونوں قوی ہیں تاء سے اس لیے

[1] المنح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریۃ ص ٦٠ مطبوعہ قرآت اکیڈمی لاہور۔

ضاد کا طاء میں اور ضاد اور ظاء کا تاء میں ادغام درست نہیں۔ اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں ناظمؒ نے فرمایا کہ اگر ایک کلمہ میں ہا مکرر آئے تو ہر ایک کو واضح پڑھنا ضروری ہے تاکہ ادغام نہ ہو جائے یا ہا کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اس کی ادا میں کمزوری نہ ہو جائے تو خوب اہتمام سے ادا کرنا چاہیے تاکہ تلفظ سے ساقط نہ ہو جائے جیسے خُذُوْهُ۔ فَعَلُوْهُ۔ اِجْتَبَاهُ۔ لَا رَیْبَ فِیْهِ وغیرہ۔

فائدہ:...... وَصَفِّ ھا میں ہا ضمیر کی نہیں بلکہ صرف ھا مراد ہے۔

بَابٌ فِیْ اَحْکَامِ النُّوْنِ وَالْمِیْمِ الْمُشَدَّدَتَیْنِ وَالْمِیْمِ السَّاکِنَةِ ٣

نون ومیم مشدد اور میم ساکن کا بیان

(١/٦٢): وَاَظْهِرِ الْغُنَّةَ مِنْ نُّوْنٍ وَّمِنْ
مِیْمٍ اِذَا مَا شُدِّدَا وَاَخْفِیَنْ

ترجمہ:

اور ظاہر کر غنہ کو، نون اور میم میں جب وہ مشدد ہوں، اور ضرور اخفاء کر۔

تشریح:

نون مشدد اور میم مشدد میں صفت غنہ کو ظاہر کرو پس جان لو کہ غنہ ایک صفت ہے جو میم اور نون کی لازمی صفت ہے یعنی دونوں حروف میں یہ صفت ہر وقت پائی جاتی ہے۔ چاہے یہ دونوں حرف متحرک ہوں یا ساکن اظہار کی حالت میں ہو یا اخفاء کی

حالت میں یا ادغام کی حالت میں غنہ ہر حال میں موجود ہوتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ غنہ ساکن میں متحرک سے اکمل اور مخفی میں مظہر سے زیادہ اور مدغم میں مخفی سے اتم ہوتا ہے۔

نون میم مشدد اور مدغم میں غنہ زمانی بطور صفت کے نون اور میم مخفاہ میں بطور ذات کے واضح ہوتا ہے غنہ زمانی کی مقدار ایک الف کے برابر ہے اور اس کی مقدار دریافت کرنے کا طریقہ مجودین کے نزدیک یہ ہے کہ کھلی انگلی کو متوسط طریقے سے بند کرنا یا کھولنا اور یہ مقدار صرف ترتیل کے لیے ہیں حدر اور تدویر کی مقدار استاد ماہر سے سننے پر موقوف ہے۔

نون میم کا مشدد ہونا عام ہے خواہ ایک کلمہ میں ہو جیسے اَلنَّارِ۔ اَنَّ۔ لَمَّا دغیرہ یا دو کلموں میں جیسے مِنْ نَّاصِرِیْنَ۔ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ اور نون اور میم کا مشدد ہونا عام ہے خواہ ادغام کی وجہ سے مشدد ہو یا بلا ادغام مشدد ہو سب میں غنہ ہوگا۔

(۲/۶۳): اَلْمِيْمَ اِنْ تَسْكُنْ بِغُنَّةٍ لَدَا

بَآءٍ عَلَى الْمُخْتَارِ مِنْ اَهْلِ الْاَدَا

ترجمہ:

میم میں غنہ کے ساتھ اگر وہ ساکن ہو باء کے پاس (واقع ہوتے ہوئے) پسندیدہ قول پر اہل ادا کے۔

تشریح:

پچھلے شعر کے لفظ وَاَخْفِيَنْ سے لے کر اس شعر کے پہلے مصرعہ تک اخفاء شفوی کو بیان کیا گیا ہے اور دوسرے مصرعہ میں اخفاء شفوی کے مختار ہونے کا بیان ہے گویا یہاں سے میم ساکنہ کے احکام شروع ہو رہے ہیں جو کہ تین ہیں۔ (۱) ادغام۔ (۲) اخفاء۔

(۳) اظہار۔

علامہ جزری رحمہ اللہ نے پہلے اخفاء شفوی کو بیان کیا ہے اگر میم ساکن کے بعد باء آ جائے تو وہاں اخفاء ہوگا جیسے اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ۔ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ وغیرہما مجودین نے اس اخفاء کا طریقہ یہ بیان کیا ہے کہ اس میم کو ادا کرتے وقت دونوں ہونٹوں کے خشکی کے حصے کو بہت نرمی کے ساتھ ملا کر غنہ کی صفت کو بقدر ایک الف کے بڑھا کر خیشوم سے ادا کیا جائے اور پھر ہونٹوں کے کھلنے سے پہلے ہی دونوں ہونٹوں کے تری والے حصہ کو سختی سے ملا کر باء کو ادا کیا جائے اس میں اظہار بھی جائز ہے مگر اہل ادا کے نزدیک مختار اخفاء ہی ہے اور اسی پر قراء کا عمل ہے اور اسی کو ناظم نے اختیار کیا ہے اور اپنی کتاب التمہید میں اس کی تشریح کی ہے۔ [1] لیکن ان کے نزدیک اظہار بھی ہے۔ انہوں نے یہ شرط عائد کی ہے کہ میم منقلب عن النون یعنی اقلاب والا نہ ہو بلکہ اصلی ہو یہ علامہ جزری کا دوسرا طریق ہے۔ [2]

(۳۴/۶۴): وَاَظْهِرَنْهَا عِنْدَ بَاقِي الْاَحْرُفِ

وَاحْذَرْ لَدَا وَاوٍ وَّفَا اَنْ تَخْتَفِيْ

ترجمہ:

اور خوب ظاہر کر کے پڑھ اس (میم ساکنہ) کو نزدیک باقی حرفوں کے اور احتیاط کر نزدیک واؤ اور فاء کے (اس میم کے) مخفی ہونے سے۔

تشریح:

اس شعر کے پہلے مصرعہ میں ناظم نے اظہار شفوی کو بیان فرمایا ہے یعنی میم ساکن

[1] فوائد مرضیہ شرح المقدمة الجزریہ ص ۷۳ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

[2] از افادات استاذی وشیخی قاری محمد ادریس عاصم مدظلہ العالی۔

کے بعد میم۔ باء۔ اور الف کے علاوہ کوئی اور حرف آ جائے تو میم میں اظہار ہوتا ہے جیسے اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وغیرہ۔ یعنی شفتین کے خشک حصے کو مضبوطی کے ساتھ بند کرنے اور خیشوم میں آواز لے جانے کے بغیر میم کو ادا کیا جائے۔ البتہ غنہ آنی بلاقصد ادا ہونا چاہیے دوسرے مصرعہ وَاحْذَرْ لَدَا میں بوف کے قاعدے سے بچنے کی تاکید کی ہے یعنی میم ساکنہ کے بعد اگر واؤ یا فاء واقع ہو تو احتیاط کرنی چاہیے کہ میم میں اخفاء نہ ہو بلکہ کامل اطباق شفتین کے ساتھ اظہار ہی ہو اس کو خصوصیت سے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ واؤ اور فاء شفوی ہونے کی وجہ سے دونوں حروف میم کے متقارب ہیں اس تقارب کی وجہ سے عموماً سستی اور غفلت میں میم پوری طرح اطباق شفتین سے ادا نہیں ہوتا۔ واؤ ہو تو انضمام کی طرف اور فاء ہو تو اس کے مخرج کی طرف ہونٹوں کو سبقت ہوتی ہے گویا اس طرح میم اپنے مخرج سے نہیں مابعد والی واؤ یا فاء سے مخلوط ہو کر نکلتی ہے اس لیے تاکید فرمائی کہ واؤ اور یاء سے پہلے ذرا بھی اخفاء نہ کرنا۔

میم ساکن کا تیسرا حکم ادغام ہے یعنی میم ساکن کے بعد اگر دوسری میم ہو تو وہاں ادغام مثلین غنہ کے ساتھ ہوگا جیسے لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ۔ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ۔

فائدہ :...... چونکہ مصنفؒ ادغام مثلین کو باب الادغام میں بیان کر چکے ہیں جس میں میم کا میم میں مدغم ہونا بھی آ گیا اس لیے یہاں میم کے احکام میں ادغام کا ذکر نہیں فرمایا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ میم مشدد کا حکم بتا کر کہ وہ بالغنہ ادا ہوتا ہے میم کے ادغام کی طرف بھی اشارہ فرما دیا۔

بَابٌ فِیْ اَحْکَامِ النُّوْنِ السَّاکِنَۃِ وَالتَّنْوِیْنِ ۴

نون ساکنہ اور تنوین کے مسائل

(۱/۶۵): وَحُکْمُ تَنْوِیْنٍ وَّنُوْنٍ یُّلْفٰی

اِظْهَارٌ اِدْغَامٌ وَّقَلْبٌ اِخْفَا

ترجمہ:

اور حکم تنوین اور نون (ساکنہ) کا پایا جاتا ہے: (۱) اظہار۔ (۲) ادغام۔ (۳) قلب اور (۴) اخفاء۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے نون ساکن اور تنوین کے چار قواعد بیان کیے ہیں یعنی (۱) اظہار۔ (۲) ادغام۔ (۳) قلب۔ (۴) اخفاء۔

اگر چہ بعض مصنّفین حضرات نے پانچ اور بعض نے تین احوال بیان کیے ہیں لیکن مختار اور اکثر کے نزدیک چار حکم ہیں جیسا کہ مصنفؒ نے فرمایا۔ جنہوں نے پانچ احکام بیان کیے ہیں انہوں نے ادغام کی دو قسمیں کی ہیں ادغام مع الغنہ اور ادغام بلا غنہ اور جس نے تین بیان کیے ہیں اس نے قلب کو علیحدہ شمار نہیں کیا بلکہ اس کو اخفاء ہی میں داخل کر دیا ہے اس قول کے مطابق اخفاء کی دو قسمیں ہوئی اخفاء مع القلب اور اخفاء بلا قلب۔

نون ساکنہ کی تعریف:

نون ساکنہ اس نون کو کہتے ہیں جس پر کوئی حرکت نہ ہو جیسے مِنْ اور عَنْ۔

نون تنوین کی تعریف:

نون تنوین اس نون ساکنہ زائدہ کو کہتے ہیں جو کلمہ کے آخر میں ہوتا ہے بٌ بٍ بً وغیرہ۔

سوال:...... مصنفؒ نے نون کے ساتھ ساکن کی قید کیوں نہیں لگائی؟

جواب:...... اس کے کئی ایک جوابات ہیں: (۱) نون سے نون ساکنہ مراد ہے اور قرینہ یہ ہے کہ تنوین پر عطف ہے۔ (۲) یا شہرت کی بنا پر ساکنہ کی قید نہیں لگائی۔ (۳) یا اگلے مصرعہ میں لفظ ادغام قرینہ ہوسکتا ہے کیونکہ ادغام حرف ساکن کا ہوتا ہے۔

نون ساکن اور تنوین میں چار بنیادی فرق ہیں:

(۱) نون ساکن لکھا ہوتا ہے اور نون تنوین رسم میں لکھا نہیں ہوتا۔

(۲) نون ساکن کلمہ کے آخر اور درمیان میں آتا ہے اور نون تنوین صرف کلمہ کے آخر میں آتا ہے۔

(۳) نون ساکن وقفاً وصلاً پڑھا جاتا ہے اور نون تنوین صرف وصلاً پڑھا جاتا ہے۔

(۴) نون ساکن اسم، فعل، اور حرف تینوں میں آتا ہے مگر نون تنوین صرف اسم میں آتا ہے باوجودکہ نون اور تنوین میں فرق ہے مگر ان کے احکام ایک ہی طرح کے ہیں کیونکہ ان کی آواز آپس میں بالکل ایک ہی ہے۔

(۲/۶۶): فَعِنْدَ حَرْفِ الْحَلْقِ اَظْهِرْ وَادَّغِمْ

فِــــی اللَّامِ وَالـــرَّا لَا بِـــغُـــنَّةٍ لَّـــزِمْ

ترجمہ:

پس تو نزدیک حرف حلقی کے اظہار کر، اور ادغام کر، لام وراء میں جو غنہ کے ساتھ

ضروری نہیں ہے۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے اظہار حلقی اور ادغام بلا غنہ کا بیان کیا ہے۔

(۱) اظہار:

نون ساکن اور تنوین کا پہلا حکم اظہار ہے اس کا حکم یہ ہے کہ نون کو اس کے مخرج اور تمام صفات لازمہ کا لحاظ کر کے پڑھنا یعنی نون ساکن اور تنوین کے بعد جب حروف حلقی میں سے کوئی حرف آئے خواہ ایک کلمہ میں ہو یا دو کلمہ میں تو ان میں دوری مخرج کی وجہ سے اظہار ہوگا یعنی مخرج سے بلا کسی تغیر کے ادا کیے جائیں گے جیسے ایک کلمہ کی امثلہ یَنْئَوْنَ، یَنْهَوْنَ وغیرہ اور دو کلموں کی امثلہ مَنْ اٰمَنَ، مَنْ هَاجَرَ حروف حلقی چھے ہیں جو اس شعر میں جمع ہیں۔

حروف حلقی چھ ہیں سن اے نورِ عین۔ ہمزہ، ہاؔ، حاؔ، خاؔ، عین وغین۔

اس کے بعد ناظمؒ اپنے قول وَادَّغِمْ میں ادغام بلا غنہ کا بیان فرمارہے ہیں یعنی نون ساکن اور تنوین کا دوسرا حال ادغام ہے۔ ادغام کے لغوی اور اصطلاحی معنی باب الادغام میں گزر چکے ہیں اور یہ ادغام چھ حرفوں میں ہوا ہے جن کا مجموعہ یَرْمَلُوْنَ ہے ان میں سے دو حرف لام وراء میں ادغام بلا غنہ یعنی تام ہے اسی کو یہاں بیان کررہے ہیں اور باقی چار میں ادغام مع الغنہ ہے اس کو اگلے شعر میں بیان کریں گے۔

(۲) ادغام:

جب نون ساکن اور تنوین کے بعد لام اور راء آئے تو بوجہ قرب اور اتحاد مخرج ادغام بلا غنہ کرو جیسے مِنْ لَّدُنْهُ، مِنْ رَّبِّكَ وغیرہ۔

فائدہ: ...... لَا بِغُنَّةٍ لَزِمْ میں علامہ جزریؒ نے اپنے مذہب کی طرف اشارہ فرمایا

ہے کہ حفصؒ کے لیے ادغام بلاغنہ اور بالغنہ دونوں جائز ہیں لیکن بالغنہ کے لیے شرط ہے کہ نون مرسوم ہو موصول نہ ہو مگر علامہ شاطبیؒ کے طریق میں لام وراء میں صرف ادغام بلاغنہ ہی ہوگا۔

(۳۱/۶۷): وَاَدْغِمَنْ بِغُنَّةٍ فِیْ یُوْمِنْ
اِلَّا بِکِلْمَةٍ کَدُنْیَا عَنْوَنُوْا

ترجمہ:

اور ضرور ادغام کر غنہ کے ساتھ یُوْمِنْ (کے حروف) میں مگر ایک کلمہ میں (ادغام نہ ہوگا) جیسے دُنْیَا، عَنْوَنُوْا۔

تشریح:

اس شعر میں حروف یَرْمَلُوْنَ میں سے یُوْمِنْ کے چار حروف میں ادغام مع الغنہ کا حکم دیا گیا ہے پہلے مصرعہ میں ادغام بالغنہ بیان کیا گیا ہے اور دوسرے مصرعہ میں ادغام بالغنہ سے ایک استثناء بیان کیا گیا ہے یعنی نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر یُوْمِنْ کے حروف میں سے کوئی حرف آئے تو ادغام بالغنہ ہوگا۔ واؤ اور یاء میں ناقص، میم میں مختلف فیہ اور نون میں تام مگر اس ادغام کی ایک شرط ہے کہ نون پہلے کلمہ میں اور حروف یَرْمَلُوْنَ دوسرے کلمہ میں ہو جیسے مَنْ یَّشَآءُ۔ مِنْ وَّالٍ۔ مِنْ مَّنِیٍّ۔ مِنْ نَّصِیْرٍ وغیرہم۔ لیکن اگر نون اور حرف یَرْمَلُوْنَ دونوں ایک کلمہ میں جمع ہو جائیں تو اظہار ہوگا اس کو اظہار مطلق کہتے ہیں اس طرح کے کلمات قرآنِ مجید میں چار جگہ آئے ہیں جیسے دُنْیَا۔ قِنْوَانٌ۔ بُنْیَانٌ۔ صِنْوَانٌ۔ علامہ جزریؒ نے صرف دو کلمات بیان فرمائے ہیں ایک قرآنی دُنْیَا اور ایک غیر قرآنی عَنْوَنُوْا بعض نسخوں میں عَنْوَنُوْا کے بجائے

صَنْوَنُوْا ہے اور یہ اولیٰ ہے اس لیے کہ اصل اس کی صِنْوَانٌ قرآن میں موجود ہے بقولہ تعالیٰ: صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ ان کلموں میں ادغام نہ ہونے کا اصلی سبب تو روایت کا نہ ہونا ہے لیکن علماء اور قراء نے اس کا سبب یہ بتایا ہے کہ ادغام کرنے سے یہ کلمات مضاعف کے مشابہ ہو جاتے ہیں اس لیے اظہار کیا جاتا ہے۔

فائدہ:...... يٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ اور نٓ وَالْقَلَمِ کے نون میں قراء کا اختلاف ہے۔ حفصؒ، حمزہؒ، ابن کثیرؒ، ابوعمرؒ اور قالونؒ اس میں اظہار کرتے ہیں باقی قراء ادغام کرتے ہیں [1] لیکن ورش کے لیے نٓ وَالْقَلَمِ میں اظہار وادغام دونوں وجہ ہے اسی طرح طٰسٓمٓ کے ادغام فِي الْمِيْمِ میں بھی اختلاف ہے امام حمزہؒ نے اظہار اور باقی نے ادغام کیا ہے۔

(۴/۶۸): وَالْقَلْبُ عِنْدَ الْبَا بِغُنَّةٍ كَذَا

اِخْفَا لَدَا بَاقِي الْحُرُوْفِ اُخِذَا

ترجمہ:

اور قلب باء کے نزدیک غنہ کے ساتھ ہوتا ہے اسی طرح (یعنی غنہ کے ساتھ) اخفاء نزدیک باقی حرفوں کے لیا گیا ہے۔

تشریح:

علامہ جزری رحمہ اللہ نے اس شعر کے پہلے مصرعہ میں نون ساکن اور تنوین کے تیسرے حکم اقلاب کو بیان کیا ہے كَذَا سے دوسرے مصرعہ کے اخیر تک اخفاء حقیقی کو بیان کیا ہے۔ اقلاب کے لغوی معنی ہیں بدلنا اس کا قاعدہ یہ ہے کہ نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر باء آجائے خواہ ایک کلمہ میں ہو یا دو میں تو نون ساکن اور تنوین کو میم ساکن

---

[1] الشاطبیہ صفحہ ۳۳ مطبوعہ قرآءت اکیڈمی لاہور۔

سے بدل کر اخفاء کر کے پڑھیں گے۔ جیسے اَنۢبِئْهُمْ، عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ وغیرہم۔

اس قلب کی وجہ یہ ہے کہ نون اور تنوین میں اظہار کے ساتھ غنہ ادا کرنا ہر بار کی ادائیگی کے لیے اطباق شفتین کی وجہ سے ہونا مشکل ہے اور نون کا باء میں ادغام بھی ناممکن تھا کیونکہ مخرج کے اعتبار سے نون اور باء میں کوئی تناسب نہیں لہٰذا اخفاء ہی زیادہ مناسب ہوا پھر اخفاء کو اختیار کرنے کے لیے نون کو میم سے بدلا گیا کیونکہ باء اور میم ہم مخرج ہیں اور نون کے ساتھ غنہ و دیگر صفات میں مشترک ہے۔ [1]

فائدہ :...... آج کل مصری قراء کرام اور بعض پاکستانی قراء بھی اقلاب کی ادائیگی کے وقت اطباق شفتین نہیں کرتے حالانکہ ایسا کرنا بالکل غلط ہے اور کسی بھی صحیح نص سے ائمہ متقدمین سے ثابت نہیں بلکہ ائمہ متقدمین وجوب اطباق شفتین کے قائل ہیں الشیخ محمود امین طنطاوی فرماتے ہیں کہ اقلاب کے وقت شفتین کو بند نہ کرنے کی ابتداء سب سے پہلے ہمارے استاذ محترم الشیخ عامر بن السید بن عثمانؒ نے کی اور یہ ان کا اجتہاد تھا اور شیخ محمود امین طنطاوی یہ بھی فرماتے ہیں کہ شیخ عامرؒ نے آخری عمر میں اپنے اس فتوے سے رجوع کر لیا تھا۔ [2]

نوٹ :...... راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اگر شیخ عامرؒ رجوع نہ بھی کرتے تو ان کا مذکورہ اجتہاد صحیح نہ ہوتا کیونکہ یہ ان کا اجتہاد تھا اور ائمہ کی نص کے بعد اجتہاد باقی نہیں رہتا۔ (سعید احمد)

نون ساکن اور تنوین کا چوتھا حال اخفاء ہے لغوی معنی چھپانا اور اصطلاحی معنی

---

[1] المنح الفکریه شرح المقدمة الجزریه ملا علی قاری ص ٦٨ و الدقائق المحکمه شرح المقدمة الجزریه فی علم التجوید بشیخ الاسلام زکریا انصاری، ص: ١٠٥.

[2] هدایة القراء لوجوب إطباق الشفتین عند القلب والاخفاء صفحه ١٥ لشیخ حمد الله الصفتی مطبوعه مکتبه اولاد الشیخ للتراث.

اَلْإِخْفَاءُ حَالَةٌ بَيْنَ الْإِظْهَارِ وَالْإِدْغَامِ الَّذِي لَا تَشْدِيدَ مَعَهُ۔ ❶ یعنی اخفاء ایسی حالت ہے جو اظہار اور ادغام کے درمیان ہے جس کی ادائیگی میں تشدید پیدا نہیں ہوتی۔

اخفاء کا قاعدہ یہ ہے کہ نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حروف یَرْمَلُوْنَ حروف حلقی اور باء کے علاوہ پندرہ حروف آ جائیں تو وہاں اخفاء ہوگا اور اسے اخفاء حقیقی کہتے ہیں۔ شیخ سلیمان جمزوری رحمہ اللہ نے تحفۃ الاطفال میں حروف اخفاء کو ذیل کے شعر کے کلمات میں جمع کیا ہے۔ ❷

صِفْ ذَا ثَنَا كَمْ جَادَ شَخْصٌ قَدْ سَمَا

ص ذ ث ك ج ش ق س

دُمْ طَيِّبًا زِدْ فِي تُقًى ضَعْ ظَالِمَا

د ط ز ف ت ض ظ

اور اس اخفاء کا طریقہ یہ ہے کہ نون ساکن کو اس کے مخرج اصلی کے قریب سے اس طرح ادا کرنا کہ نہ تو اظہار ہو اور نہ ہی ادغام ہو بلکہ درمیانی حالت کے ساتھ غنہ کو خیشوم سے ادا کیا جائے جیسے مِنْ شَرٍّ، إِنْ كُنْتُمْ اخفاء اس لیے کیا جاتا ہے کہ نون اور یہ مذکورہ پندرہ حروف کے مخارج کے درمیان نہ تو اتنا قرب ہے کہ ادغام کیا جائے اور نہ اتنا بعد ہے کہ اظہار کیا جائے اس لیے درمیانی حالت اخفاء کو ہی اختیار کیا گیا ہے۔

بَابُ الْمُدَّاتِ ۴

مد کی قسموں کے بیان میں

اس باب میں ناظمؒ نے مد کے قاعدے بیان کیے ہیں اور اس باب میں چار اشعار ہیں:

❶ المنح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریہ، ص: ۶۹۔

❷ تحفۃ الاطفال، ص: ۲، شعر نمبر ۱۶، مطبوعہ قراءت اکیڈمی لاہور۔

(١/٦٩): وَالْمَدُّ لَازِمٌ وَّوَاجِبٌ اَتٰی
وَجَآئِزٌ وَّهُوَ وَقَصْرٌ ثَبَتَا

ترجمہ:

اور (۱) لازم اور (۲) واجب آیا ہے اور (ایک قسم) (۳) مد جائز ہے اس حال میں کہ (اس مد جائز میں) وہ (مد) اور قصر دونوں صحیح ہوئے ہیں۔

تشریح:

مد کی تعریف:

مد کے لغوی معنی دراز اور لمبا کرنے کے ہیں قرآنِ پاک میں اسی سے ہے یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ ❶ اور اصطلاح میں اِطَالَةُ الصَّوْتِ بِحَرْفٍ مَّدِّيٍّ مِّنْ حُرُوْفِ الْعِلَّةِ ❷ یعنی حرف علت میں سے کسی مد والے حرف کی آواز کو لمبا کرنا خواہ مد والا ہونا باعتبار اصل ہو جیسے تین حروف مدہ یا مشابہت کی بنا پر ہو جیسے حروف لین۔

قصر کی تعریف:

قصر کے لغوی معنی ہیں روکنا اسی سے ہے حُوْرٌ مَّقْصُوْرَاتٌ فِي الْخِيَامِ ❸ اور اصطلاح میں اِثْبَاتُ حَرْفِ الْمَدِّ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةٍ یعنی حرف مد کو بغیر کسی زیادتی آواز کے پڑھنا۔ حروف مدہ اور حروف لین کو محل مد اور ہمزہ سکون اور تشدید کو سبب مد کہتے ہیں ہمزہ خواہ متصل ہو یا منفصلہ، سکون خواہ اصلی ہو یا عارضی، تشدید خواہ وقتی ہو یا ادغامی سب حالتوں میں سبب مد ہوتے ہیں۔ پھر مد کی دو قسمیں ہیں: (۱) مد اصلی اور (۲) مد فرعی۔

❶ آلِ عمران، آیت نمبر: ۱۲۵۔
❷ المنح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریہ، ص: ۷۰۔
❸ الرحمٰن، آیت نمبر: ۷۲۔

❶ **مد اصلی:**...... اس مد کو کہتے ہیں جو اپنی اصلی اور ذاتی مقدار کے مطابق پڑھا جائے اور وہ کسی سبب پر موقوف نہ ہو جیسے نُوْحِیْهَا اور علامت اس کی یہ ہے کہ حرف مدہ کے بعد نہ کوئی حرف ساکن ہو اور نہ ہمزہ۔ اس کو مد طبعی کہتے ہیں اس کی مقدار ایک الف کے برابر ہوتی ہے جسے قصر کہتے ہیں۔

❷ **مد فرعی:**......اس مد کو کہتے ہیں جو اپنی اصلی اور ذاتی مقدار سے بڑھا کر پڑھا جائے اور وہ کسی سبب پر بھی موقوف ہو جیسے جَآءَ، شَآءَ، اَلْعٰلَمِیْنَ، تَاْمُرُوْٓنِّیْ وغیرہم اس کی مقدار طول یا توسط ہوتی ہے علامہ جزری رحمہ اللہ نے صرف مد فرعی کو بیان کیا ہے مد اصلی کو بیان نہیں کیا ایسا اس لیے کیا کہ مقصود بالذکر مد فرعی ہے اور قراء اسی سے بحث کرتے ہیں ورنہ مد اصلی کا تعارف تو باب المخارج کے جملہ حُرُوْفُ مَدٍّ لِّلْهَوَاءِ تَنْتَهِیْ میں ہو چکا ہے اس شعر میں ناظم نے اجمالاً مد کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

❶ مد لازم۔ ❷ مد واجب۔ ❸ مد جائز۔

مد عارض بھی مد جائز میں مندرج ہے۔ ہر ایک کی تفصیل آگے آتی ہے۔

فائدہ:...... پہلے مصرعہ میں اور دوسرے مصرعہ میں وَجَائِزٌ تک مد فرعی کی تین اقسام کے نام بیان کیے گئے ہیں اور وَهُوَ سے آخر تک مد جائز کی مقدار بیان کی گئی ہے۔ وَهُوَ کی ضمیر کا مرجع مد ہے۔

(۲۶/۷۰): فَلَازِمٌ اِنْ جَآءَ بَعْدَ حَرْفِ مَدْ

سَاكِنُ حَالَيْنِ وَبِالطُّوْلِ يُمَدْ

ترجمہ:

پس مد لازم ہے اگر آئے بعد حرف مد کے ایسا حرف جو دونوں حالوں میں (یعنی

وصل، وقف میں) ساکن ہو اور طول کے ساتھ یہ کھینچا جاتا ہے (اس شعر میں مد لازم کی چاروں قسمیں اور مد لازم لین پانچ قسمیں آ گئیں)۔

تشریح:

مد کی اجمالی تقسیم کے بعد یہاں سے تفصیل شروع کرتے ہیں۔ اس شعر میں ناظم نے فَلَازِمٌ سے لے کر حَالَیْنِ تک مد لازم کی تعریف اور بِالطُّوْلِ یُمَدُّ تک اس کا حکم بیان فرمایا ہے۔

❶ **مد لازم:**...... مد لازم اس مد کو کہتے ہیں کہ حرف مدہ کے بعد ایسا سکون ہو کہ جو وصل اور وقف دونوں حال میں باقی رہے یعنی سکون اصلی ہو اور اس کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) مد لازم کلمی مخفف۔ (۲) مد لازم حرفی مخفف۔ (۳) مد لازم کلمی مثقل۔ (۴) مد لازم حرفی مثقل اور (۵) مد لازم لین۔

① **مد لازم کلمی مخفف:**...... حرف مدہ کے بعد کلمہ قرآنی میں سکون اصلی ہو جیسے آٰلْئٰنَ۔

② **مد لازم حرفی مخفف:**...... حروف مدہ کے بعد حروف مقطعات میں سکون ہو جیسے قٓ، صٓ، نٓ وغیرہم۔ ❶

③ **مد لازم کلمی مثقل:**...... حرف مدہ کے بعد کلمہ قرآنی میں تشدید ہو جیسے دَآبَّةٍ، ضَآلِّيْنَ، اَتُحَآجُّوْنِّيْ، تُضَآرَّ وغیرہم۔

④ **مد لازم حرفی مثقل:**...... حروف مدہ کے بعد حروف مقطعات میں تشدید ہو مثلاً الٓمّٓ، الٓمّٓرٰ وغیرہم۔

⑤ **مد لازم لین:**...... حروف لین کے بعد حروف مقطعات میں سکون ہو جیسے

❶ قرآنِ کریم کی انتیس سورتوں کے شروع میں جو حروف تہجی الگ الگ پڑھے جاتے ہیں انہیں حروف مقطعات کہتے ہیں یہ کل چودہ حرف ہیں۔ مجموعہ: نَقَصَ عَسَلُكُمْ حَيٌّ طَاهِرٌ ہے۔

حٰمٓ عٓسٓقٓ۔ کٓهٰيٰعٓصٓ (مریم)

صرف عین میں جو مد ہے اس میں طول اور توسط ہوگا اور مد لازم کی باقی قسموں میں جمہور کے نزدیک صرف طول ہوگا طول کی مقدار میں بھی اختلاف ہے ایک قول میں طول کی مقدار تین الف اور دوسرے قول میں پانچ الف ہے اور یہ مقدار دونوں قول میں مد اصلی کے علاوہ ہے۔

نوٹ: ...... مد لازم کو مد حجز اور فصل بھی کہتے ہیں کیونکہ مد فرعی ساکنین کے درمیان میں فاصل اور حاجز (یعنی مانع) ہو جاتا ہے۔

فائدہ: ...... مد لازم کا یہ نام ان تین وجوہ کی بنا پر (۱) اس کا سبب لازم اور ضروری ہے اور وہ سکون ہے۔ (۲) اکثر قول پر اس کی مقدار کا سب کے لیے یکساں رکھنا لازم ہے گو بعض نے حدر والوں کے لیے دو الف کی بھی اجازت دی ہے۔ (۳) یہ سب قراءات میں ہوتا ہے۔

الٓمّٓ اللّٰہُ: سورۃ آل عمران کے شروع مقطعات پر اگر وقف نہ کیا جائے تو صرف میم میں طول اور قصر دو وجہیں تمام قراءتوں میں صحیح ہیں توسط صحیح نہیں وصل میں میم پر فتح پڑھا جائے گا۔ میم میں چونکہ سکون اصلی ہے اور فتح عارضی ہے اصل کا اعتبار کرتے ہوئے طول کیا گیا اور عارضی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے قصر جائز ہوا جمہور مشائخ کے نزدیک یہی دو وجہیں صحیح ہیں۔

(متن ۱۷): وَوَاجِبٌ اِنْ جَاءَ قَبْلَ هَمْزَةٍ
مُتَّصِلًا اِنْ جُمِعَا بِكِلْمَةٍ

ترجمہ:

اور مد واجب ہے اگر آئے وہ (حرف مد) ہمزہ سے پہلے اس حال میں کہ متصل

ہو یعنی وہ دونوں (حرف مدہ اور ہمزہ) جمع ہو ایک کلمہ میں (اس شعر میں مد متصل کا بیان ہے۔)

تشریح:

مد فرعی کی تمام اقسام میں سب سے قوی مد یعنی مد لازم کو بیان فرمانے کے بعد مد کی اس دوسری قسم کو بیان فرمایا جو اگرچہ پہلی قسم کے ہم مرتبہ تو نہیں لیکن مد کی باقی تمام اقسام میں سب سے زیادہ قوی ہے یعنی مد واجب یا مد متصل۔

مد واجب کی تعریف:

اگر حرف مدہ کے بعد ہمزہ اسی کلمہ میں مل کر آ جائے جیسے جَآءَ، سِیْٓـٔتْ، سُوْٓءِ تو اس مد کو مد متصل اور مد واجب کہتے ہیں۔ اس مد کو واجب اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں مد کرنا شرعاً ضروری ہے حتی کہ ناظمؒ "النشر في القراء ات العشر" میں فرماتے ہیں کہ میں نے متصل کے قصر کو تلاش کیا پس نہ تو اس کو کسی صحیح قرآءت میں پایا اور نہ شاذ میں، بلکہ مد ہی کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں یہ دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک شخص کو قرآنِ مجید پڑھا رہے تھے اس نے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ کو بغیر مد کے پڑھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے مجھے اس طرح نہیں پڑھایا اس شخص نے دریافت کیا کہ پھر رسول اکرم ﷺ نے آپ کو کس طرح پڑھایا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہی آیت پڑھی اور لِلْفُقَرَآءِ پر مد کیا۔ [1]

مد متصل کو مد تمکین بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ مد ہمزہ کے ادا کرنے پر قادر کر دیتا ہے اور اس کی مقدار توسط ہے اور توسط کی مقدار میں بھی اختلاف ہے ایک قول میں تین الف اور ایک قول میں چار الف مد اصلی کے علاوہ ہے۔

[1] طبرانی نے اپنی کتاب معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔

مد متصل کی توجیہ: یہ بیان کی جاتی ہے کہ حرف مدہ ضعیف اور خفی ہوتے ہیں اور ہمزہ قوی اور ثقیل ہے اور مخرج کے لحاظ سے بعید ہے اس لیے اندیشہ تھا کہ قوی ہمزہ سے ملنے کے سبب حرفِ مدہ غائب نہ ہو جائے پس مد کے ذریعے حرفِ مدہ کو خوب ظاہر کر دیا۔

(۴۲/۲۷): وَجَائِزٌ اِذَا اَتٰی مُنْفَصِلَا

اَوْ عَرَضَ السُّکُوْنُ وَقْفًا مُّسْجَلَا

ترجمہ:

اور مد جائز ہے جب آئے وہ (حرف مد) اس حالت میں کہ (ہمزہ سے) جدا ہو یا عارض ہو جائے سکون، وقف میں اس حالت میں کہ یہ سکون مطلق ہے (یعنی خواہ بصورت سکون خالص ہو یا بصورت اشمام، احتراز مقصود ہے وقف بالروم سے جس میں صرف قصر ہوتا ہے۔) (اس شعر میں مد منفصل، مد عارض وقفی اور مد عارض لین تینوں قسمیں مراد ہیں۔)

نوٹ:...... یاد رہے کہ مُسْجَلًا بمعنی مُطْلَقًا، وَقْفًا کی صفت نہیں بلکہ اَلسُّکُوْنُ سے حال ہے۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے مد جائز کو بیان کیا ہے جو کہ مد فرعی ہی کی ایک قسم ہے مد جائز کی تین قسمیں ہیں: ❶ مد منفصل۔ ❷ مد عارض وقفی۔ ❸ مد عارض لین۔

❶ **مد منفصل** :...... اگر حرف مدہ اور ہمزہ ایک کلمہ میں نہ ہوں بلکہ ایسی صورت ہو کہ حرف مدہ پہلے کلمہ کے آخر میں اور ہمزہ اس کے بعد والے کلمہ کے شروع میں ہو تو اس کو مد منفصل کہتے ہیں جیسے اِنَّآ اَنْزَلْنَا۔ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وغیرہ۔

یہ مد صرف وصل میں ہوتا ہے وقفاً نہیں ہوتا کیونکہ وقفاً سبب نہیں رہتا اس کی مقدار توسط ہے اور بعض قراء کے نزدیک قصر بھی جائز ہے حفصؒ کی روایت میں بطریق شاطبی تو صرف مد ہی ہوگا البتہ بطریق جزری قصر بھی ہے اسی وجہ سے اسے مد جائز کہتے ہیں مشہور نام تو مد منفصل ہے اس کو مد بسط بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ دونوں کلموں میں پھیلا ہوا ہوتا ہے۔

❷ **مد عارض وقفی** :...... کی تعریف یہ بیان کی جاتی ہے کہ حرف مدہ کے بعد سکون عارضی ہو جیسے اَلْعٰلَمِیْنَ، اَلرَّحِیْم اور وقف بالاشمام کا بھی یہی حکم ہے لیکن یہ مد صرف وقفاً ہوتا ہے وصلاً نہیں اس کی مقدار طول، توسط، قصر ہے۔

طول اس لیے کہ اس عارضی سکون کو لازمی سکون کی طرح سمجھ لیا کیونکہ تلفظ میں دونوں برابر ہیں۔ توسط اس بنا پر ہے کہ یہ سکون عارضی ہونے کے سبب لازمی سکون کے درجہ سے کم ہے قصر اس لیے ہے کہ سکون عارضی ہے اور اعتبار کے لائق نہیں کیونکہ وقف میں دونوں ساکنوں کا جمع ہونا درست ہے۔

❸ **مد عارض لین** :...... کی تعریف ہے کہ حرف لین کے بعد سکون عارض ہو جیسے وَالصَّیْفِ، مِنْ خَوْفٍ۔ لَا ضَیْرَ، اَلطَّیْر وغیرہم اس میں بھی مد عارض وقفی کی طرح طول، توسط، قصر تینوں وجوہ جائز ہیں مگر فرق یہ ہے کہ مد عارض میں طول اولیٰ ہے اور پھر توسط پھر قصر اور مد عارض لین میں قصر اولیٰ ہے کیونکہ مد عارض لین میں محل مد ضعیف ہوتا ہے۔

فائدہ :...... ① تمام مدوں میں قوت اور ضعف کے اعتبار سے یہ ترتیب ہے۔
❶ مد لازم۔ ❷ مد متصل۔ ❸ مد عارض وقفی اور لین لازم۔ ❹ مد منفصل۔ ❺ لین عارض۔ ❻ مد بدل۔ ❼ ورش کی روایت میں لین۔

② جب مد عارض وقفی اور مد عارض لین بار بار آرہے ہوں تو ان کی مقدار میں

تساوی اور توافق کا خیال رکھنا چاہیے یعنی اگر ایک جگہ طول کیا ہے تو دوسری جگہ بھی طول ہی کیا جائے گا اور اگر ایک جگہ توسط کیا تو دوسری جگہ بھی توسط اور اگر ایک جگہ قصر کیا ہے تو دوسری جگہ بھی قصر کیا جائے گا۔

③ جب متصل کا ہمزہ کلمہ کے اخیر میں ہو اور اس پر اسکان سے یا اشمام سے وقف کریں مثلاً یَشَآءُ، قُرُوْٓءٍ تو اس وقت میں صرف طول اور توسط ہوگا قصر نہ ہوگا اس واسطے کہ اس صورت میں سبب اصلی ہمزہ کا اعتبار نہ کرنا اور سبب عارضی (سکون عارض) کا اعتبار کرنا لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں اور اگر روم سے وقف کریں تو صرف توسط ہوگا۔

بَابُ مَعْرِفَةِ الْوَقْفِ وَالْاِبْتِدَآءِ ٦

وقف اور ابتداء کی تعریف

اس باب میں وقف اور ابتداء کے قواعد بیان کیے گئے ہیں اور اس باب میں چھ اشعار ہیں۔

(۱/۴۷): وَبَعْدَ تَجْوِيْدِكَ لِلْحُرُوْفِ

لَا بُدَّ مِنْ مَّعْرِفَةِ الْوُقُوْفِ

ترجمہ:

اور بعد تیرے عمدہ ادا کرنے کے حرفوں کو ضروری ہے پہچاننا وقفوں کا۔

تشریح:

ناظمؒ نے خطبہ میں فرمایا تھا کہ تجوید کے فن میں ماہر ہونے کے لیے تین علوم کا جاننا ضروری ہے: ❶ تجوید۔ ❷ وقف۔ ❸ مصاحف عثمانیہ کا رسم۔

مصنف "تجوید اور اس کے احکام سے فارغ ہوئے تو اب اس کے بعد وقف اور محل ابتداء کو بیان فرماتے ہیں کیونکہ وقف اور ابتداء کا تجوید سے گہرا تعلق ہے اور علم تجوید ہی میں داخل ہیں اور ان دونوں کے بغیر علم تجوید مکمل نہیں ہوسکتا۔ علامہ دانیؒ نے فرمایا ہے کہ قاری کو علم تجوید پر عبور حاصل نہیں ہوتا جب تک وہ وقف کی پہچان حاصل نہ کرے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آیت ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾ کی تفسیر میں فرمایا ہے اَلتَّرْتِيلُ تَجْوِيدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ [1]

یعنی ترتیل کا مطلب حروف کی عمدہ ادا اور وقوف وابتداء کی معرفت ہے۔ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے اس قول میں دلیل ہے کہ وقف کا سیکھنا واجب ہے۔ [2]

اس لیے بعض آئمہ متاخرین نے معلمین کے لیے یہ شرط مقرر کی ہے کہ وہ شاگردوں میں سے کسی کو بھی اس وقت تک اجازت نہ دیں جب تک وہ وقف و ابتداء میں ماہر نہ ہو جائیں اسی لیے آئمہ قرآءت اور سلف نے وقف کو ایک مستقل فن کی شکل دی ہے اور انہیں بزرگوں میں سے بہت سے فضلاء نے وقوف قرآنی پر مستقل کتابیں تصانیف کیں۔ لہٰذا ان دلائل کی روشنی میں یہ ضروری ہے کہ قاری مقری تجوید کے ساتھ علم اوقاف کو ضرور حاصل کرے اور اسی لیے ناظمؒ نے فرمایا ہے: لَا بُدَّ مِنْ مَّعْرِفَةِ الْوُقُوْفِ۔

(۴۷/۲): وَالابْتِدَاءِ وَهِيَ تُقْسَمُ اِذَنْ
ثَلَاثَةً تَامٌ وَّكَافٍ وَّحَسَنْ

ترجمہ:

اور ابتداء کا اور وہ (اوقاف) تقسیم کیے جاتے ہیں اس وقت تینوں قسموں پر یعنی

---

[1] جهد المقل، ص: ۱۱۸ مطبوعه دارالصحابه طنطا.

[2] الاتقان للسيوطى صفحه ۲۰۸، مطبوعہ مکتبۃ العلم، اُردو بازار لاہور۔

❶ تام۔ ❷ کافی۔ ❸ حسن۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے وقف کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں: ① تام۔ ② کافی۔ ③ حسن۔ ان کی تعریفات ناظمؒ اگلے شعر میں بیان فرما رہے ہیں۔

وقف کی تعریف:

لغت میں کسی کام کے کرنے یا کسی بات کے کہنے سے رکنا اور اصلاح میں وقف کے معنی ہیں اخیر کلمہ غیر موصولہ پر سانس کا توڑنا لیکن شرط یہ ہے کہ قرآءت کے جاری رکھنے کا ارادہ ہو پس اگر قرآءت کے بند کر دینے کی نیت سے ٹھہریں تو اس کو قطع کہتے ہیں۔

فائدہ [1]:...... اس شعر میں بھی ضمیر کا مرجع اَلْوُقُوْفِ ہے۔

فائدہ [2]:...... عام طور پر کتب تجوید میں محل وقف کی چار قسمیں بیان کی جاتی ہیں جبکہ "المقدمۃ الجزری" میں تین قسمیں بیان کی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ تجوید کی عام کتابوں میں کلامِ تام اور غیر تام میں فرق نہ بیان کرتے ہوئے چار قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ جبکہ ناظمؒ نے کلامِ تام پر وقف کی تین قسمیں بیان کی اور غیر تام کی الگ قسم بیان فرمائی ہے حقیقتاً دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

فائدہ [3]:...... ضرورت کے اعتبار سے وقف کی چار قسمیں ہیں: ① اختباری۔ ② انتظاری۔ ③ اضطراری۔ ④ اختیاری۔

① **وقف اختباری:** ...... اگر استاد اور شاگرد کے درمیان بغرض کسی جگہ امتحاناً وقف کیا یعنی اس کلمہ پر کس طرح وقف کریں گے (اشمام سے یا روم سے، حذف یا اثبات سے) تو اس کو وقف اختباری کہتے ہیں۔ یہ رسم کی اتباع سے ہر جگہ ہو سکتا ہے۔

② **وقف انتظاری:** ......اگر اختلافی وجوہ کو پورا کرنے کے لیے کسی کلمہ پر اس غرض سے وقف کریں کہ دوسرا کلمہ اس پر معطوف ہو سکے تو اس کو وقف انتظاری کہتے ہیں اور یہ ہر اس کلمہ پر درست ہے جس میں قرآءت کی وجوہ ایک سے زائد ہو جیسے مُوْسیٰ، اَرْجِهْ وغیرہ۔

③ **وقف اضطراری:** ......اگر سانس کی تنگی یا بھول جانے یا بھول جانے کی وجہ سے وقف کیا جائے تو اس کو وقف اضطراری کہتے ہیں (یہ بھی رسم کی پیروی کی شرط سے ہر جگہ ہوسکتا ہے)

لیکن اگر اختباری واضطراری کے موقع میں کلام کے معنی پورے نہ ہو رہے ہوں یا ما بعد سے لفظی تعلق ہو اور وہاں رأس آیت نہ ہو تو فوراً ما قبل سے اعادہ کرنا ضروری ہے۔

④ **وقف اختیاری** :......اگر کسی جگہ قصداً اور ارادۃً راحت حاصل کرنے کے لیے ٹھہریں تو اس کو وقف اختیاری کہتے ہیں۔

ناظمؒ نے اس شعر نمبر ۷۴ میں جو وقف کی تین قسمیں بتائی ہیں وہ اسی وقف اختیاری کی قسمیں ہیں آگے شعر ۷۵۔۷۶ میں ان تینوں قسموں کی تعریف اور حکم بیان فرمائیں گے۔

(۳/۷۵): وَهْيَ لِمَا تَمَّ فَإِنْ لَّمْ يُوْجَدِ

تَعَلُّقٌ اَوْ كَانَ مَعْنًى فَابْتَدِىْ

ترجمہ:

اور یہ (تینوں قسمیں) مَاتَمَّ مَعْنَاهُ (جہاں بات پوری ہو جائے) کی ہیں پس اگر نہ پایا جائے (ما بعد سے) کوئی تعلق (یعنی نہ لفظی نہ معنوی) یا ہو تعلق معنوی (اور تعلق

لفظی نہ ہو) تو (ان دونوں صورتوں میں آگے سے) ابتداء کرلیں۔

تشریح:

وقوف ثلاثہ (تام، کافی، حسن) ان کی تعریفیں اوران کا حکم شروع کررہے ہیں اور اس شعر میں وقف تام اور وقف کافی کی تعریف اوراس کا حکم بیان کیا ہے۔

❶ **وقف تام** :...... وقف تام اس موقع پر وقف کرنے کو کہا جاتا ہے کہ جہاں کلام تمام ہو اور ایک مکمل بات کا مفہوم دے یعنی اس کلام سے مقصد بالکل واضح ہوجائے اور ایسے کلام کو ختم کرنے کے بعد خاموش ہونا صحیح ہو پس ایسے موقع پر جو وقف ہوگا وہ وقف تام کہلائے گا نیز ایسے کلام کا اپنے بعد والے کلام سے نہ تعلق لفظی ہو اور نہ معنوی ہو جیسے سورۃ بقرہ کے شروع میں ہے هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ کہ اس کا اپنے مابعد سے یعنی اِنَّ الَّذِیْنَ الخ سے کوئی لفظی اور معنوی تعلق نہیں ہے کیونکہ مُفْلِحُوْنَ تک مومنین کی صفات تمام ہوئی اور اس کے بعد کفار کا بیان شروع ہوگیا پس یہ وقف تام ہے اور ہر سورت کے آخر پر وقف تام ہوتا ہے۔

❷ **وقف کافی** : ...... اگر اس لفظ کا جس پر وقف کیا جائے اپنے بعد والے لفظ سے معناً تعلق ہو مگر لفظاً تعلق نہ ہو تو یہ وقف کافی ہے جیسے سورۂ بقرہ کے شروع میں يُكَذِّبُوْنَ آرہا ہے اس کو اپنے مابعد یعنی وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ الخ سے لفظی تعلق تو نہیں مگر معنی کی رو سے تعلق ہے کیونکہ يُكَذِّبُوْنَ پر منافقین کا قصہ ظاہر میں تو ختم ہوا مگر دراصل اس کے مابعد یعنی وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ الخ میں دوسرا قصہ منافقین کا بیان ہورہا ہے ان دونوں وقفوں میں حکم یہ ہے کہ مابعد سے ابتداء کی جائے ماقبل سے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ اب حضرت مصنفؒ اگلے شعر میں ان دونوں وقفوں کے بالترتیب نام بیان فرماتے ہیں۔

(۷۶) : فَالتَّامُ فَالْكَافِیْ وَلَفْظًا فَامْنَعَنْ

اِلَّا رُئُوْسَ الْاٰیِ جَوِّزْ فَالْحَسَنْ

ترجمہ:

(پہلی قسم جہاں مابعد سے کوئی تعلق نہ ہو) وقف تام ہے اور (دوسری قسم جس میں مابعد سے لفظی تعلق تو نہ ہو صرف معنوی ہو) وقف کافی ہے اور (وہ تعلق) لفظاً (بھی) ہو تو منع کر (ابتداء سے) کیونکہ اس وقت اعادہ ضروری ہے۔ مگر رؤس آیات پر جائز سمجھ تو (یعنی ابتداء کو) اور یہ وقف حسن ہے۔

تشریح:

اس شعر میں مصنفؒ نے جو اقسام اوپر بیان فرمائی ہیں ان میں پہلی قسم وقف تام اور دوسری وقف کافی کے نام اور وقف حسن کی تعریف اور اس کا حکم بتلا رہے ہیں۔

◆ **وقف حسن:** ...... اگر لفظ موقوف علیہ کو اپنے مابعد سے تعلق لفظی اور معنوی دونوں ہوں کیونکہ تعلق لفظی سے تعلق معنوی کا ہونا لازمی ہے بخلاف اس کے عکس کے یعنی تعلق معنوی سے تعلق لفظی کا ہونا لازم نہیں آتا جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وغیرہ پر وقف کریں تو اس کو وقف حسن کہتے ہیں کیونکہ اس جگہ وقف کرنا تو حسن ہے لیکن مابعد سے ابتداء کرنا تعلق لفظی کی وجہ سے جائز نہیں ہے بلکہ ماقبل سے اعادہ ضروری ہے۔

مگر آیات کے نشانات پر ہر صورت میں وقف کرنا اور اس کے مابعد سے ابتداء کرنا ضروری ہے جیسے یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ کے اَلنَّاسِ میں کہ النَّاسِ کے کلمہ کو اپنے مابعد یعنی مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ سے تعلق ہے لفظاً بھی اور معناً بھی مگر چونکہ یہاں آیت ہے اس واسطے یہاں وقف کرنا اور مابعد سے ابتداء کرنا سنت ہے اس کی

دلیل یہ حدیث ہے اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ جب پڑھتے تھے تو ایک ایک آیت پر قطع فرماتے تھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر وقف فرماتے تھے پھر پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پھر وقف فرماتے پھر اس کے بعد پڑھتے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پھر وقف فرماتے تھے۔ [1]

فائدہ:...... وَلَفْظًا میں وقف حسن کی تعریف اور فَامْنَعَنْ میں حکم اِلَّا سے لے کر جُوِّزْ تک حکم سے استثناء کو بیان کیا۔

شعر ۵/۷۷:

(۵/۷۷): وَغَيْرُ مَا تَمَّ قَبِيْحٌ وَّلَهٗ
يُوْقَفُ مُضْطَرًّا وَّيُبْدَا قَبْلَهٗ

ترجمہ:

اور غَيْرُ مَا تَمَّ مَعْنَاهُ (جہاں بات پوری نہ ہوئی ہو) وقف قبیح ہے۔ اور اس (یعنی غَيْرُ مَا تَمَّ مَعْنَاهُ) پر وقف کیا جاتا ہے مجبوری کی حالت میں اور ابتداء کی جائے اس کے ماقبل سے۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے وقف قبیح (جو کلام غیر تام کی قسم ہے) کی تعریف اس کا موقع ومحل اور اس کا حکم بیان کیا ہے۔

وقف قبیح کی تعریف: وہ کلام جس میں مفہوم پورا نہ ہوتا ہو ایسی جگہ پر وقف کرنا وقف قبیح ہے۔ قبیح کے معنی ہے برا جیسے وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اور وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ پر

[1] ترمذی، ص ٤١٥، مطبوعہ نور محمد کتب خانہ، آرام باغ کراچی۔

وقف کرنا مگر قاری اضطراری حالت اور بے اختیاری میں ایسے موقع پر وقف کر سکتا ہے یعنی سانس کا ختم ہو جانا یا کھانسی یا ہچکی وغیرہ کا آنا یا بھول جانا وغیرہ۔ اگر ایسی جگہ وقف کیا جائے تو ماقبل سے اعادہ ضروری ہے۔

فائدہ ١:...... وَغَيْرُ مَاتَمَّ قَبِيْحٌ میں تعریف وَلَهٗ يُوْقَفُ مُضْطَرًّا میں موقع اور محل وَيُبْدَا قَبْلَهٗ میں حکم بیان کیا ہے۔

فائدہ ٢:...... لَهٗ کی ضمیر کا مرجع قَبِيْحٌ ہے۔

(٦/٧٨): وَلَيْسَ فِي الْقُرْاٰنِ مِنْ وَّقْفٍ وَّجَبْ

وَلَا حَرَامٍ غَيْرُ مَالَهٗ سَبَبْ

ترجمہ:

اور نہیں ہے قرآن میں کوئی وقف جو واجب ہو اور نہ حرام بجز اس کے کہ اس کے لیے کوئی سبب ہو۔

تشریح:

قرآنِ مجید میں کوئی ایسا وقف نہیں کہ قاری اس پر وقف نہ کرے تو گنہگار ہو گا یعنی واجب قرار نہیں دیا گیا اور نہ ہی کوئی وقف ایسا ہے کہ قاری اس پر وقف کرے تو یہ وقف حرام ہو گا اس لیے کہ وقف اور وصل کرنا معنی پر دلالت نہیں کرتے اور نہ ان سے معنی کی تکمیل ہوتی ہے کہ اگر وہ نہ کیے جائیں تو معنی میں فرق پڑے گا۔

دراصل وقف اور وصل دونوں کلام عرب کے اسلوب اور خواص ہیں جس سے کلام کا مکمل ہونا یا نامکمل رہنا معلوم ہوتا ہے پس فقہی اصطلاح کے موافق نہ تو یہ واجب ہے اور نہ حرام ہے سوائے اس چیز کے کہ اس کے واسطے کوئی وجہ اور سبب ہو یعنی وقف اس

وقت قبیح یا حرام ہوگا جب قاری قصداً غلط یا کفریہ تصور سے پڑھے کوئی شخص قصداً غلط عقیدۂ کفریہ سے وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اور اِنِّیْ كَفَرْتُ پر وقف کرے۔ لازمی امر ہے کہ ایک مسلمان ایسا کبھی نہ کرے گا۔ بہتر یہی ہے کہ ایسے وقف سے پرہیز کرے اس واسطے کہ ایسے مقام پر وقف کرنے سے ایسے معنیٰ کا وہم آتا ہے جو مومن کے عقیدے کے خلاف ہے۔ [1]

فائدہ:...... حضرت مصنفؒ وقف کا بیان ختم فرما کر آگے مقطوع وموصول اور تاء تانیث کا بیان شروع فرما رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب موضوعات بھی وقف سے متعلق ہیں۔

بَابُ مَعْرِفَةِ الْمَقْطُوْعِ وَالْمَوْصُوْلِ ﴿۱۵﴾

مقطوع اور موصول کی پہچان کا بیان

اوقاف بیان کرنے کے بعد مصنفؒ نے مقطوع اور موصول اور تاء مجرور کی پہچان کا ذکر شروع فرمایا ہے اس باب میں پندرہ اشعار ہیں۔

(۱/۷۹): وَاعْرِفْ لِمَقْطُوْعٍ وَّمَوْصُوْلٍ وَّتَا

فِیْ مُصْحَفِ الْإِمَامِ فِیْمَا قَدْ اَتٰی

ترجمہ:

اور پہچان تو مقطوع اور موصول اور تاء (تانیث) کو مصحف عثمانی میں جیسا کہ تحقیق آیا ہے۔

[1] ھندی شرح جزری، ص: ۱۱۱ مطبوعہ قرآت اکیڈمی لاہور۔

تشریح:

ناظمؒ اس باب میں مقطوع اور موصول کی بحث کریں گے کہ قرآنِ مجید میں کہاں کلمہ ملا کر لکھا ہوا ہے اور کہاں کاٹ کر لکھا ہوا ہے جو دو کلمے ملا کر لکھے گئے ہیں مثلاً فِیْمَا تو اس کو موصول کہتے ہیں کیونکہ پہلا کلمہ دوسرے سے ملا کر لکھا ہوا ہے اور جو دو کلمے الگ الگ لکھے ہوئے ہیں جیسے فِیْ مَا اس کو مقطوع کہتے ہیں کیونکہ پہلا کلمہ دوسرے سے الگ لکھا ہوا ہے قاری مقری کے لیے مقطوع اور موصول کا جاننا نہایت ضروری ہے اس لیے جہاں دو کلمے مصحف عثمانی میں مقطوع ہوں تو وہاں پر ایک پر وقف صحیح ہے بخلاف موصول کے کہ اس کے پہلے کلمہ پر وقف نہیں کر سکتے کیونکہ وقف کی تعریف یہ ہے کہ اخیر کلمہ غیر موصولہ پر سانس توڑ کر ٹھہرنا۔

دوسرا وقف کے باب میں یہ قانون ہے کہ وقف تابع رسم الخط کے ہوتا ہے تو جب قاری کو مقطوع اور موصول کا علم ہو تو وقف صحیح طور پر کر سکے گا ورنہ غلطی کرے گا۔

اور تائے تانیث کا جاننا بھی ضروری ہے کیونکہ یہ تاء کہیں اس طرح ۃ (گول) لکھی ہے جیسے رَحْمَةٌ اور کسی جگہ لمبی لکھی ہے جیسے اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ تو تاء مطولہ پر تاء کے ساتھ اور مدورہ مربوطہ پر ہا کے ساتھ وقف ہوگا۔ شعر بالا میں مصحف امام سے خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا مصحف مراد ہے جس کے متعلق ضروری معلومات ہم شعر نمبر ے کے ذیل میں لکھ چکے ہیں۔

فائدہ:...... موصول اور مقطوع اور تاء کے علاوہ بھی بہت سے کلمات خلاف قیاس قرآن مجید میں لکھے ہوئے ہیں جن کو بالاستیعاب علامہ شاطبی نے عَقِيْلَةُ اَتْرَابِ الْقَصَائِدِ المعروف رائیہ میں بیان کیا ہے اور ابوعمرو دانی رحمہ اللہ نے کتاب المقنع میں ان کی نشان دہی کی ہے۔

۲/۸۰: فَاقْطَعْ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ اَنْ لَّا
مَعْ مَلْجَأً وَلَا اِلٰهَ اِلَّا

ترجمہ:

پس قطع کر کے لکھ دس کلمات میں اَنْ لَّا کو (۱) مَلْجَأً (توبہ رکوع ۱۴) کے ساتھ (۲) اور لَا اِلٰهَ اِلَّا (ہود، ع ۲، انبیاء، ع ۶) کے ساتھ۔

تشریح:

یہاں سے مقطوع اور موصول کا بیان تفصیل سے شروع کر رہے ہیں قرآن مجید میں باجماع اہل رسم دس کلمات ایسے ہیں جن میں اَنْ ناصبہ کو لائے نافیہ سے علیحدہ لکھا ہے ان دس مواقع میں سے ناظم نے دو کو اس شعر میں بیان فرمایا ہے۔ ❶ اَنْ لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ (توبہ، آیت ۱۱۸) اور ❷ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا هُوْ۔ (ہود، آیت ۱۴)

سوال:...... ناظمؒ کے بیان کی رو سے اَنْ لَّا صرف دس جگہ مقطوع ہے اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ باقی موقعوں میں موصول ہے جیسے اَلَّا تَزِرُ، اَلَّا يَرْجِعُ حالانکہ اَنْ لَّا اِلٰهَ سورۃ انبیاء آیت ۸۷ میں بھی بعض قرآنوں میں مقطوع اور بعض میں موصول ہے پس مناسب یہ تھا کہ اس طرح بیان کرتے کہ اَنْ لَّا دس جگہ اجماعاً مقطوع ہے اور ایک جگہ اختلاف ہے پھر ناظمؒ نے ایسا کیوں نہیں کیا۔

جواب:...... اہل رسم کے ہاں اس میں اختلاف ہے اکثر مصاحف میں قطع ہی ہے اور بعض میں موصول ہے چنانچہ علامہ دانیؒ نے اپنی کتاب المقنع میں انہیں دس مقطوعات کا ذکر فرمانے پر اکتفا کیا ہے جن کو ناظمؒ نے بیان فرمایا ہے ہوسکتا ہے کہ ناظمؒ نے اس تمام پر علامہ دانیؒ کی اتباع کی ہو۔ ❶

❶ الجواهر النقيه شرح المقدمة الجزريه ص: ۲۲۰ قرآءت اکیڈمی لاہور۔

(۳/۸۱): وَتَعْبُدُوْا یٰسٓ ثَانِیْ هُوْدَ لَا

یُشْرِكْنَ تُشْرِكْ یَدْخُلَنْ تَعْلُوْا عَلٰی

ترجمہ:

(۳) اور لَا تَعْبُدُوْا کے ساتھ یٰسٓ (ع۴) میں (۴) اور دوسرے لَا تَعْبُدُوْا کے ساتھ، سورۂ ہود (ع۳) میں (۵) اور لَا یُشْرِكْنَ (الممتحنہ ع۲) کے ساتھ (۶) اور لَا تُشْرِكْ (حج ع۴) کے ساتھ (۷) اور لَا یَدْخُلَنَّهَا (ن ع۱) کے ساتھ (۸) اور لَا تَعْلُوْا عَلٰی (دخان ع۱) کے ساتھ۔

تشریح:

ناظمؒ نے مذکورہ دس کلمات میں سے چھے کو اس شعر میں بیان کیا ہے ❸ کلمہ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنِ (سورۃ یٰسین آیت نمبر ۶۰ میں ہے) اور ❹اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْكُمْ (سورہ ہود آیت نمبر ۲۶) دوسرا کلمہ جو تیسرے رکوع میں ہے دوسرے کی قید سے سورہ ہود کے پہلے اَلَّا تَعْبُدُوْا سے احتراز مقصود ہے جو پہلے رکوع میں ہے جو باتفاق مصاحف موصول ہے۔ ❺اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ (سورہ ممتحنہ آیت نمبر ۱۲) ❻اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْئًا (سورۃ حج آیت ۲۶) ❼اَنْ لَّا یَدْخُلَنَّهَا الْیَوْمَ عَلَیْكُمْ مِسْكِیْنٌ (سورۃ النون آیت ۲۴) ❽اَلَّا تَعْلُوْا عَلَی اللّٰهِ (سورۃ الدخان آیت ۱۹) ان سب میں اَنْ لَّا سے کاٹ کر لکھا ہوا ہے۔

فائدہ:...... تَعْلُوْا کے بعد عَلٰی کلمہ قرآنی ہے جس کے ذریعے اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ (نمل رکوع ۲) نکل گیا جو اجماعاً موصول ہے۔

(۴۲/۸۲): اَنْ لَّا یَقُوْلُوْا لَآ اَقُوْلَ اِنْ مَّا
بِالرَّعْدِ وَالْمَفْتُوْحَ صِلْ وَعَنْ مَّا

ترجمہ:

(۹) اور لَا یَقُوْلُوْا (اعراف ع۲۱) (۱۰) اور لَآ اَقُوْلُ (اعراف ع۱۳) کے ساتھ (اور قطع کر کے لکھ) اِنْ مَّا کو سورۂ رعد (رکوع ۶) میں اور اَمَّا مفتوح کو (ہر جگہ) ملا کر لکھ اور عَنْ مَّا۔

تشریح:

اس شعر میں ناظم نے بقیہ دو مواقع بیان کیے ہیں ❾ اَنْ لَّا یَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ (سورۂ اعراف آیت ۱۶۹) ❿ حَقِیْقٌ عَلٰٓی اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ (سورۃ اعراف آیت ۱۰۵) یہاں تک اَنْ لَّا مقطوع کے دس کلمات کا بیان ختم ہو گیا اور سورۃ الانبیاء میں اختلاف ہے ان گیارہ کے علاوہ باقی تمام قرآن میں باتفاق اَ لَّا موصول ہے جیسے اَلَّا یَرْجِعُ وغیرہم۔

اس شعر میں دوسری بات یہ بیان کی ہے کہ اِنْ شرطیہ کو مَا مؤکدہ سے سورۃ الرعد میں کاٹ کر لکھو جیسے وَاِنْ مَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ (الرعد آیت ۴۰) اور اس کے علاوہ باقی تمام قرآن میں اِنْ شرطیہ کو مَا سے ملا کر لکھا ہوا ہے جیسے اِمَّا تَخَافَنَّ (انفال) وَاِمَّا نُرِیَنَّكَ وغیرہم۔

وَالْمَفْتُوْحَ صِلْ سے مراد یہ کہ اَمَّا (جس کا ہمزہ مفتوح ہے) اس کو ما سے ملا کر لکھو تمام قرآن میں یہ لفظ موصول ہی ہے مقطوع کہیں نہیں جیسے اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ (انعام) اَمَّا ذَا کُنْتُمْ (نحل) وغیرہم۔

آگے فرماتے ہیں عَنْ مَّا کا مطلب یہ ہے کہ باتفاق مصاحف فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا (الاعراف آیت ۱۶۶) میں عَنْ جارہ کو مَا موصولہ وغیرہ سے قطع کر کے لکھا گیا ہے۔ باقی ہر جگہ موصول لکھا گیا ہے جیسے عَمَّا تَعْمَلُوْنَ، عَمَّا يَقُوْلُوْنَ، عَمَّا يُشْرِكُوْنَ وغیرہم۔

(۵/۸۳): نُهُوْا اقْطَعُوْا مِنْ مَّا بِرُوْمٍ وَّالنِّسَا
خُلْفُ الْمُنَافِقِيْنَ اَمْ مَّنْ اَسَّسَا

ترجمہ:

نُهُوْا (اعراف ع ۲۱) کو قطع کر کے لکھو اور (قطع کر کے لکھ) مِنْ مَّا کو سورۂ روم (ع ۴) میں اور سورۂ نساء (ع ۴) میں اور (ثابت ہوا) ہے خلف مُنَافِقِيْنَ (ع ۲) والے مِنْ مَّا میں اور (قطع کر کے لکھ) اَمْ مَّنْ اَسَّسَا (توبہ ع ۱۳) کو۔

تشریح:

اس شعر میں یہ بیان کیا گیا کہ مِنْ جارہ کو مَا موصولہ سے دو جگہ قرآنِ مجید میں کاٹ کر لکھا گیا ہے ❶ مِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاءَ (الروم آیت ۲۸) ❷ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ (النساء ۲۵) اور وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ (منافقون آیت ۱۰) میں اختلاف ہے بعض مصاحف میں کاٹ کر لکھا ہوا ہے اور بعض میں ملا کر حاصل یہ کہ دونوں طرح جائز ہے ان تین موقعوں کے سوا مِمَّا سب جگہ موصول ہے اور منافقون والے میں بھی عمل وصل ہی پر ہے۔ [1] جیسے مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ۔ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا وغیرہ۔

[1] العطایا الوھبیہ، ص: ۳۹۸ مطبوعہ مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان۔ الشیخ رحیم بخش پانی پتی۔

اور فرماتے ہیں کہ اَمْ کو مَنْ استفہامیہ سے قرآنِ مجید میں چار جگہ کاٹ کر لکھا ہوا ہے ❶ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ (توبہ آیت ۱۰۹)

(٦٤/٨٤): فُصِّلَتِ النِّسَا وَذِبْحٍ حَيْثُ مَا
وَاَنْ لَّمِ الْمَفْتُوْحَ كَسْرَ اِنَّ مَا

ترجمہ:

اور (اَمْ مَنْ کو) سورۃ فصلت (یعنی حم سجدہ ع ۵) میں اور سورۂ نساء (ع ۱۶) میں اور سورۂ ذبح (یعنی والصافات ع ۱) میں اور (قطع کر کے لکھ) حَيْثُ مَا (بقرہ ع ۷ او ع ۱۸) کو اور اَنْ لَّمْ مفتوح کو (جیسا کہ سورۂ بلد میں ہے) اور (قطع کر کے لکھ) کسرہ والے اِنَّ مَا کو۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے بقیہ تین مواقع بیان فرمائے ہیں جہاں اَمْ کو مَنْ سے کاٹ کر لکھا ہوا ہے۔ ❷ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا (حم سجدہ آیت ۴۰) ❸ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا (النساء ۱۰۹) ❹ اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا (الصافات آیت نمبر ۱۱) پس ان مذکورہ چار موقعوں میں تو اَمْ متصلہ مَنْ موصولہ سے مقطوع ہے جس کی شکل یہ ہے اَمْ مَّنْ اور باقی تمام جگہ موصول یعنی ملا کر لکھا ہوا ہے جس کی شکل یہ ہے اَمَّنْ جیسے اَمَّنْ خَلَقَ، اَمَّنْ جَعَلَ، اَمَّنْ يُّجِيْبُ وغیرہم پھر فرماتے ہیں کہ حَيْثُ کو مَا سے کاٹ کر لکھو اور اس کو کسی لفظ یا کسی سورۃ کے ساتھ مقید نہیں کیا جس سے یہ نکل آیا کہ یہ دونوں جگہ مقطوع ہی ہے۔ کیونکہ قرآنِ مجید میں لفظ حَيْثُ مَا دو جگہ آیا ہے ❶ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ (بقرہ آیت ۱۴۴) ❷ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ

لِئَلَّا (بقرۃ آیت ۱۵۰)۔

پھر فرماتے ہیں کہ ہمزہ کے فتحہ والے اَنْ مصدریہ کو لَمْ جازمہ سے جہاں کہیں بھی آجائے مقطوع لکھو اور یہ بھی حَیْثُ مَا کی طرح صرف دو جگہ آیا ہے ① اَنْ لَّمْ یَکُنْ رَّبُّكَ (انعام آیت نمبر ۱۳۱) ② اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗ (بلد آیت نمبر ۷)

نوٹ: ...... اَلْمَفْتُوْحَ کی قید سے نکل آیا کہ یہ حکم کسرہ والے اِنْ لَّمْ کا نہیں کیونکہ اس میں قطع اور وصل ذکر شعر نمبر ۱۲ میں آرہا ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ ہمزہ کے کسرہ والے اِنْ کو مَا موصولہ کے ساتھ بالاتفاق مصاحف قرآن میں صرف ایک جگہ قطع کر کے لکھو اور وہ جگہ یہ ہے اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ (انعام آیت نمبر ۱۳۵) سورۃ کا نام آئندہ شعر میں آرہا ہے باقی تمام جگہ اِنَّمَا موصول ہے جس کی شکل یہ ہے اِنَّمَا نَحْنُ اور اِنَّمَا اَنَا وغیرہم۔

(۸۵/۷): اَلْاَنْعَامَ وَالْمَفْتُوْحَ یَدْعُوْنَ مَعَا

وَخُلْفُ الْاَنْفَالِ وَنَحْلٍ وَّقَعَا

ترجمہ:

سورۃ انعام (ع ۱۶) میں اور (قطع کر کے لکھ) فتح والے (اَنَّ مَا) کو یَدْعُوْنَ کے ساتھ دونوں جگہ (حج ع ۸ اور لقمان ع ۳) اور انفال (ع ۵) اور (نحل ع ۱۳) والے میں خُلف واقع ہوا ہے۔ اَنَّ مَا غَنِمْتُمْ اور اِنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ میں۔

تشریح:

اس شعر میں جو انعام کہا ہے اس کا تعلق گزشتہ شعر سے ہے اور اس کی وضاحت کردی گئی ہے اور اَنَّ مَا یَدْعُوْنَ جو ہمزہ مفتوح کے ساتھ دونوں جگہ یعنی سورۃ حج اور

سورۃ لقمان میں ہے ناظمؒ نے مَعًا سے انہیں دونوں کو مراد لیا ہے۔ یعنی ❶ وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ (الحج آیت نمبر۶۲) ❷ اَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ (لقمان آیت نمبر۳۰)

آگے بیان فرماتے ہیں کہ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ (انفال آیت نمبر۴۱) میں اختلاف ہوا ہے یعنی مقطوع اور موصول دونوں طرح رسم پائی گئی ہے اور اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ (نحل آیت نمبر۹۵) میں بھی اختلاف واقع ہوا ہے باقی تمام جگہ ملا کر لکھا ہوا ہے جیسے فَاعْلَمُوْا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلَاغ الْمُبِیْن اور اِنَّما تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ وغیرہم۔

فائدہ:...... وَخُلْفُ الْاَنْفَالِ وَنَحْلٍ سے یہ وہم ہوتا ہے جیسے اِنَّمَا میں اختلاف ہے وہ انفال اور نحل دونوں ہی میں ہمزہ کے فتحہ سے ہے اور اس وہم کی وجہ یہ ہے کہ ناظمؒ اس مصرعہ کو اَلْمَفْتُوْحَ یَدْعُوْنَ کے بعد لائے ہیں پس یہ خیال آسکتا ہے کہ جس طرح اس میں فتح والے اِنَّمَا کا بیان تھا اسی طرح ان دونوں سورتوں کا اَنَّمَا بھی ہمزہ کے فتحہ ہی سے ہوگا حالانکہ واقع میں ایسا نہیں ہے کیونکہ انفال میں فتحہ اور نحل میں کسرہ سے ہے نیز فتحہ والا نحل میں ہے ہی نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ناظم نے پہلے بالترتیب اِنَّ مَا بِکَسْرِهٖ ہمزہ اور اَنَّ مَا بفتح ہمزہ کے وہ مواقع بیان فرمائے جن میں باتفاق مصاحف وہ مقطوع ہیں۔ پھر ان دونوں کے مختلف فیہ مواقع کا ذکر کرتے ہوئے انفال اور نحل دونوں کا نام لیا مگر ترتیب بدل گئی کہ پہلے مفتوح کا ذکر کیا پھر مکسور کا گویا لف ونشر غیر مرتب ہوا۔ ❶

---

❶ الجواهر النقیه شرح المقدمة الجزریه ص: ۲۲۹ مطبوعہ قرآت اکیڈمی لاہور۔

۸/۸۶: وَكُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَاخْتُلِفْ

رُدُّوا كَذَا قُلْ بِئْسَ مَا وَالْوَصْلُ صِفْ

ترجمہ:

اور (قطع کرکے لکھ) كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ (ابراہیم ع ۵) کو، اور اختلاف کیا گیا ہے۔ كُلَّ مَا رُدُّوا (نساء:۱۲) میں۔ اسی طرح قُلْ بِئْسَ مَا (بقرہ ع ۱۱) (میں بھی اختلاف ہوا ہے) اور وصل بیان کر......

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے كُلَّ مَا اور بِئْسَ مَا کی رسم بیان فرمائی ہے پس فرماتے ہیں مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ (ابراہیم آیت ۳۴) کو بھی مقطوع لکھو یعنی كُلِّ مَا سے جدا ہے اور كُلَّ مَا رُدُّوا إِلَى الْفِتْنَةِ (النساء آیت ۹۱) میں اختلاف کیا گیا ہے بعض مصاحف میں موصول ہے اور بعض میں مقطوع اور ناظمؒ نے كُلَّ مَا مختلف فیہ صرف ایک بیان فرمایا حالانکہ مختلف فیہ صرف یہی ایک نہیں بلکہ اس کے علاوہ تین اور بھی ہیں: (۱) كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعَنَتْ (اعراف آیت ۳۸) (۲) كُلَّمَا جَاءَ أُمَّةً رَسُولُهَا (مومنون آیت ۴۴) (۳) كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ (ملک آیت ۸) ان تینوں میں بھی دونوں وجوہ ہیں جیسا کہ علامہ شاطبی نے قصیدہ رائیہ میں ذکر کیا ہے۔ [1]

گویا كُلَّمَا میں ایک جگہ یعنی سورۂ ابراہیم میں باتفاق قطع ہے اور مذکورہ چار مواقع میں خُلف ہے باقی تمام قرآن میں باتفاق موصول ہے جیسے كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ (البقرة آیت ۲۰) وغیرہ۔

---

[1] عقيلة اتراب القصائد المعروف رائيه ص: ٦٣۔٦٤ مطبوعہ قرآت اکیڈمی لاہور۔

اب رہا یہ کہ مصنفؒ نے ان تین مقام کے اختلاف کو بیان کیوں نہیں کیا تو اس کے کئی جوابات دیے گئے ہیں لیکن بہتر جواب یہ ہے کہ شہرت کی بناء پر ناظمؒ نے ان تین کو چھوڑ دیا ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ کُلَّمَا رُدُّوْ کی طرح اس بِئْسَمَا کے قطع و وصل میں بھی اختلاف ہے جس سے پہلے قُلْ ہے یعنی قُلْ بِئْسَمَا یَاْمُرُکُمْ (بقرۃ آیت ۹۳) میں بعض مصاحف میں کاٹ کر لکھا ہوا ہے اور بعض میں ملا کر لکھا ہوا ہے۔

(۹۶/۸۷): خَلَفْتُمُوْنِیْ وَشْتَرَوْا فِیْ مَا اقْطَعَا

أُوْحِیَ أَفَضْتُمُ اشْتَهَتْ یَبْلُوْ مَعًا

ترجمہ:

بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ (اعراف ع ۱۸) میں اور بِئْسَمَا اشْتَرَوْا (بقرہ ع ۱۱) میں اور فِیْ کو مَا سے قطع کر کے لکھ اُوْحِیَ (انعام ع ۱۸) کے ساتھ اور اَفَضْتُمْ (نور ع ۲) کے ساتھ اور اشْتَهَتْ (انبیاء ع ۷) کے ساتھ اور یَبْلُوْا کے ساتھ دونوں جگہ (یعنی لِیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَا۔ مائدہ ع ۸ اور انعام ع ۲۰)

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے بِئْسَمَا کے وہ دونوں مواقع بیان کیے ہیں جن میں بِئْسَمَا موصول ہے اور ساتھ فِیْ مَا کے مواقع بھی بیان کر رہے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ
❶ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ (البقرۃ آیت ۹۰) اور ❷ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ (اعراف آیت ۱۵۰) میں بِئْسَ کے ساتھ مَا موصول ہے جس کی شکل یہ ہے بِئْسَمَا۔
لہٰذا ان تین موقعوں کے سوا باقی ہر جگہ بِئْسَ مَا سے مقطوع ہے جس کی شکل یہ ہے

بِئْسَ مَا ۔ اس کے بعد فِیْ مَا کی رسم بیان فرمائی ہے۔ فِیْ مَا کے مقطوع اور موصول ہونے میں تفصیل یہ ہے۔

کہ گیارہ مقامات میں مقطوع اور باقی ہر جگہ موصول ہے اس کی تفصیل یہ ہے:

(۱) قُلْ لَّا اَجِدُ فِیْ مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ (انعام آیت ۱۴۵)۔ (۲) فِیْ مَا اَفَضْتُمْ (نور آیت ۱۴)۔ (۳) فِیْ مَا اشْتَهَتْ (انبیاء ۱۰۲)۔ (۴) لِیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَا اٰتٰکُمْ (المائدہ ۴۸)۔ (۵) لِیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَا (انعام ۱۶۵)۔ شعر میں مَعًا سے ان دونوں کی طرف ہی اشارہ کیا گیا ہے۔ (بقیہ اگلے شعر میں بیان فرماتے ہیں۔)

(۸۸/۱۰): ثَانِیْ فَعَلْنَ وَقَعَتْ رُوْمٍ كِلَا

تَنْزِيْلِ شُعَرَا وَغَيْرَهَا صِلَا

ترجمہ:

اور (فِیْ کو مَا سے قطع کر کے لکھ) دوسرے فَعَلْنَ (بقرہ ع۔۳۱) کے ساتھ اور واقعہ میں (فِیْ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ع۲) اور روم (ع۴) میں اور سورۂ تنزیل (زمر) کے دونوں فِیْ مَا (یعنی ع۱، ع۵) مقطوع ہیں اور شعراء (ع۸) میں بھی اور ان کے علاوہ کو ملا کر لکھ۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے فِیْ مَا کے بقیہ چھ مواقع بیان فرمائے ہیں۔ (۶) فِیْ مَا فَعَلْنَ (بقرہ آیت ۲۴۰) ثانی کہہ کر پہلے کو نکال دیا جو سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۳۶ میں آیا ہے (۷) فِیْ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (واقعہ آیت ۶۱)۔ (۸) فِیْ مَا رَزَقْنٰکُمْ (روم آیت ۲۸)۔ (۹) فِیْ مَا هُمْ فِيْهِ (زمر آیت ۳۰)۔ (۱۰) فِیْ مَا کَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ

(زمر ۴۶)۔ شعر میں کَـلَا تَـنْزِیْلَ سے ان دونکی طرف ہی اشارہ کیا ہے۔ (۱۱) فِیْ مَـا هٰهُنَا (الشعراء آیت: ۱۴۶) ان گیارہ موقعوں میں فِیْ جارہ مَا موصولہ سے مقطوع ہے اور ان کے علاوہ کو موصول لکھو جس کی شکل یہ ہے: فِیْمَا

فائدہ:...... وَغَیْرَهَا صِلَا کی ضمیر کے مرجع کے بارے میں دو احتمال ہیں:

1. یہ کہ ضمیر کا مرجع وہ گیارہ مواقع ہوں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے اور مطلب یہ ہوا کہ ان گیارہ موقعوں میں تو فِیْ مَا سے مقطوع ہے اور ان کے سوا باقی سب موقعوں میں موصول۔
2. دوسرا یہ کہ ضمیر کا مرجع صرف لفظ شعراء ہو اور مطلب یہ ہو کہ شعراء والے کے سوا باقی تمام قرآن میں موصول ہے اور اس قول کے مطابق وہ دس بھی آگئے جو اوپر بیان کیے گئے لہٰذا ان دونوں قولوں میں تطبیق یوں دیں گے کہ شعراء والا سب قولوں میں مقطوع ہے اور اس کے علاوہ وہ دس جو مذکورہ دو شعروں میں بیان ہوئے وہ اکثر مصاحف میں مقطوع اور بعض میں موصول ہیں اور ان گیارہ کے علاوہ باقی سب بالاتفاق موصول ہیں۔

(۱۱/۸۹): فَـاَیْـنَـمَـا کَـالنَّحْلِ صِلْ وَمُخْتَلِفْ

فِـی الشُّـعَـرَا الْاَحْزَابِ وَالنِّسَآ وُصِفْ

ترجمہ:

فَـاَیْـنَـمَـا (بقرہ ع ۱۴) کو مانند سورۂ نحل والے (ع ۱۰) کے ملا کر لکھ اور شعراء (ع ۵) احزاب (ع ۸) اور نساء (ع ۱۱) میں مختلف فیہ بیان کیا گیا ہے۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے اَیْـنَ مَـا کے مواقع بیان کیے ہیں اور اس کی تفصیل یہ ہے

کہ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (بقرہ آیت ۱۱۵) اور اَیْنَمَا یُوَجِّهْهُ (نحل آیت ۷۶) میں اَیْنَمَا باتفاق مصاحف موصول ہے اور اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ (الشعراء آیت ۹۲) اور اَیْنَ مَا ثُقِفُوْا (الاحزاب ۶۱) اور اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتَ (النساء آیت ۷۸) ان تین مواقع میں وصل اور قطع میں خُلف ہے یعنی بعض مصاحف میں یہ تینوں موصول اور بعض میں مقطوع آئے ہیں۔ ان مذکورہ پانچ مواقع کے علاوہ باقی تمام جگہ باجماع کاٹ کر لکھا گیا ہے جیسے فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا (البقرہ آیت ۱۴۸) اور اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ (الاعراف آیت ۳۷ وغیرہم)

(۹۰/۱۲): وَصِلْ فَاِلَّمْ هُوْدَ اَلَّنْ نَّجْعَلَا

نَجْمَعَ کَیْلَا تَحْزَنُوْا تَاْسَوْا عَلٰی

ترجمہ:

اور ملا کر لکھ فَاِلَّمْ کو سورۂ ہود (ع ۲) میں اور اَلَّنْ نَّجْعَلَ (کہف ع ۶ والے) کو اور اَلَّنْ نَّجْمَعَ (قیامہ ع ۱) کو۔ اور لِکَیْلَا تَحْزَنُوْا (آلِ عمران ع ۱۲) کو اور لِکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی (حدید ع ۳) کو۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے اِنْ لَّمْ، اَلَّنْ اور کَیْلَا کے مواقع بیان کیے ہیں اور ان کی تفصیل یہ ہے کہ اِنْ شرطیہ کو لَمْ کے ساتھ سورۃ ہود میں ملا کر لکھو جیسے:

فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ (ہود آیت ۱۴) اور اس کے علاوہ باقی تمام جگہ مقطوع ہے جیسے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا (بقرہ) وغیرہ بعض لوگوں نے فَاِنْ لَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَکَ (قصص آیت ۵۰) میں بھی وصل بیان کیا ہے لیکن علامہ جزری نے

اس کو وہم قرار دیا ہے۔ ❶

(۱) یعنی صحیح یہی ہے کہ قصص میں بھی قطع ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ اَنْ مصدریہ کو لَنْ ناصبہ کے ساتھ دو جگہ ملا کر لکھا گیا ہے پہلا اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا (کہف آیت ۴۸) دوسرا اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ (القیامہ آیت ۳) ان دونوں کے علاوہ باقی ہر جگہ باتفاق اَنْ لَّنْ مقطوع مرسوم ہے جیسے اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ (فتح آیت ۱۲) وغیرہ۔

آگے فرماتے ہیں کہ حرف کَیْ کو لَا سے چار جگہ ملا کر لکھا گیا ہے دو کو اس شعر میں بیان کیا ہے: (۱) لِكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ (آل عمران آیت ۱۵۳)۔ (۲) لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ (حدید آیت ۲۳) باقی دو کا ذکر آئندہ شعر میں آئے گا۔

(۹۱/۱۳) : حَجُّ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَّقَطْعُهُمْ
عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ مَنْ تَوَلّٰى يَوْمَ هُمْ

ترجمہ:

اور سورۃ حج والے (یعنی لِكَيْلَا يَعْلَمَ ع۱) اور عَلَيْكَ حَرَجٌ (احزاب ع۲) والے کو اور قطع اہل رسم کا (ثابت) ہے عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ (نور ع۲) میں اور عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى (نجم ع۲) میں اور يَوْمَ هُمْ (مومن ع۱ اور ذاریات ع۱) میں۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے کَیْلَا کے باقی دو مواقع اور عَنْ مَّنْ اور يَوْمَهُمْ کے

---

❶ النشر فی القراءات العشر جلد اوّل ص: ۱۱۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان۔

مواقع بیان کیے ہیں اور ان کی تفصیل یہ ہے کہ (۳) لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا (حج آیت ۵) اور (۴) لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ (احزاب آیت ۵۰) ان چار کے علاوہ باقی جگہ باتفاق کاٹ کر لکھا گیا ہے جیسے كَيْ لَا يَكُونَ (حشر آیت ۷) وغیرہ آگے فرماتے ہیں کہ عَنْ جارہ کو مَا موصولہ سے دو جگہ مقطوع لکھو۔(۱) وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ (نور ۴۳)۔(۲) عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا (نجم آیت ۲۹)۔

علامہ دانیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن میں ان دو کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ ❶

يَوْمَهُمْ دو جگہ مقطوع اور باقی سب جگہ موصول ہے۔(۱) يَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ (غافر آیت ۱۶)۔(۲) يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ (ذاریات آیت ۱۳) ان دونوں جگہ میں هُمْ ضمیر مرفوع ہے جو انفصال کا تقاضہ رکھتی ہے۔ مجرور باتفاق ملا کر لکھی ہوئی ہے جیسے يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ وغیرہم۔

(۹۲/۱۴): وَمَالِ هٰذَا وَالَّذِيْنَ هٰؤُلَآءِ

تَحِيْنَ فِي الْاِمَامِ صِلْ وَوُهِّلَا

ترجمہ:

اور (قطع ثابت ہے) مَالِ هٰذَا (کہف ع ۶ اور فرقان ع ۱) میں۔ اور فَمَالِ الَّذِيْنَ (معارج ع ۲) اور فَمَالِ هٰؤُلَآءِ (نساء ع ۱۱) میں اور لَا تَحِيْنَ (سورۂ ص ع ۱) کو مصحف امام کی موافقت میں ملا کر لکھ۔ اور یہ (ملا کر لکھنا) ضعف کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

---

❶ المقنع ص: ۷٦ الامام ابی عمرو عثمان بن سعید الدانی مطبوعہ مکتبہ الکلیات الازہریۃ القاہرہ، مصر۔

تشریح:

اس شعر میں لام جارہ کا ھٰـذَا الَّـذِیۡـنَ اور ھٰـؤُلَآءِ سے اور لَاتَ حِیۡـنَ کے مقطوع اور موصول ہونے کو بیان فرمایا ہے اور ان کی تفصیل یہ ہے کہ لام جارہ اپنے مجرور سے چار جگہ کاٹ کر لکھا ہوا ہے: (۱) مَـالِ ھٰذَا الۡـكِتٰبِ (کہف آیت ۴۹)۔ (۲) مَـالِ ھٰذَا الـرَّسُوۡلِ (الفرقان آیت ۷)۔ (۳) فَـمَـالِ الَّـذِیۡنَ كَـفَـرُوۡا (معارج آیت ۳۶)۔ (۴) فَمَالِ هٰؤُلَآءِ الۡقَوۡمِ (نساء۷۸) ان چار موقعوں کے علاوہ حرف جر اپنے مجرور سے ملا کر لکھا ہوا ہے جیسے مَالَكَ لَا تَأۡمَنَّا (یوسف آیت ۱۱) اور مَالِاَحَدٍ عِنۡدَهٗ (لیل آیت ۱۹) وغیرہ۔

آگے فرماتے ہیں کہ وَّلَاتَ حِیۡـنَ مَـنَـاصٍ (ص آیت ۳) کو رسم کے امام ابوعبید قاسم بن سلامؒ ❶ نے فرمایا ہے کہ مصحف امام میں یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جو مصحف تھا اس میں وَّلَاتَ میں تاء کو حِیۡنَ کے ساتھ ملا کر لکھا گیا ہے جس کی شکل یہ ہے لَا تَـحِیۡـنَ لیکن باقی علماء رسم نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ باقی تمام مصاحف مثلاً حجازی، شامی، عراقی وغیرہ میں لَاتَ کی تاء حِیۡنَ سے الگ لکھی گئی ہے اور یہی صحیح ہے جس کی شکل یہ ہے کہ لَاتَ حِیۡـنَ اس کی تفصیل شیخ القراء حضرت مولانا قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ کی مایہ ناز شرح الجواہر النقیہ اور شیخ القراء حضرت مولانا قاری محمد شریف رحمہ اللہ کی عظیم الشان شرح التقدمۃ الشریفیہ میں لکھی ہے۔

---

❶ ابوعبید القاسم بن سلام المروی البغدادی رسم کے جلیل القدر امام ہیں اور آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں ۲۲۶ ہجری میں ہوئی۔ تذکرۃ الحفاظ جلد۲، ص ٤١٧.

۹۳/۱۵ : کَالُوْهُمْ اَوْوَّزَنُوْهُمْ صِلِ
کَذَا مِنَ الْ وَهَاوَیَا لَا تَفْصِلِ

ترجمہ:

اور کَالُوْهُمْ اَوْوَّزَنُوْهُمْ (تطفیف میں ہر دو فعلوں کو ضمیر هُمْ کے ساتھ) ملا کر لکھ تو۔ اسی طرح اَلْ اور هَا اور یَا سے (ان کے مدخولوں کو) جدا نہ کر تو۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ فرما رہے ہیں کہ کَالُوْهُمْ اَوْوَّزَنُوْهُمْ (المطففین آیت ۳) میں موصول لکھو یعنی کَالُوْ اور اَوْوَّزَنُوْ میں واؤ کے بعد الف فاصل نہ لکھو جو جمع کے واؤ کے بعد اکثر لکھا جائے اور اگر یہ الف لکھا ہو تو اس صورت میں یہ مقطوع کہلائیں گے اور مختار مذہب کی بنا پر اَوْوَّزَنُوْهُمْ اور کَالُوْهُمْ پر هُمْ کے بغیر وقف کرنا صحیح نہیں اور یہی حکم رَزَقْنٰهُمْ، اَعْطَیْنٰكَ وغیرہ کا ہے۔

اسی شعر کے دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ لام تعریف اور ہا تنبیہ اور یاء ندا ان تینوں کو ان کے مدخولوں سے جدا نہیں لکھا جائے گا بلکہ جن کے اوپر یہ داخل ہوں گے ان کے ساتھ ملا کر لکھا جائے گا جیسے اَلْحَقَّ، اَلْاَرْضِ، یٰنُوْحُ، هٰاَنْتُمْ، هٰؤُلَآءِ یہ تینوں معنی کی رو سے تو مستقل کلمہ ہیں لیکن اسم میں اپنے مدخولوں سے متصل ہیں اس بناء پر تینوں نہ تو قرآءت کی رو سے جدا ہو سکتے ہیں اور نہ کتابت کی رو سے پس نہ تو اَلْ اور هَا اور یَا پر وقف کرنا درست ہے اور نہ ان کے بعد والے کلمہ سے اعادہ صحیح ہے۔

بَابُ رَسْمِ التَّآءَاتِ

تاءِ تانیث کی رسم کے بیان میں

علامہ جزریؒ نے مقطوع اور موصول کو بیان کرنے کے بعد تاء تانیث کی رسم کا بیان شروع کیا ہے۔ قرآنِ مجید میں تاء تانیث کا رسم الخط دو طرح ہے ایک بصورت ھاء جس کو تاء مربوطہ یا مدوّرہ کہتے ہیں۔ دوسری بصورت ت جس کو تاء مجرورہ یا مطولہ کہتے ہیں۔ اگر تاء بصورت ھاء ہو تو اس پر وقف تمام قراء کے نزدیک ھاء ساکنہ سے بدل کر ہوگا اور روم اور اشمام اس میں جائز نہ ہوگا اور جن میں تاءِ تانیث کی صورت میں ہے اس میں مکیؒ، بصریؒ، کسائیؒ اور یعقوبؒ تو وقف بالہا کرتے ہیں تاکہ وقف صحیح لغت کے مطابق ہو اور امام نافعؒ امام ابن عامرؒ، امام حمزہؒ، امام عاصمؒ، امام خلفؒ بزار اور امام ابوجعفرؒ رسم کی اتباع کرتے ہوئے تاء کے ساتھ وقف کرتے ہیں اور یہ لغت طَیْ اور حِمْیَرْ کی ہے۔

یاد رہے یہاں تانیث کی تاء کا ذکر ہے اور جس کی رسم بیان کی گئی ہے اس سے مراد وہ تاء ہے جو مفرد اسموں کے آخر میں ہو اور ہو بھی اسم ظاہر کی طرف مضاعف جیسے رَحْمَتُ اللّٰهِ، نِعْمَتِ رَبِّكَ وغیرہ طلباء اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔ چونکہ تاء مربوطہ اکثر موقعوں میں ہے اور تاء مجرورہ کم موقعوں میں ہے اس لیے ناظمؒ نے اختصار کے پیشِ نظر تاء مجرورہ کو بیان فرمایا ہے لہٰذا باقی موقعوں میں گول ۃ کی صورت میں ہے اس تمہید کے بعد ناظم کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔

(۹۴/۱): وَرَحْمَتُ الزُّخْرُفِ بِالتَّا زَبَرَهْ

اَلْاَعْرَافِ رُوْمٍ هُوْدَ كَافَ الْبَقَرَهْ

ترجمہ:

اور (اہل رسم نے) سورۂ زخرف (ع ۳) میں لفظ رَحْمَتْ کو (ہر دو جگہ، لمبی) تاء کے ساتھ لکھا ہے (نیز) اعراف (ع ۷) میں اور روم (ع ۵) اور ہود (ع ۷) اور کاف (یعنی مریم ع ۱) میں اور بقرہ (ع ۲۷) میں۔

تشریح:

قرآنِ مجید میں تاء تانیث خلاف رسم قیاسی تیرہ کلمات میں لمبی لکھی ہے اور یہ تیرہ کلمات اکتالیس جگہ آئے ہیں ناظمؒ بالتفصیل ان تیرہ کلمات کو شمار کرواتے ہیں لہٰذا اس شعر میں ناظمؒ نے لفظ رَحْمَتْ کے سات مواقع جو چھے سورتوں میں آئے ہیں ان کو بیان فرمایا ہے۔

(۱) اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ (زخرف آیت ۳۲)۔ (۲) وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (الزخرف آیت ۳۲)۔ (۳) اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (اعراف آیت ۵۶)۔ (۴) فَانْظُرْ اِلٰى اٰثَارِ رَحْمَتِ اللّٰهِ (روم آیت ۵۰)۔ (۵) رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ (ہود آیت ۷۳)۔ (۶) ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ (مریم ۲)۔ (۷) اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ (بقرہ ۲۱۸)۔

ان سات کے علاوہ باقی سب جگہ رَحْمَةٌ گول ۃ سے لکھی ہوئی ہے۔

(۲ / ۹۵) نِعْمَتُهَا ثَلٰثُ نَحْلٍ اِبْرَهَمْ

مَعًا اَخِيْرَاتٌ عُقُوْدُ الثَّانِ هَمّْ

ترجمہ:

اور نِعْمَتْ اس (سورۂ بقرہ ع ۲۹) میں۔ اور تین لفظ نعْمَتْ سورۂ نحل کے، (یعنی رکوع ۱۰، ۱۱، ۱۵) اور ابراہیم (رکوع ۵) میں دونوں، اس حال میں کہ یہ (بقرہ اور نحل اور ابراہیم کے) آخری الفاظ میں (لہٰذا جو پہلے آئے ہیں وہ نکل گئے) اور عقود (مائدہ ع ۲) میں دوسرا نِعْمَتْ هَمَّ کے ساتھ۔

تشریح:

لفظ نعْمَتْ تمام قرآن میں گیارہ جگہ مرسوم بالتاء ہے اس کے علاوہ تمام جگہ مرسوم بالہاء ہے۔ اس شعر میں ناظمؒ نے سات کا ذکر کیا ہے۔ باقی آئندہ شعر میں مذکور ہیں۔

(۱) وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَا اُنْزِلَ (البقرہ آیت ۲۳۱)۔ (۲) وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ (نحل ۷۲)۔ (۳) وَيَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ (نحل ۸۳)۔ (۴) وَاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ (نحل ۱۱۴)۔ (۵) بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ (ابراہیم ۲۸)۔ (۶) وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (ابراہیم ۳۴)۔ (۷) اُذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ (مائدہ ۱۱) باقی چار آئندہ شعر میں آرہے ہیں۔

فائدہ:...... نِعْمَتُهَا کی ضمیر کا مرجع البقرہ ہے جو گزشتہ شعر میں مذکور ہے۔ مَعًا سے مراد سورۃ بقرہ، نحل اور ابراہیم کے اخیر والے لفظ نِعْمَتْ میں یہ قاعدہ ہے اور ان مذکورہ مقامات سے جو پہلے آئے ہیں وہ گول ۃ سے ہیں اور عقود سے مراد سورۂ مائدہ ہے

جو کہ اس کا دوسرا نام ہے۔

(۹۶/۳): لُقْمٰنَ ثُمَّ فَاطِرٌ كَالطُّوْرِ

عِمْرٰنَ لَعْنَتَ بِهَا وَالنُّوْرِ

ترجمہ:

اور لقمان (ع۴) میں پھر فاطر (ع۱) والا (نِعْمَتْ) مثل طور (ع۲) والے کے (تاء طویلہ کے ساتھ) ہے۔ اور آل عمران (ع۱۱) میں بھی اور لفظ لَعْنَتُ لمبی تاء کے ساتھ ہے۔ آل عمران (ع۔۴) میں اور نور (ع۔۱) میں۔

تشریح:

اس شعر میں ناظم نے لفظ نِعْمَتْ کے باقی چار اور لَعْنَتْ کے دو مواقع بیان کیے ہیں۔ (۸) تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ (لقمان آیت:۳۱)۔ (۹) نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ (فاطر آیت:۳)۔ (۱۰) فَذَكِّرْ فَمَا اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ (طور آیت:۲۹)۔ (۱۱) وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً (آلِ عمران آیت:۱۰۳)۔ ان گیارہ کے علاوہ باقی مقامات میں لفظ نِعْمَةٌ گول ۃ سے ہیں۔

آگے فرماتے ہیں کہ لفظ لعنت دو جگہ لمبی تاء کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ (۱) فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِیْنَ (آل عمران آیت:۶۱)۔ (۲) وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَیْهِ (النور آیت:۷) ان دو کے علاوہ باقی سب مقامات پر کلمہ لَعْنَةٌ گول ۃ سے ہے۔

فائدہ:...... بِهَا ضمیر کا مرجع سورۃ آلِ عمران ہے۔

(۹۷) :وَامْرَأَتٌ يُوْسُفَ عِمْرٰنَ الْقَصَصْ

تَحْرِيْمَ مَعْصِيَتْ بِقَدْ سَمِعَ يُخَصْ

ترجمہ:

اور لفظ امْـرَأَتْ یوسف (ع ۴ و ع ۷) آل عمران (ع ۴) قصص (ع ۱) اور تحریم (ع ۲) میں (لمبی تاء کے ساتھ) ہے اور مَعْصِيَتْ (لمبی تاء کے ساتھ) قَدْ سَمِعَ (مجادلہ ع ۲) کے ساتھ خاص کیا جاتا ہے۔ (یعنی دونوں موقعوں میں)۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے لفظ امْرَأَتْ اور لفظ مَعْصِيَتْ کے وہ مواقع بتلائے ہیں جن میں یہ لمبی تاء کے ساتھ لکھے گئے ہیں پس لفظ امْـرَأَتْ ان سات موقعوں میں تاء مجرورہ کے ساتھ ہے: (۱) اِمْرَأَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا (یوسف آیت ۳۰)۔ (۲) قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيْزِ (یوسف آیت ۵۱)۔ (۳) اِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ (آل عمران آیت ۳۵)۔ (۴) وَقَالَتِ امْـرَأَتَ لُوْطٍ (تحریم آیت ۱۰)۔ (۷) اِمْـرَأَتَ فِرْعَوْنَ (تحریم آیت ۱۱)۔

فائدہ:...... سورۂ یوسف اور سورۂ تحریم کو بلا قید لانے سے عموم نکل آیا پس لفظ اِمْـــرَأَتْ یوسف میں دو جگہ اور تحریم میں تینوں جگہ لمبی تاء سے ہے۔ (۲) علماء رسم نے اِمْـــرَأَتْ کا ایک اصول بیان فرمایا ہے کہ جب یہ خاوند کے ساتھ آئے تو لمبی تاء کے ساتھ مرسوم ہوگا اور ایسے مواقع صرف سات ہیں جن کا ذکر کیا جا چکا ہے اور اگر خاوند کی طرف مضاعف نہ ہو تو گول ۃ کے ساتھ ہے جیسے اِمْرَأَةٌ خَافَتْ۔

آگے فرماتے ہیں کہ لفظ مَعْصِيَتْ، قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ یعنی سورۃ مجادلہ میں دو جگہ

لمبی تاء کے ساتھ خاص کیا گیا یعنی اس کے سوا کسی اور جگہ نہیں آیا اور وہ دو یہ ہیں:
(۱) وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ (مجادلہ آیت: ۸)۔
(۲) فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ (مجادلہ آیت: ۹)۔

(۵/۹۸): شَجَرَتَ الدُّخَانِ سُنَّتْ فَاطِرٍ
كُلًّا وَّلَا نُفَالِ وَأُخْرٰى غَافِرٍ

ترجمہ:

اور لفظ شَجَرَتْ دخان (ع ۳) کا اور لفظ سُنَّتْ فاطر (ع ۵) کا ہر جگہ (جو فاطر میں تین جگہ ہے) اور انفال (ع ۵) کا اور غافر (مومن ع ۹) کا آخری لفظ سُنَّتْ (یہ تمام لمبی تاء کے ساتھ ہیں۔)

تشریح:

اس شعر میں ناظم نے لفظ شَجَرَتْ اور سُنَّتْ کے وہ مواقع بیان فرمائے ہیں جن میں یہ کلمات لمبی تاء سے ہے پس لفظ شَجَرَتْ ایک جگہ سورۃ دخان میں تاء مجرورہ سے ہے اور وہ یہ ہے اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمُ (الدخان آیت ۴۳) باقی سب جگہ گول ۃ سے مرسوم ہے۔

اور لفظ سُنَّتْ پانچ جگہ لمبی تاء سے مرسوم ہے تین جگہ سورۃ فاطر میں ❶ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ (فاطر آیت ۴۳)۔ ❷ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (فاطر آیت ۴۳)۔ ❸ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا (فاطر آیت ۴۳)۔ ناظمؒ کے قول کُلًّا سے انہیں تینوں کی طرف اشارہ ہے۔ ❹ انفال میں فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ (انفال آیت ۳۹) اور ❺ سورۃ غافر میں سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ

(غافر آیت ۸۵) باقی سب جگہ یہ کلمہ گول ۃ سے ہے۔

فائدہ:...... اُخْرٰی غَافِرِ کے ساتھ آخری کی قید احترازی نہیں بلکہ وضاحت کے لیے ہے کیونکہ سُنَّتْ سورۃ غافر میں صرف اسی جگہ آیا ہے۔

(۶/۹۹): قُرَّتُ عَيْنٍ جَنَّتٌ فِيْ وَقَعَتْ

فِطْرَتْ بَقِيَّتْ وَابْنَتْ وَّكَلِمَتْ

ترجمہ:

اور قُرَّتُ عَيْنٍ (قصص ع ۱) اور جَنَّتٌ واقعہ (ع ۳) میں اور فِطْرَتْ (روم ع ۴) اور بَقِيَّتْ (ہود ع ۸) اور اِبْنَتْ (تحریم ع ۲) اور كَلِمَتْ..........

تشریح:

اس شعر میں ناظم نے لفظ قُرَّتْ، جَنَّتْ، فِطْرَتْ، بَقِيَّتْ، اِبْنَتْ، كَلِمَتْ کی لمبی تاء کے مواقع بیان فرمائے ہیں چنانچہ لفظ قُرَّتْ صرف ایک جگہ سورہ قصص میں قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ (القصص آیت:۹) دراز تاء سے ہے باقی سب جگہ گول ۃ سے ہے۔

لفظ جَنَّتْ یہ بھی صرف ایک جگہ سورۃ واقعہ میں فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ (واقعہ آیت ۸۹) دراز تاء سے ہے باقی سب جگہ گول ۃ سے ہے۔

لفظ فِطْرَتْ پورے قرآنِ مجید میں صرف ایک ہی جگہ سورۃ روم میں آیا ہے اور وہ لمبی تاء کے ساتھ ہے۔ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ (الروم آیت ۳۰) لفظ بَقِيَّتْ ایک جگہ سورۃ ہود میں بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (ہود آیت ۸۶) لمبی تاء کے ساتھ ہے باقی سب جگہ گول تاء کے ساتھ ہے۔

اسی طرح لفظ اِبْنَتْ پورے قرآن مجید میں صرف ایک ہی جگہ سورۃ تحریم میں آیا

اور وہ بھی دراز تاء کے ساتھ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ (تحریم آیت ۱۲)

لفظ كَلِمَتُ سورۃ اعراف کے درمیان والا یعنی وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى (اعراف آیت ۱۳۷) لمبی تاء سے ہے باقی ہر جگہ گول ۃ سے ہے۔

فائدہ:...... كَلِمَتُ کے بعد اَوْسَطَ الْاَعْرَافِ کی قید آئندہ شعر کے شروع میں آرہی ہے۔

(۱۰۰/۷) :اَوْسَطَ الْاَعْرَافِ وَكُلُّ مَا اخْتُلِفْ

جَمْعًا وَّفَرْدًا فِيْهِ بِالتَّآءِ عُرِفْ

ترجمہ:

سورۂ اعراف کے وسط میں (ع ۱۶) اور وہ تمام الفاظ تانیث جو (قرآءت میں) جمع اور مفرد ہونے کے اعتبار سے مختلف فیہ ہیں وہ (لمبی) تاء کے ساتھ پہچانے جاتے ہیں۔

تشریح:

اَوْسَطَ الْاَعْرَافِ کا تعلق گزشتہ شعر کے ساتھ ہے اور اس کی وضاحت سابقہ شعر میں کردی گئی ہے اس شعر میں ناظم نے ایک قاعدہ کلیہ بیان کیا ہے کہ ہر وہ کلمہ جس میں تاء تانیث ہے اور اس میں واحد اور جمع پڑھنے میں ائمہ قراءات کا اختلاف ہے تو وہ لفظ بھی قرآنی رسم الخط میں دراز تاء کے ساتھ مرسوم ہوگا یہ آٹھ کلمات ہیں جو بارہ جگہ واقع ہیں تفصیل نقشہ ذیل سے سمجھئے۔ [1]

[1] الجواهر النقيه شرح المقدمة الجزريه ص ۲٦٤.

⇦⇦⇦⇦

نمبر شمار	کلمات	آیات	سورۃ و رکوع	مفرد پڑھنے والے حضرات
❶	کَلِمَتُ	وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا	انعام ع ۱۵	عاصمؒ، حمزہؒ، کسائیؒ مفرد باقی جمع پڑھتے ہیں
	کَلِمَتُ	إِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ	یونس ع ۱۰	//
	کَلِمَتُ	وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	مؤمن ع ۲	//
❷	اٰيٰتٌ	اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ	یوسف ع ۲	ابن کثیر مکی مفرد پڑھتے ہیں باقی جمع پڑھتے ہیں
❸	غَيٰبٰتِ	وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبٰتِ الْجُبِّ	یوسف ع۲	علاوہ نافع کے مفرد پڑھتے ہیں
❹	اٰيٰتٌ	لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ	عنکبوت ع ۵	مکی، شعبہ، حمزہ، کسائی مفرد پڑھتے ہیں باقی جمع پڑھتے ہیں
❺	غُرُفٰتِ	وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ	سبا ع ۵	حمزہ مفرد پڑھتے ہیں باقی جمع پڑھتے ہیں
❻	بَيِّنَتٍ	فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ	فاطر ع ۵	مکی بصری حمزہ، حفص مفرد پڑھتے ہیں باقی جمع پڑھتے ہیں
❼	ثَمَرٰتٍ	وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا	حم سجدہ ع ٦	مکی بصری شعبہ حمزہ کسائی مفرد پڑھتے ہیں باقی جمع پڑھتے ہیں
❽	جِمٰلَتٌ	كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ	مرسلت ع ۱❶	حفص حمزہ کسائی مفرد پڑھتے ہیں باقی جمع پڑھتے ہیں

❶ یہ نقشہ حضرت استاذ القراء والمجودین القاری المقری اظہار احمد تھانوی نور اللہ مرقدہ کی مایہ ناز شرح الجواہر النقیہ سے لیا گیا ہے۔

بَابُ هَمْزِ الْوَصْلِ ٣

ہمزہ وصل کا بیان

اس باب میں "ناظمؒ" نے ہمزہ کی حرکات بیان کرتے ہوئے ہمزہ کی دو قسمیں کی ہیں: ① ...... ہمزہ قطعی۔ ② ...... ہمزہ وصلی۔۔

① **همزہ قطعی**: ...... ہمزہ قطعی وہ ہوتا ہے جو ہر حال میں پڑھا جائے کسی بھی حالت میں حذف نہ ہو جیسے اَنْعَمْتَ، اَلَمْ نَشْرَحْ، اَحْسَنَ تَقْوِیْم، اِبْرَاهِیْمَ، اُوْحِیَ یہ ہمزہ مضموم مفتوح، مکسور تینوں حرکتوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

② **همزہ وصلی**: ...... ہمزہ وصلی وہ ہوتا ہے جو ابتداء میں تو پڑھا جائے مگر درمیان کلام میں حذف ہو جائے جیسے اَلْحَمْدُ، اِذْهَبْ، اِرْجِعْ، اُمْشُوْ وغیرہ۔

عربی میں ہمزہ وصلی کا زیادہ استعمال ہوا ہے اور ہمزہ قطعی کا کم استعمال ہوا ہے اس لیے اختصار کے پیش نظر ہمزہ قطعی کا بیان ہونا چاہیے تھا لیکن ہمزہ وصلی کے قواعد وضوابط ہمزہ قطعی کے مقابلہ میں مختصر ہے اس لیے ہمزہ وصلی کے قواعد بیان کیے جا رہے ہیں۔

١/١٠١: وَابْدَأْ بِهَمْزِ الْوَصْلِ مِنْ فِعْلٍ بِضَمْ

اِنْ كَانَ ثَالِثٌ مِّنَ الْفِعْلِ يُضَمْ

ترجمہ:

اور ابتداء کر تو فعل کی ہمزۂ وصل مضمومہ کے ساتھ اگر ہو تیسرا حرف فعل کا مضموم۔

تشریح:

اس شعر میں ناظم نے ہمزہ وصلی مضموم کا ضابطہ بیان کیا ہے کہ اگر فعل کے تیسرے

حرف پر ضمہ اصلی ہوتو شروع میں ہمزہ وصلی مضموم ہوگا جیسے اُنْظُرْ، اُقْتُلُوْا، اُنْصُرُوْا وغیرہ یہاں تیسرے حرف سے مراد فعل میں ہمزہ سمیت تیسرا حرف ہوگا یہاں ہمزہ وصل کو ضمہ جو دیا جاتا ہے وہ تیسرے حرف کی مناسبت کی وجہ سے ہے اگر تیسرے حرف پر ضمہ عارضی ہوگا تو شروع میں ہمزہ وصلی مکسور ہوگا جیسے اِمْشُوْا، اِتَّقُوْا وغیرہ یہ اصل میں اِتَّقِيُوْا اور اِمْشِيُوْا تھا یاء پر ضمہ ثقیل ہونے کی وجہ سے ماقبل قاف اور شین کو دیا گیا پھر یاء اور واؤ میں اجتماع ساکنین کی وجہ سے یاء حذف کردی گئی۔

(۲/۱۰۲): وَاكْسِرْهُ حَالَ الْكَسْرِ وَالْفَتْحِ وَفِي

الْاَسْمَآءِ غَيْرِ اللَّامِ كَسْرُهَا وَفِيْ

ترجمہ:

اور کسرہ دے اس کو (تیسرے حرف کے) کسرہ اور فتحہ کی حالت میں۔ اور اسماء (مصادر) میں علاوہ لام تعریف کے اس (ہمزہ وصل) کا کسرہ ہوتا ہے، اور......

تشریح:

اس شعر کے پہلے مصرعہ میں ناظمؒ نے ہمزہ وصلی مکسور کا قاعدہ بیان کیا ہے اگر فعل کے تیسرے حرف پر فتحہ ہو یا کسرہ ہوتو شروع میں ہمزہ وصلی مکسور ہوگا جیسے اِضْرِبْ، اِفْتَحْ، اِعْلَمْ وغیرہ ان دونوں حالتوں میں ہمزہ وصلی کے مکسور پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ پہلی صورت میں جبکہ فعل کا تیسرا حرف مکسور ہو ہمزہ کو مکسور پڑھنا مناسبت کی وجہ سے ہے اور دوسری صورت میں جبکہ فعل کا تیسرا حرف مفتوح ہوتو ہمزہ وصلی کو مکسور اس وجہ سے پڑھتے ہیں کہ اگر مفتوح پڑھیں گے تو مضارع متکلم معروف کے ساتھ اگر مضموم پڑھے تو مضارع مجہول کے ساتھ التباس لازم آئے گا لہٰذا اس کو مکسور ہی پڑھیں گے۔

اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ وہ اسماء جو لام تعریف کے بغیر ہے ان کا ہمزہ وصلی مکسور ہوگا۔ یاد رہے کہ لام تعریف حرف ہے اور اس کا ہمزہ وصلی مفتوح ہوتا ہے جیسے اَلْحَمْدُ، اَلْقَمَرُ لیکن لام تعریف نحویوں کے نزدیک اسم کی علامت ہوتا ہے جس پر لام تعریف داخل ہوگا تو وہ اسم ہوگا اور اس کا ہمزہ وصلی مکسور نہیں بلکہ مفتوح ہوگا۔

اسماء کی دو قسمیں ہیں: (ا) اسماء مصادر (۲) اسماء غیر مصادر۔ اسماء مصادر میں باب افعال کے علاوہ باقی فعلوں کے مصدر کا ہمزہ وصلی مکسور ہوتا ہے جیسے اِنْتِقَامٌ وغیرہ۔

اسماء غیر مصادر عربیت میں دس استعمال ہوئے ہیں اور قرآنِ مجید میں سات استعمال ہوئے ہیں جن کو ناظم آئندہ شعر میں بیان کر رہے ہیں۔ [1]

(۳ / ۱۰۳) :اِبْنٍ مَّعَ ابْنَةِ امْرِئٍ وَّاثْنَيْنِ
وَامْرَأَةٍ وَاسْمٍ مَّعَ اثْنَتَيْنِ

ترجمہ:

اِبْنٍ میں مَعَ اِبْنَتٌ کے اور اِمْرِئٌ اور اِثْنَيْنِ اور اِمْرَأَةٍ اور اِسْمٌ میں مع اِثْنَتَيْنِ کے (کہ ان ساتوں میں بھی ہمزۂ وصل مکسور ہوتا ہے۔)

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے اسماء غیر مصادر جو قرآنِ مجید میں استعمال ہوئے وہ بیان کیے ہیں اور وہ یہ ہیں ❶ اِبْنٌ جیسے عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ❷ اِبْنَتٌ جیسے وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ، ❸ اِمْرِئٌ جیسے كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ۔ ❹ اِمْرَأَتٌ جیسے اِمْرَأَتَ

[1] افادات استاذنا الشیخ المقری محمد ادریس العاصم دامت برکاتہم العالیہ۔

نُوحٍ وَّامْرَأَتَ لُوطٍ ❺ اِسْمٌ جیسے مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ❻ اِثْنَتَانِ جیسے فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَانِ ❼ اثْنَيْنِ جیسے لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ وغیرہ۔ ان اسماء میں سے جب کسی اسم سے ابتداء کرنا چاہیں تو ہمزہ وصلی مکسور سے ابتداء کریں گے۔

بَابُ الرَّوْمِ وَالْاِشْمَامِ ۲

روم اور اشمام کا بیان

اس باب میں ناظمؒ نے روم اور اشمام سے وقف کی کیفیت اور اس کا قاعدہ بیان کیا ہے اس باب میں دو شعر ہیں۔

(۱۰۴/۱): وَحَاذِرِ الْوَقْفَ بِكُلِّ الْحَرَكَهْ

اِلَّا اِذَا رُمْتَ فَبَعْضَ الْحَرَكَهْ

ترجمہ:

اور بچ وقف کرنے سے پوری حرکت کے ساتھ۔ مگر جب تو رَوم کرے تو حرکت کا کچھ حصہ (پڑھ)۔

تشریح:

اس شعر کے پہلے مصرعہ میں ناظمؒ نے وقف بِالْاِسْكَان بیان کیا ہے وقف کے لغوی واصطلاحی معنی اور معنی کے اعتبار سے وقف کہاں ہو اور کہاں نہ ہو اس کا ذکر تو باب مَعْرِفَةِ الْوُقُوْف میں ہو چکا ہے وہاں ملاحظہ کریں۔

پس ناظمؒ نے فرماتے ہیں کہ پوری حرکت کے ساتھ وقف کرنے سے پرہیز کرو یعنی جہاں وقف بِالْاِسْكَان ہو وہاں لفظ موقوف علیہ کو ساکن کرکے وقف کرو اور ایسا نہ

کرو کہ حرکت باقی رکھتے ہوئے سانس توڑ دو کیونکہ استراحت پوری طرح اسکان ہی سے حاصل ہوسکتی ہے دوسرے مصرعہ میں یہ بیان فرمارہے ہیں کہ اگر کلمہ پر وقف بالروم کیا جائے گا تو حرکت کا تہائی حصہ پڑھا جائے گا۔ اور یہ وقف صرف ضمہ اور کسرہ پر ہوتا ہے مفتوح اور منصوب پر نہیں ہوتا آئندہ شعر میں اِلَّا بِفَتْحٍ اَوْ بِنَصْبٍ سے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

روم کی تعریف:

لغت میں ارادہ کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح قراء میں روم کا مطلب یہ ہے کہ لفظ موقوف علیہ پر اس طرح وقف کیا جائے کہ اس کے آخری حرف کی حرکت کا ایک حصہ پڑھا جائے اور دو حصے ختم ہو جائیں بعض نے روم کی تعریف کی ہے کہ حرکت کو خفی آواز سے ادا کرنا چنانچہ علامہ شاطبیؒ روم کی تعریف میں فرماتے ہیں:

وَرَوْمُكَ إِسْمَاعُ الْمُحَرَّكِ وَاقِفًا

بِصَوْتٍ خَفِيٍّ كُلُّ دَانٍ تَنَوَّلَا [1]

ترجمہ روم یہ ہے کہ وقف کرتے ہوئے حرکت کو خفی آواز میں اس طرح سنانا کہ صرف قریب بیٹھا ہوا آدمی سن سکے۔ روم کی ادائیگی کو وہی شخص سن سکتا ہے جو پڑھنے والے سے قریب ہو اور توجہ سے سن رہا ہو پس بہرا یا دور والا اور وہ جو تلاوت کی طرف پوری طرح متوجہ نہ ہو روم کی آواز نہیں سن سکتے۔

روم واختلاس میں فرق

روم کے علاوہ ایک اور اصطلاح بھی ہے جس کو اختلاس کہتے ہیں لغوی معنی اُچک

[1] حرز الامانی ووجه التہانی المعروف الشاطبیه، ص ۵۳ مطبوعہ قرآت اکیڈمی لاہور۔

لینا اور اصطلاحی معنی یہ ہے کہ حرکت کا دو تہائی پڑھنا۔

روم اور اختلاس میں چار طرح فرق کیا جا سکتا ہے۔

1. روم میں ایک حصہ حرکت اور اختلاس میں دو حصے حرکت ادا کی جاتی ہے۔
2. روم صرف ضمہ اور کسرہ میں ہوتا ہے بخلاف اختلاس کے کہ فتح ضمہ کسرہ تینوں پر ہوتا ہے۔
3. روم صرف وقف کی حالت میں ہوتا ہے اور اختلاس وقف وصل دونوں حالتوں میں ہوتا ہے۔
4. روم صرف کلمہ کے آخر میں ہوتا ہے اور اختلاس کلمہ کے درمیان اور آخر دونوں میں ہوتا ہے۔ [1]

(۲/۱۰۵): اِلَّا بِفَتْحٍ اَوْ بِنَصْبٍ وَّ اَشِمْ
اِشَارَۃً بِالضَّمِّ فِیْ رَفْعٍ وَّ ضَمْ

ترجمہ:

مگر فتحہ یا نصب میں (روم نہ کر) اور اشمام کر۔ اشارہ کرتے ہوئے انضمام شفتین کے ساتھ رفع اور ضمہ میں۔

تشریح:

اس شعر میں اِلَّا بِفَتْحٍ اَوْ بِنَصْبٍ کی وضاحت گزشتہ شعر میں کر دی گئی ہے اس کے بعد اشمام کا طریقہ اور محل بیان کر رہے ہیں۔

[1] شرح المقدمۃ الجزریۃ الشیخ عصام الدین احمد بن مصطفی المشہور طاش کبریٰ زادہ ص ۳۰۹ مطبوعہ مجمع الملک فہد سعودی عرب۔

اشمام کی تعریف:

اشمام کا لغوی معنی بو دینا اور سونگھنا کے ہیں اور قراء کی اصطلاح میں اشمام کہتے ہیں کہ ہونٹوں کو اس طرح گول کیا جائے جس طرح وہ ضمہ ادا کرنے کی حالت میں ہوتے ہیں اشمام ضمہ میں ہوتا ہے فتحہ اور کسرہ میں نہیں کیا جاتا اس لیے کہ فتحہ اور کسرہ میں ہونٹوں کا گول کرنا مشکل ہے۔ ❶

اشمام کا تعلق دیکھنے سے ہے سننے سے نہیں کیونکہ اس میں آواز نہیں ہوتی۔ لہٰذا نابینا معلوم نہیں کرسکتا۔

فائدہ: وقف بالروم درج ذیل حالتوں میں نہیں ہوتا:

(۱) زبر پر نہیں ہوتا۔ (۲) دو زبر پر نہیں ہوتا۔ (۳) حرکت عارضی پر نہیں ہوتا۔ (۴) اسکان پر۔ (۵) تاء مدورہ پر۔ (۶) میم جمع وغیرہ پر نہیں ہوتا۔ (۷) ہائے ضمیر میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اگر ہائے ضمیر کے ماقبل ضمہ یا کسرہ یا واؤ مدہ یا یاء مدہ ہو جیسے بِمُزَحْزِحِهٖ، وَعَقَلُوْهُ، لَا رَيْبَ فِيْهِ تو اس وقت روم اور اشمام نہیں کیا جائے گا باقی صورتوں میں کیا جائے گا۔

اشمام کن کن حالتوں میں نہیں ہوتا۔

(۱) زبر پر۔ (۲) دو زبر پر۔ (۳) ایک زیر پر۔ (۴) دو زیر پر۔ (۵) میم جمع پر۔ (۶) حرکت عارضی پر۔ (۷) اور تاء مدورہ پر۔ ❷

---

❶ اَلدُّرُّ الْفَرِيْد الشيخ عبدالحق محدث دهلویؒ ص ۱٤۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی۔

❷ از افادات استاذنا شیخ القراء محمد ادریس عاصم مدظله العالی .

خَاتِمَةُ الْكِتَابِ ④

(١/١٠٦): وَقَدْ تَقَضّٰى نَظْمِيَ الْمُقَدِّمَهْ

مِنِّيْ لِقَارِئِ الْقُرْاٰنِ تَقْدِمَهْ

ترجمہ:

اور تحقیق ختم ہوا میرا نظم کرنا۔ اس مقدمہ کو میری طرف سے قرآن کے پڑھنے والوں کے لیے (یہ) تحفہ ہے۔

تشریح:

اس شعر میں ناظمؒ نے رسالہ کے ختم کی اطلاع اور اس کا قرآن پڑھنے والوں کے لیے تحفہ ہونا بیان کیا ہے پس فرماتے ہیں کہ میری یہ نظم جس کا نام میں نے اَلْمُقَدِّمَهْ رکھا ہے۔ یہاں پہنچ کر ختم ہوگئی ہے اور یہ نظم میری طرف سے قرآن کے قاریوں کے لیے ایک تحفہ ہے مطلب یہ ہے کہ جب قرآن کا قاری اس مقدمہ کے اشعار کو یاد کرنے کے بعد اس کے معنی کو سمجھ لے گا تو پھر ہر ایک قاری اس سے موافقت حاصل کرے گا جس نے اس کو یاد نہیں کیا اور سمجھا نہیں گویا اس نے اس عظیم الشان تحفہ کی قدر نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ناظمؒ کے عظیم تحفے کی صحیح معنوں میں قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے کلام شریف کو محض اپنی رضا کے لیے صحت لفظی اور تجوید کے ساتھ پڑھنے پڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یہی اس تحفہ کی قدر ہے۔

(۲/۱۰۷): اَبْیَاتُهَا قَافٌ وَّزَایٌ فِی الْعَدَدْ

مَنْ یُّحْسِنِ التَّجْوِیْدَ یَظْفَرْ بِالرَّشَدْ

ترجمہ:

اس مُقَدِّمَہْ کے اشعار قاف اور زاء ہیں عدد میں جو اچھی طرح تجوید میں ماہر ہو جاتا ہے وہ کامیاب ہوتا ہے ہدایت پانے میں۔

نوٹ: ...... اَبْجَدْ کے حساب کے مطابق قاف کے ۱۰۰ اور زاء کے ۷ عدد ہوتے ہیں اشارہ ہے کہ قَزٌّ (ریشم) کی طرح یہ اشعار نرم وملائم تعداد میں ایک سو سات ہیں ناظم کے اشعار یہاں تک ختم ہوئے آگے آنے والے اشعار ظاہر تر یہ ہے کہ وہ ناظم کے کسی شاگرد کا اضافہ ہیں۔

تشریح:

اس شعر کے پہلے مصرعہ میں ناظمؒ نے اشعار کی تعداد بیان فرمائی ہے کہ اس مقدمہ کے اشعار کی تعداد اَبْجَدْ کے حساب سے ایک سو سات ہے قاف سے سو اور زاء سے سات عدد مراد ہوتے ہیں۔ اور شعر کے دوسرے مصرعہ میں تجوید کو عمدہ کرنے والوں کے لیے بشارت بیان کی ہے کہ اگر کوئی شخص مقدمہ کے اشعار میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے ان کی روشنی میں اپنی تجوید اور قرآن مجید کے تلفظ کو مشق کے ذریعے صحیح اور عمدہ کرے گا تو اُسے رشد اور بھلائی جیسی عظیم دولت حاصل ہو جائے گی۔

سوال :...... اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ناظمؒ نے مقدمہ کے اشعار کی تعداد ایک سو سات بتائی ہے حالانکہ تعداد ایک سو نو ہے۔

جواب :...... اس لیے کہ ایک سو سات کا عدد تو اس شعر تک ہی پورا ہو جاتا ہے اور

دوشعر اس کے بعد بھی ہیں جو حمد وصلوٰۃ پر مشتمل ہیں اس سوال کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں۔

❶ اس کا ایک جواب یہ ہوسکتا ہے کہ یہ آخر والے دوشعر ناظمؒ کے کسی شاگرد کے ہوں اگر یہ مان لیا جائے تو تعداد ایک سوسات ہو جاتی ہے۔ ❶

❷ دوسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ناظمؒ نے یَقُوْلُ رَاجِیْ والا شعر اور اَبْیَاتُهَا قَافٌ وَّزَایٌ والا شعر شمار نہ کیا ہو کیونکہ یَقُوْلُ رَاجِیْ میں اپنا تعارف اور اَبْیَاتُهَا میں اشعار کی تعداد بیان کی ہے تو اس طرح میں تعداد ایک سوسات ہو جاتی ہے۔

❸ تیسرا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ناظمؒ نے آخری دو اشعار جن میں حمد وثناء بیان کی ہے اور خطبہ کے وہ دو اشعار جن میں حمد وثناء بیان کی ہے ان چار میں سے دو کو شمار کیا ہو تو اس طرح بھی تعداد ایک سوسات ہو جاتی ہے آخری جواب زیادہ عمدہ ہے اس لیے کہ جب دو اشعار کو شمار سے خارج کرنا ہی تھا تو پھر کیوں نہ ان دو ہی کو خارج کیا جائے جو معنی کی رو سے مکرر ہیں۔ ❷

(س ۱۰۸): وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَهَا خِتَامُ

ثُمَّ الصَّلٰوةُ بَعْدُ وَالسَّلَامُ

ترجمہ:

اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ یہی اس مقدمہ کا خاتمہ ہے پھر رحمت کاملہ اور اس کے بعد سلام ہو.........

---

❶ از افادات استاذنا الشیخ المقری محمد ادریس العاصم مدظلہ العالی۔

❷ التقدمة الشريفية شرح المقدمة الجزرية شیخ القراء والمجودین حضرت قاری محمد شریفؒ مطبوعہ مکتبہ القراءت ماڈل ٹاؤن لاہور۔

۱۰۹/۱۰۸: عَلَى النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى مُحَمَّدًا

وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ ذَوِي الْهُدٰى

ترجمہ:

نبی برگزیدہ (محمد ﷺ) پر اور آپ ﷺ کی آل اور آپ ﷺ کے اصحابِ صاحبانِ ہدایت رضی اللہ عنہم اجمعین پر۔

تشریح:

ناظمؒ مقدمہ کی تالیف سے فارغ ہو کر اللہ ربّ العالمین کا شکر ادا کر رہے ہیں اور ان آخری دو اشعار میں حمد وصلوٰۃ لائے ہیں نظم کو شروع بھی اسی کلمہ سے کیا گیا ہے اور ختم بھی اسی پر کیا گیا ہے کیونکہ جس کلام کے اوّل وآخر میں حق تعالیٰ کی تعریف اور نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام ہو وہ کامل اور جامع بن جاتا ہے اور اس کا نفع بھی عام وتام ہو جاتا ہے اس لیے حضرت ناظمؒ نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔

فائدہ:...... ملا علی قاری کی اَلْمِنَحُ الْفِكْرِيَّةُ میں دوسرا شعر اس طرح ہے۔

عَلَى النَّبِيِّ اَحْمَدٍ وَّآلِهٖ۔ وَصَحْبِهٖ وَتَابِعِيْ مِنْوَالِهٖ ❶

اور شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ کی شرح اَلدَّقَائِقُ الْمُحْكِمَه میں اس طرح ہے۔

عَلَى النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى الْمُخْتَارِ۔ وَآلِهٖ وَصَحْبِهِ الْاَطْهَارِ۔ ❷

❶ المنح الفكريه شرح المقدمة الجزريه ملا علی قاریؒ ص: ۱۱٤ مطبوعہ قرآءت اکیڈمی لاہور۔

❷ الدقائق المحكمه شرح المقدمة الجزرية شيخ الاسلام زكريا انصاریؒ ص ۱۵۸ مطبوعہ مکتبۃ الغزالی دمشق۔

آداب تلاوت

شرح کے اختتام سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ ضروری آداب بھی ذکر کر دیے جائیں۔

1. مسواک اور وضو کے بعد یک سوئی کی جگہ پورے ادب و احترام اور تواضع کے ساتھ قبلہ رخ بیٹھے۔
2. قرآن شریف کو رحل یا تکیہ وغیرہ کسی اونچی چیز پر رکھے۔
3. نہایت حضور قلب اور خشوع کے ساتھ اس طرح پڑھے کہ گویا حق تعالیٰ شانہ کو سنا رہا ہے۔
4. اگر یاد کرنا مقصود نہ ہو تو پڑھنے میں جلدی نہ کرے۔
5. دل کو وسوسوں اور خطرات سے پاک رکھے۔
6. دورانِ قراۃ اگر جمائی آجائے تو رک جائے۔
7. قرآن مجید کی عظمت دل میں رکھے کہ کیسا عالی مرتبہ کلام ہے۔
8. اللہ تعالیٰ کی علو شان اور رفعت و کبریائی کو دل میں رکھے کہ جس کا کلام ہے۔
9. کانوں کو اس قدر متوجہ کرے کہ گویا حق تعالیٰ شانہ کلام فرما رہا ہے اور یہ سن رہا ہے۔
10. تجوید کی رعایت کرتے ہوئے خوش الحانی سے پڑھے کہ بہت سی احادیث میں اس کی تاکید آئی ہے۔
11. جس آیت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت، مغفرت، جنت اور فضل وغیرہ کا ذکر آتا ہے تو

اللہ تعالیٰ سے ان چیزوں کی طلب میں دعا کرے اور جہاں اللہ کے غضب، عذاب، نار، جہنم وغیرہ کا تذکرہ آئے وہاں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے۔

۱۲ جب سیدنا حضور اکرم ﷺ کا نام مبارک محمد آئے تو درود شریف پڑھے۔

۱۳ تلاوت کے دوران کسی سے بات نہ کرے اور اگر کوئی ضرورت پیش آ جائے تو کلام پاک بند کرکے بات کرے۔ اور اس کے بعد استعاذہ پڑھ کر قراءت شروع کرلے)

۱۴ اگر ریا کا احتمال ہو یا کسی مسلمان کی تکلیف وحرج کا اندیشہ ہو یا مجمع میں لوگ اپنے دینی یا دنیوی کام میں مشغول ہوں تو آہستہ پڑھے ورنہ آواز سے قراءت کرنا افضل ہے۔

۱۵ جب آیت سجدہ تلاوت کرے تو سجدہ کرے کیونکہ احناف کے نزدیک یہ واجب ہے اور جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب ابن آدم سجدہ کی آیت پڑھتا ہے (اور سجدہ تلاوت کرتا ہے) تو شیطان ہٹ جاتا ہے اور رو کر کہتا ہے کہ ہائے میری بربادی ابن آدم کو سجدہ کا حکم ہوا اس نے سجدہ کیا اس کے لیے جنت ہے اور مجھے حکم ہوا میں نے انکار کیا میرے لیے جہنم ہے۔ [1]

❀❀❀❀

[1] کذا فی تعلیقات مالکیہ بحوالہ مسلم شریف، ص ۷۲، مطبوعہ قرآءت اکیڈمی، لاہور۔

آداب معلم و متعلّم

آدابِ معلم:

① استاد کے لیے مناسب ہے کہ پسندیدہ اخلاق اختیار کرے۔

② دنیا کی طرف زیادہ رغبت نہ رکھے اور دنیا کے مال و دولت سے اور دنیا داروں سے بے پرواہ رہے۔

③ اپنے نفس کو ریاکاری کینہ اور رغبت سے پاک رکھے۔

④ کسی کو حقیر نہ سمجھے اگرچہ وہ مرتبے میں اس سے کم ہی کیوں نہ ہو خود پسندی سے بھی پرہیز کرے اس سے بہت کم لوگ محفوظ رہتے ہیں۔

⑤ اپنی ہیئت بھی خوبصورت بنائے اور کپڑے صاف ستھرے رکھے ناجائز لباس سے پرہیز رکھے اور ایسے لباس سے بھی بچے جو اساتذہ کی شان کے لائق نہیں۔

⑥ جب درسگاہ میں پہنچے تو دو رکعت نفل پڑھے اگر مسجد میں بیٹھ کر پڑھاتا ہو تو ان نفلوں کا اور بھی زیادہ اہتمام کرے۔

⑦ استاد کشادہ جگہ اختیار کرے تاکہ سب شاگردوں کے لیے کافی ہو جائے اور شاگردوں کے ساتھ خندہ پیشانی اور کشادہ روئی سے پیش آئے۔

⑧ استاد طلباء کو تعلیم دینے اور مسائل کے سمجھانے پر اس قدر حریص رہے کہ اپنے ذاتی کام جو غیر ضروری ہوں ان سے بھی ان کی تعلیم کو بڑھ کر سمجھے۔

⑨ اگر کوئی شاگرد کسی اور معتبر استاد سے بھی پڑھنا چاہے جس سے اس کو نفع پہنچنے کی

امید ہوتو اس کو خوشی سے اجازت دے دے اور یہ خیال نہ کرے کہ جب یہ دوسرے سے بھی پڑھے گا تو اس کے دل میں میری وقعت نہیں رہے گی یا دوسرے استاد کو مجھ سے بڑھ کر سمجھنے لگے گا۔

⑩ استاد طلباء کے ساتھ بڑا اور اونچا بن کر نہ رہے بلکہ تواضع کا معاملہ رکھے تاکہ جو بات پوچھنے کی ہو بے تکلف پوچھ سکیں جو بھلائیاں اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی ان کے لیے پسند کرے اور جن چیزوں کو اپنے لیے پسند نہیں کرتا ان کے لیے بھی پسند نہ کرے اور ان کو آہستہ آہستہ شرعی آداب اور عمدہ عادتیں سکھاتا رہے اور اس بات کی عادت ڈالے کہ ہر معاملہ میں احتیاط سے کام لیا کریں۔ (تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ)

آدابِ متعلّم

① طالب علم نیت خالص رکھے جو چیزیں علم کی طرف پوری طرح متوجہ ہونے سے روکتی ہوں ان کو دور کرنے کی کوشش کرے۔

② استاد ایسے شخص کو بنائے جو علمی معلومات اور استعداد اور دینداری میں کمال رکھتا ہو اور جو شرطیں اوپر معلم کے آداب میں بیان ہوئی ہیں اس میں وہ سب یا اکثر پائی جاتی ہوں۔

③ طالب علم اپنے دل کو گناہوں کی ظلمتوں اور دنیاوی تعلقات سے پاک رکھے تاکہ اس میں قرآن کے قبول کرنے اور اس کے حفظ کرنے اور اس کے معانی و مطالب کے سمجھنے کی قابلیت پیدا ہو۔

④ متعلّم علم سیکھنے کے لیے ہر وقت حریص اور بے صبر بنا رہے لیکن طاقت سے زیادہ محنت نہ کرے جو قرأت اور مسائل پڑھ چکا ہے پوری پابندی کے ساتھ ان کی حفاظت رکھے۔

⑤ استاد کے ساتھ ادب اور احترام و تعظیم سے پیش آئے اس کے سامنے عاجز بن کر رہے اگرچہ وہ شہرت اور نسب اور نیک بختی میں اس سے کمتر ہی ہو اور عمر میں اس سے چھوٹا ہو۔

⑥ استاد کی محبت سے کبھی سیر نہ ہو اگر زیادہ دیر تک صحبت میسر آجائے تو اس کو غنیمت سمجھے استاد کا تابعدار رہے اپنے تمام معاملات میں اس سے مشورہ لیتا رہے اور

اس کی خوشنودی کو اپنی خوشنودی پر مقدم رکھے اگر استاد کی طرف سے کوئی ناگواری یا بدخلقی کی بات پیش آئے تو اس کو برداشت کرے یہ نہ ہو کہ اس کے سبب اس کی محبت کو ترک کر دے یا اس کے کمال کا معتقد نہ رہے۔

⑦ استاد کا بھید کسی پر ظاہر نہ کرے اگر کوئی استاد کی غیبت کرنے لگے تو اس کی تردید کر دے اور اس کو روک دے اگر یہ نہ کر سکے تو اس مجلس سے اٹھ کر چلا جائے۔

⑧ جب اساتذہ کی درسگاہ کے قریب پہنچے تو حاضرین کو السلام علیکم کہے اور استاد کے ساتھ زیادہ تعظیم سے پیش آئے اور جاتے وقت بھی استاد اور حاضرین سب کو سلام کرے۔

⑨ جب استاد سبق پڑھائے تو اس کی طرف متوجہ رہے اور اس کی تقریر کو غور سے سنے دوران سبق اِدھر اُدھر نہ دیکھے نیز کسی اور کے ساتھ ہاتھ کے یا آنکھ کے اشارے سے بات نہ کرے۔ اگر استاد کسی ضروری کام میں مشغول ہے تھکاوٹ اور غم بھوک پیاس یا کوئی ایسا اور عذر ہو جس سے تعلیم شاق ہو تو ایسے وقت میں نہ پڑھے۔

⑩ نیز استاد کے ادب و احترام کے لیے ہر طالب علم کو سیّدنا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ذھن میں رکھنا چاہیے کہ دنیا میں تمہارے تین باپ ہیں ایک وہ جو تمہاری پیدائش کا سبب ہے دوسرا وہ جس نے اپنی لڑکی تمہارے نکاح میں دی تیسرا وہ جس سے تم نے دولت علم حاصل کی اور ان میں بہترین باپ تمہارا استاد ہے۔

محدثین کرام نے فرمایا کہ کوئی طالب علم بھی اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا جب تک وہ دل سے اپنے اساتذہ کا احترام نہ کرے جو کوئی اپنے علم سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے وہ دل و جان سے اساتذہ کا احترام کرے۔ (تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ)

مختصر حالات

حضرت سیّدنا حفص بن سلیمان بن ابی داود الاسدی الکوفی رحمہ اللہ

چونکہ ہمارے پاکستان ہندوستان اور دیگر اسلامی ممالک میں زیادہ تر لوگ روایت حفصؒ میں قرآن پڑھتے پڑھاتے ہیں اس لیے مناسب خیال کیا کہ حضرت سیدنا حفص رحمہ اللہ کے کچھ حالات نقل کیے جائیں۔

نام: ......ابوعمرو حفص بن سلیمان بن ابی داود الاسدی الکوفی الغافری البزار ہے۔ حفص کے نام سے مشہور معروف ہیں آپ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ ۹۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۸۰ ہجری میں کوفہ میں وفات پائی۔ اس طرح آپ نے نوے ۹۰ سال عمر پائی۔ آپ امام عاصم رحمہ اللہ کے ربیب تھے یعنی امام عاصم کی بیوی کے پہلے شوہر کے صاحبزادے تھے۔ امام عاصم نے ان کو اولاد کی طرح پالا اور خوب علم سکھایا۔ ابن منادی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حفص رحمہ اللہ نے امام عاصم سے کئی مرتبہ قرآن پڑھا ہے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں حفص رحمہ اللہ قرآءت میں ثقہ ضابطہ اور ثبت تھے۔ [1] علامہ جزری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حفص رحمہ اللہ کہتے ہیں مجھ سے عاصم نے فرمایا جو قرآءت میں نے آپ کو پڑھائی ہے یہ وہ قرآءت ہے جو میں نے ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ سے اور انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پڑھی ہے اور جو قرآءت میں نے ابوبکر بن عیاش کو پڑھائی ہے یہ وہ قرآءت ہے جو میں زر بن حبیش رحمہ اللہ پر پیش کرتا تھا جس کو انھوں نے

---

[1] معرفة القراء الكبار ج ، صفحه ۱۱۹ مطبوعة المكتبة العصريه ، بيروت .

ابن مسعود رضی اللہ عنہا سے حاصل کیا۔ ❶

ابوہشام رفاعی کا قول ہے کہ "وَكَانَ اَعْلَمُهُمْ بِقِرَاءَةِ عَاصِم." یعنی حفصؒ امام عاصمؒ کی قرآءت کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ چنانچہ علامہ شاطبی رحمہ اللہ حضرت سیدنا حفص کی شان میں یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ "وَحَفْصٌ بِالْإِتْقَانِ كَانَ مُفَضَّلًا." ❷

امام وکیع رحمہ اللہ نے سیّدنا حفص رحمہ اللہ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ کتب حدیث میں حضرت حفص رحمہ اللہ کی روایت کردہ چند احادیث بھی ملی ہیں۔

حضرت سیّدنا حفص رحمہ اللہ کی روایت کو یہ قبولیت خدا داد ہے کہ صدیوں سے مکاتیب اور مدارس میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں گویا کہ اس وقت دس قرآءتیں بالکل صحیح امت کے پاس موجود ہیں وہ بھی پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں۔

لیکن دنیائے اسلامی میں علاوہ بلاد مغرب کے عموماً حفص رحمہ اللہ پڑھی پڑھائی جاتی ہیں۔ حضرت حفص رحمہ اللہ نے زمانہ دراز تک تدریس بالقرآءت کی اور مستفیدین و محصلین کو خوب سیراب کیا۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءَ.

تمت بالخیر

یہاں پہنچ کر اللہ کے فضل و کرم سے ’’الفوائد التجویدیہ فی شرح المقدمة الجزریہ‘‘ مکمل ہوئی۔ الحمد للہ رب العالمین۔ آخر میں اللہ تعالیٰ کے حضور سوال کرتا ہوں کہ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور اہل قرآن کو اس سے نفع اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور خطا اور غلطی سے محفوظ فرمائے جو میں نے اس میں لکھا ہے قیامت کے دن میری نیکیوں کے ترازو میں اس کو رکھے۔ آمین

اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ.

خادم القرآن ابو محمد (قاری) سعید احمد عفی عنہ
صدر مدرس شعبہ تجوید وقراءت جامعہ نصرۃ العلوم (گوجرانوالہ)
۱۱ جمادی الاول ۱۴۳۲ ہجری بمطابق 15 اپریل 2011ء
بروز جمعۃ المبارک رات 11 بج کر 10 منٹ پر مکمل ہوئی

****

میری روایت حفص کی سند

میں نے روایت حفص کی سند حاصل کی ❶ اپنے استاد محترم الشیخ المقری محمد عبد الصمد مدظلہ سے۔ ❷ آپ نے اپنے شفیق استاذ محترم الشیخ المقری اظہار احمد التھانوی رحمہ اللہ سے ❸ آپ نے حضرت الشیخ المقری عبد المالک رحمہ اللہ سے ❹ آپ نے استاذ القراء قاری عبد اللہ مکی رحمہ اللہ سے ❺ آپ نے الشیخ ابراہیم سعد بن علی المصری رحمہ اللہ سے ❻ آپ نے الشیخ حسن بدیر رحمہ اللہ سے ❼ آپ نے خاتمۃ المحققین الشیخ محمد المتولی رحمہ اللہ سے ❽ آپ نے الشیخ احمد الدری التھامی رحمہ اللہ سے ❾ آپ نے الشیخ احمد سلمونہ رحمہ اللہ سے ❿ آپ نے الشیخ ابراہیم العبیدی رحمہ اللہ سے ⓫ آپ نے الشیخ عبد الرحمٰن الاجھوری رحمہ اللہ سے ⓬ آپ نے الشیخ احمد البقری رحمہ اللہ سے ⓭ آپ نے الشیخ محمد البقری رحمہ اللہ سے ⓮ آپ نے الشیخ عبد الرحمٰن الیمنی رحمہ اللہ سے ⓯ آپ نے اپنے والد الشیخ شحاذۃ الیمنی رحمہ اللہ سے ⓰ آپ نے الشیخ ناصر الدین الطبلاوی رحمہ اللہ سے ⓱ آپ نے شیخ زکریا الانصاری رحمہ اللہ سے ⓲ آپ نے الشیخ رضوان العقبی رحمہ اللہ سے ⓳ آپ نے علامہ محمد بن محمد بن الجزری رحمہ اللہ سے ⓴ آپ نے الشیخ عبد الرحمٰن بن احمد البغدادی رحمہ اللہ سے ㉑ آپ نے الشیخ محمد بن احمد المعروف بالصائغ رحمہ اللہ سے ㉒ آپ نے الشیخ علی بن شجاع المعروف بالکمال الضریر داماد شاطبی رحمہ اللہ سے ㉓ آپ نے امام شاطبی رحمہ اللہ سے ㉔ آپ نے الشیخ ابی الحسن علی بن ھذیل رحمہ اللہ سے ㉕ آپ نے ابی داؤد سلیمان بن نجاح رحمہ اللہ سے ㉖ آپ نے امام ابوعمرو عثمان الدانی رحمہ اللہ سے ㉗ آپ نے الشیخ ابی الحسن طاہر بن غلبون رحمہ اللہ سے ㉘ آپ نے الشیخ ابی العباس احمد بن سہل الاشنانی رحمہ اللہ سے ㉙ آپ نے الشیخ ابو محمد عبید بن الصباح رحمہ اللہ سے ㉚ آپ نے صاحب روایت حضرت امام حفص رحمہ اللہ سے۔ ㉛ آپ نے امام ابوبکر عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ سے ㉜ آپ نے ابوعبد الرحمٰن عبد اللہ بن حبیب بن ربیعہ سلمی رحمہ اللہ اور ابومریم زر بن حبیش بن حباشہ اسدی رحمہ اللہ۔ اور ابوعمرو سعد بن الیاس شیبانی کوفی رحمہ اللہ سے یہ تینوں

حضرات کبار تابعین میں سے ہیں۔ ان تینوں حضرات نے ❖ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت حارث بن حسان رضی اللہ عنہ سے قرآءۃ حاصل کی۔ ان تمام حضرات نے ❖ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے قراءات کو حاصل کیا۔

نوٹ: روایت حفص رحمہ اللہ میں مجھے میرے شفیق استاذ الشیخ المقری محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ سے بھی اجازت حاصل ہے آپ کی سند بعینہٖ اسی طرح ہے جس طرح بیان ہوئی ہے۔ یعنی انہوں نے بھی استاذ الاساتذہ حضرت الشیخ المقری اظہار احمد التھانوی رحمہ اللہ سے پڑھا ہے اور آگے سند اسی طرح ہے جس طرح اوپر درج ہے۔

میری قراءات سبع بطریق شاطبیہ کی سند

میں نے قراءات سبعہ پڑھی ہے: ① اپنے شفیق استاذ الشیخ حضرت المقری محمد ادریس مدظلہ سے ② آپ نے الشیخ المقری عبد الفتاح السید عجمی المرصفی المصری رحمہ اللہ سے ③ آپ نے الشیخ احمد عبد العزیز الزیات المقری رحمہ اللہ بالقاہرۃ سے ④ آپ نے الشیخ عبد الفتاح الھنیدی رحمہ اللہ سے ⑤ آپ نے الشیخ محمد احمد المعروف متولی رحمہ اللہ سے ⑥ آپ نے الشیخ احمد الدری التھامی سے ⑦ آپ نے الشیخ احمد بن محمد المعروف سلمونہ رحمہ اللہ سے ⑧ آپ نے الشیخ ابراہیم العبیدی رحمہ اللہ سے ⑨ آپ نے الشیخ عبد الرحمٰن الاجھوری رحمہ اللہ سے ⑩ آپ نے الشیخ احمد البقری رحمہ اللہ سے ⑪ آپ نے الشیخ محمد بن قاسم البقری رحمہ اللہ سے ⑫ آپ نے الشیخ عبد الرحمٰن الیمنی رحمہ اللہ سے ⑬ آپ نے الشیخ شحاذۃ الیمنی رحمہ اللہ سے ⑭ آپ نے الشیخ ناصر الدین الطبلاوی رحمہ اللہ سے ⑮ آپ نے شیخ الاسلام ابی یحیٰ زکریا انصاری رحمہ اللہ سے ⑯ آپ نے الشیخ رضوان العقبی رحمہ اللہ سے ⑰ آپ نے الشیخ الحافظ محمد بن محمد الجزری رحمہ اللہ سے ⑱ آپ نے الشیخ عبد الرحمٰن البغدادی رحمہ اللہ سے ⑲ آپ نے الشیخ محمد بن احمد المعروف بالصائغ رحمہ اللہ سے ⑳ آپ نے الشیخ ابوالحسن علی بن شجاع المعروف بالکمال الضریر داماد شاطبی رحمہ اللہ سے ㉑ آپ نے الشیخ امام شاطبی رحمہ اللہ سے ㉒ آپ نے الشیخ ابی الحسن علی بن ہذیل رحمہ اللہ سے ㉓ آپ نے الشیخ سلیمان بن نجاح رحمہ اللہ سے ㉔ آپ نے الشیخ امام ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ سے۔

نوٹ: نیز مجھے قراءات سبع کی درج ذیل سلسلہ سند میں بھی اجازت حاصل ہے۔ میں نے قراءات سبعہ حاصل کی۔ ❶ اپنے استاذ الشیخ القاری المقری محمد ادریس العاصم دامت برکاتہم سے ❷ آپ نے الشیخ المقری قاری اظہار احمد التھانوی رحمہ اللہ ❸ آپ نے الشیخ المقری عبد المالک رحمہ اللہ سے ❹ آپ نے استاذ القراء قاری عبد الرحمٰن المکی رحمہ اللہ سے ❺ آپ نے الشیخ

المقری عبداللہ مکی رحمہ اللہ سے ❼ آپ نے الشیخ ابراہیم سعد بن علی المصری رحمہ اللہ سے ❽ آپ نے الشیخ حسن بدیر رحمہ اللہ سے ❾ آپ نے خاتمۃ القراء الشیخ محمد المتولی رحمہ اللہ سے۔ اور اس سے آگے کی سند ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

نوٹ: علامہ دانی رحمہ اللہ سے لے کر حضور نبی کریم ﷺ تک سلسلہ سند "شجرۃ الاساتذہ فی القراءات العشر المتواترہ" مؤلفہ استاذ القراء حضرت قاری اظہار احمد التھانوی رحمہ اللہ اور "التیسیر فی القراءات السبع" مؤلفہ علامہ دانی رحمہ اللہ وغیرہ میں موجود ہے۔ شائقین حضرات وہاں دیکھ لیں۔

میری قراءات ثلاث بطریق درہ کی سند

میں نے قراءات ثلاث بطریق درہ پڑھی ہے: (1) اپنے شفیق استاذ الشیخ حضرت المقری محمد ادریس العاصم صاحب مدظلہ سے (2) آپ نے الشیخ المقری عبدالفتاح السید عجمی الرصفی المصری رحمہ اللہ سے (3) آپ نے الشیخ احمد عبدالعزیز الزیات المقری رحمہ اللہ بالقاہرہ سے (4) آپ نے الشیخ عبدالفتاح الہنیدی رحمہ اللہ سے (5) آپ نے الشیخ محمد احمد المعروف متولی رحمہ اللہ سے (6) آپ نے الشیخ احمد الدری التہامی سے (7) آپ نے الشیخ احمد بن محمد المعروف سلمونہ رحمہ اللہ سے (8) آپ نے الشیخ ابراہیم العبیدی رحمہ اللہ سے (9) آپ نے الشیخ عبدالرحمٰن الاجہوری رحمہ اللہ سے (10) آپ نے الشیخ احمد البقری رحمہ اللہ سے (11) آپ نے الشیخ محمد بن قاسم البقری رحمہ اللہ سے (12) آپ نے الشیخ عبدالرحمٰن الیمنی رحمہ اللہ سے (13) آپ نے الشیخ شحاذۃ الیمنی رحمہ اللہ سے (14) آپ نے الشیخ ناصرالدین الطبلاوی رحمہ اللہ سے (15) آپ نے شیخ الاسلام ابی یحییٰ زکریا انصاری رحمہ اللہ سے (16) آپ نے الشیخ رضوان العقبی رحمہ اللہ سے (17) آپ نے الشیخ الحافظ محمد بن محمد الجزری رحمہ اللہ سے

نوٹ: علامہ جزری رحمہ اللہ سے لے کر حضور نبی کریم ﷺ تک سلسلہ سند ''شجرۃ الاساتذہ فی القراءات العشر المتواترۃ'' مؤلفہ شیخ قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ اور تحبیر التیسیر مؤلفہ علامہ جزری رحمہ اللہ میں مذکور ہے۔ شائقین حضرات وہاں دیکھ لیں۔
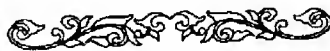
میری قراءات عشرہ بطریق طیبہ کی سند

میں نے قراءات عشرہ بطریق طیبہ پڑھی ہے: [۱] اپنے پیارے استاذ الشیخ المقری محمد ادریس العاصم مدظلہ سے [۲] آپ نے الشیخ المقری عبد الفتاح السید عجمی المرصفی المصری رحمہ اللہ سے [۳] آپ نے الشیخ احمد عبد العزیز الزیات رحمہ اللہ المقری بالقاہرہ سے [۴] آپ نے الشیخ عبد الفتاح ھنیدی رحمہ اللہ سے [۵] آپ نے الشیخ محمد احمد المعروف متولی رحمہ اللہ سے [۶] آپ نے الشیخ احمد الدری التھامی رحمہ اللہ سے [۷] آپ نے الشیخ احمد بن محمد المعروف سلمونہ رحمہ اللہ سے [۸] آپ نے الشیخ ابراہیم العبیدی رحمہ اللہ سے [۹] آپ نے الشیخ عبد الرحمٰن الاجھوری رحمہ اللہ سے [۱۰] آپ نے الشیخ احمد البقری رحمہ اللہ سے [۱۱] آپ نے الشیخ محمد بن قاسم البقری رحمہ اللہ سے [۱۲] آپ نے الشیخ عبد الرحمٰن الیمنی رحمہ اللہ سے [۱۳] آپ نے الشیخ شحاذۃ الیمنی رحمہ اللہ سے [۱۴] آپ نے الشیخ ناصر الدین الطبلاوی رحمہ اللہ سے [۱۵] آپ نے الشیخ ابی یحییٰ زکریا الانصاری رحمہ اللہ سے [۱۶] آپ نے الشیخ رضوان العقبی رحمہ اللہ سے [۱۷] آپ نے الشیخ محمد بن محمد بن محمد الجزری رحمہ اللہ سے۔

نوٹ: علامہ جزری رحمہ اللہ سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک سلسلہ سند علامہ جزری رحمہ اللہ کی کتاب "النشر فی القراءات العشر" میں مذکور ہے۔ شائقین حضرات وہاں سے دیکھ لیں۔

فہرست مضامین

مؤلف کی دیگر تالیفات

- کتاب التجوید فی مسائل التجوید (اُردو)
- الفوائد التجویدیة فی شرح المقدمة الجزریة (اُردو)
- الکنز فی وقف حمزة و ہشام علی الهمز (اُردو)
- الاحرف السبعة للقرآن (اُردو)